

مَنْ يُرِدْ أَنْ يَتَّقِيَ اللَّهَ يَجْعَلْ لِنَفْسِهِ مِنْ أَمْرِهُ مَخْرَجًا

فقہی ضوابط

تشریحات تفہیمات امتیازات

تالیف

مفتی اسامہ پالن پوری دینیٹر و لوی
خادم الافاق، والحديث دارالعلوم مرکز اسلامی انگلینڈ

نظر ثانی

حضرت اقدس مولانا مفتی سعید احمد رضا پالن پوری مدظلہ
شیخ الحدیث و صدر المدین دارالعلوم دیوبند

حصہ دوم

مکتبہ مجاز کی پبلیکیشن

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب :	فقہی ضوابط (تشریحات، تفریعات، تمثیلات)
تالیف :	مفتی اسامہ پالن پوری (ڈینڈرولوی)
نظر ثانی :	حضرت مولانا مفتی سعید احمد صاحب پالن پوری
طباعت :	محرم الحرام ۱۴۳۲ھ مطابق دسمبر ۲۰۱۰ء
باہتمام :	قاسم احمد پالن پوری 09997866990
کتابت :	مفتی اسامہ پالن پوری (ڈینڈرولوی)
ناشر :	09979993070
مطبوعہ :	ایچ۔ ایس۔ آفسیٹ پرنٹرس، دریا گنج نئی دہلی

ملنے کے پتے

MAKTABA HIJAZ

Urdu Bazar Jama Masjid Deoband
247554 (U.P.) India M.09997866990

گجرات میں ملنے کا پتہ: مفتی اسامہ پالن پوری (ڈینڈرولوی)
دارالعلوم مرکز اسلامی انگلیشور۔ 09979993070

فہرست مضامین

صفحہ	مضامین	
۱۹	کتاب البیوع	
۱۹	عقد بیع اور اس کے متعلقات	✽
۲۹	معدوم کی بیع	✽
۳۳	بیع میں جہالت کا بیان	✽
۳۷	عقد میں تبعاً داخل ہونے والی چیزیں	✽
۴۲	بیع وغیرہ پر قبضہ کا بیان	✽
۴۶	ثمن اور بیع کے متعلقات	✽
۴۹	عقد میں استثناء کا بیان	✽
۵۱	بیع سلم کا بیان	✽
۵۳	بیع میں شرط کا بیان	✽
۵۸	ادھار خرید و فروخت کا بیان	✽
۶۰	بیع فاسد اور باطل کا بیان	✽
۶۶	مکروہات بیع کا بیان	✽
۶۸	اسباب معصیت کی بیع	✽
۷۰	مشکوک چیزوں کی خرید و فروخت	✽
۷۱	خیار شرط کا بیان	✽
۷۴	خیار تعین کا بیان	✽
۷۵	خیار رویت کا بیان	✽

- ۸۱ ❁ خیاریب کا بیان
- ۸۸ ❁ خیاریغنون کا بیان
- ۹۱ ❁ خیاریجلس کا بیان
- ۹۱ ❁ اقالہ کا بیان
- ۹۵ ❁ ربا (سود) کا بیان
- ۱۰۷ ❁ بیع صرف کا بیان
- ۱۰۹ ❁ دین اور قرض کا بیان
- ۱۱۸ ❁ قمار (جوا) کا بیان

۱۲۲

کتاب الإجارة

- ۱۳۳ ❁ فاسد اور باطل اجارہ کا بیان

۱۳۹

کتاب الکفالة

۱۴۳

کتاب الحوالة

۱۴۷

کتاب الوكالة

۱۶۲

کتاب الوديعة

۱۶۸

کتاب العارية

۱۷۵

کتاب الهبة

- ۱۸۳ ❁ نقلی صدقہ کا بیان

۱۸۷

شجرات

- ۱۸۸ ❁ شجرہ (۱): بیج کی اقسام باعتبار انعقاد

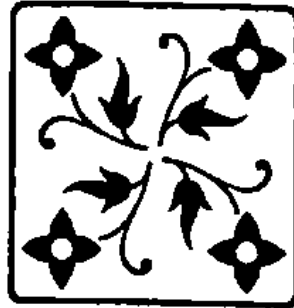
- ❖ شجرہ (۲): بیع کی اقسام باعتبار بیع و ثمن ۱۸۹
- ❖ شجرہ (۳): بیع میں خیارات ۱۹۰
- ❖ شجرہ (۴): شرائط بیع سلم ۱۹۲
- ❖ شجرہ (۵): ربا (سود) کا بیان ۱۹۳
- ❖ شجرہ (۶): اجارہ کا بیان ۱۹۴
- ❖ شجرہ (۷): کفالت بالمال کی اقسام و احکام ۱۹۵
- ❖ شجرہ (۸): وکالت کا بیان ۱۹۶
- ❖ شجرہ (۹): ہبہ (ہدیہ) کا بیان ۱۹۷

۱۹۹

حوالجات شجرات

۲۰۳

مطابع المراجع



فہرست ضوابط و فوائد

یہ ایک تفصیلی فہرست ہے، جس میں تمام ضوابط اور ان پر مقرر ہونے والے اہم مسائل و فوائد کا استقراء کیا گیا ہے۔ البتہ کتاب کے تمام مسائل و تشریح کو ذکر نہیں کیا گیا، کہ اس میں طوالت ہے۔

ضابطہ

کتاب البیوع

- ۲۵۴ بیع میں دونوں جانب مال مقوم ہونا ضروری ہے ❁
- = مال کی تعریف ❁
- = حقوق مجردہ کی بیع ❁
- = انسانی اعضاء اور خون کی بیع ❁
- = دباغت سے قبل جانور کے چمڑے کی بیع ❁
- = ہڈی و گوہر کی بیع ❁
- ۲۵۵ صحت بیع کے لئے جانین سے رضامندی لازم ہے ❁
- = مکروہ اور ہاذل کی بیع ❁
- ۲۵۶ عقود میں معانی کا اعتبار ہے ❁
- = ہدیہ بالعوض بیع ہے ❁
- = بیع تعاطی اور اس کا حکم ❁
- ۲۵۷ تفرق صفقہ جواز عقد کے لئے مانع ہے مگر یہ کہ عقد جدید ہو جائے ❁
- = تفرق صفقہ کی حقیقت اور اس کی مختلف صورتیں ❁
- ۲۵۸ بیع اور ثمن میں اعتبار اس کا ہوگا جس پر عقد ہوا ہے ❁
- ۲۵۹ بیع میں توقیت صحیح نہیں، مطلق ہونی چاہئے ❁

- بیع بالوفاء اور اس کا حکم =
- جو چیز حقیقتاً عرفاً معدوم ہو اس کی بیع درست نہیں ۲۶۰
- بیع بالاستجرار اور اس کا حکم — ہوٹل سے ماہانہ مقرر کر کے کھانا =
- اسصناع اور بیع سلم میں فرق =
- جب عقد کی تکمیل مشتبہ یا مشکوک ہو تو جائز نہیں ۲۶۱
- جو جہالت مفضی الی المنازعہ ہو وہ جائز نہیں ۲۶۲
- مفضی الی المنازعہ اور غیر مفضی کی مختلف مثالیں =
- بیع مشارالیه میں وصف کا جاننا ضرور نہیں ۲۶۳
- حاضر میں وصف کا اعتبار نہیں غائب میں اعتبار ہے ۲۶۴
- جب اشارہ اور تسمیہ جمع ہوں تو ۲۶۵
- بسا اوقات شیء عقد میں جعاً داخل ہوتی ہے مگر اصلاً داخل نہیں ہوتی ۲۶۶
- زمین میں پوشیدہ آلود وغیرہ کی بیع •
- جعاً داخل ہونے والی شیء کے مقابل ثمن کا کچھ حصہ نہیں آتا ۲۶۷
- اتصال قرار کے ساتھ متصل چیز بیع میں بلاذکر آتی ہے اور جو چیز ۲۶۸
- جو چیز جاندار کے پیٹ سے نکلے تو اگر اس کے خوراک میں سے ہو ۲۶۹
- مچھلی کے پیٹ سے موتی نکلا تو =
- ہر وہ عقد جو عوض کی ہلاکت سے فسخ نہیں ہوتا اس عوض میں تصرف ۲۷۰
- جو تصرف بلا قبضہ جائز ہوتا ہے بیع میں وہ قبل القبض جائز نہیں ۲۷۱
- منقولات کی بیع قبل القبض جائز نہیں غیر منقولات کی جائز ہے ۲۷۲
- ہر سامان کا قبضہ اس سامان کی نوعیت کے اعتبار سے ہوتا ہے ۲۷۳
- قبل القبض ثمن میں تصرف جائز ہے ۲۷۴
- مقبوض علی شئ من سامان آتا ہے علی سبب انظر میں نہیں ۲۷۵

- ۲۷۶ اوصاف کے مقابلہ میں ثمن کا کچھ حصہ نہیں آتا
- ۲۷۷ ثمن سے بری کرنا تعلیق کا احتمال نہیں رکھتا
- ۲۷۸ حصہ مشاع کی بیع و شراء جائز ہے، ہبہ جائز نہیں
- ۲۷۹ جو چیز بیع یا اس کی قیمت میں اضافہ کرے وہ بیع کے ساتھ لاحق ہوگی
- = باعتبار قیمت بیع کی قسمیں
- ۲۸۰ جس پر عقد وارد ہو سکتا ہے اس کا استثناء صحیح ہے
- = درخت پر آم کا استثناء کرنا
- ۲۸۱ جو خلقتاً متصل ہو اس کو جدا کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں اور جو چیز
- ۲۸۲ بیع سلم اس میں جائز ہے جس کی مقدار اور اوصاف ضبط کرنا ممکن ہو
- = حیوان یا اس کے گوشت میں بیع سلم
- = روٹی میں بیع سلم اور قرض
- ۲۸۳ جو شرط مقتضائے عقد ہو یا ملائم عقد ہو یا متعارف ہو وہ جائز ہے
- ۲۸۴ ہر قسم کے عیب سے براءت کی شرط لگانا درست ہے
- ۲۸۵ جو چیز بلا شرط داخل ہو شرط لگانے پر اس کا موجود ہونا ضرور نہیں
- ۲۸۶ وصف مرغوب کی شرط لگانا درست ہے
- = لیکن بھینس خریدی اس شرط پر کہ اتالیٹر دودھ دیتی ہو تو درست نہیں
- ۲۸۷ تاجروں میں معروف چیز مشروط کے مانند ہے
- ۲۸۸ بیع موجل میں اجل سے قبل بائع کا ثمن پر استحقاق قائم نہیں ہوتا
- لوگوں کا یہ تعامل..... بیع حال ہے، نہ کہ بیع موجل
- ۲۸۹ مشتری کی موت سے تا جیل ختم ہو جاتی ہے نہ کہ بائع کی موت سے
- ۲۹۰ بیع اور ثمن دونوں ادھار ہو تو بیع درست نہ ہوگی
- ۲۹۱ جو خلل رکن بیع میں ہو وہ بیع کو باطل کرتا ہے اور جو

- ❁ فاسد و باطل کا فرق معاملات میں ہے عبادات میں نہیں ہے =
- ❁ بیع فاسد میں ملکیت ثابت ہو جاتی ہے برخلاف بیع باطل میں ۲۹۲
- ❁ مگر تین مسائل مستثنیٰ ہیں =
- ❁ بیع فاسد سے حاصل شدہ ملکیت میں یہ احکام مستثنیٰ ہیں =
- ❁ بیع فاسد میں مشتری کسی ذریعہ بیع لوٹا دے ضمان سے بری ہوگا ۲۹۳
- ❁ عاقدین جب تک صراحت نہ کرے عقد صحت کی طرف لوٹائیں گے ۲۹۴
- ❁ قبل القبض بیع کی ہلاکت بیع کو فاسد کرتی ہے نہ کہ ثمن کی ۲۹۵
- ❁ شرط فاسد سے فساد تب آتا ہے جبکہ اس کا ذکر عقد میں ہو ۲۹۶
- ❁ بیع فاسد و باطل کو صحیح کرنے میں عقد اول کا ازالہ ضروری ہے ۲۹۷
- ❁ جو بیع شرعی حکم میں مخل ہو یا اس میں رقابت یا دھوکا ہو مکروہ ہے ۲۹۸
- ❁ غیر مسلموں کی مذہبی اشیاء جن میں ان کی تذلیل ہو بیچنا جائز ہے ۲۹۹
- ❁ جن چیزوں کا کوئی جائز استعمال نہ ہو ان کا بیچنا جائز نہیں اور جن کا ۳۰۰
- ❁ لیکن یہ مسئلہ علم کی حد تک رہے مصلحت اس کا فتویٰ نہ دیا جائے =
- ❁ محض شبہ سے کسی چیز کی بیع حرام نہیں ہوتی ۳۰۱

خيارات

- ❁ جو عقد لازم نہیں یا فسخ کا احتمال نہیں رکھتا ان میں خيار شرط صحیح نہیں ۳۰۲
- ❁ خيار شرط فقط تین دن تک ہے ۳۰۳
- ❁ بائع کا خيار مسقط ملک ہے برخلاف مشتری کا خيار ۳۰۴
- ❁ مدت خيار میں بیع سے حاصل شدہ منافع کا حق دار کون؟ =
- ❁ قبول کے لئے فریق ثانی کا موجود ہونا ضروری نہیں، رد میں ضروری ہے ۳۰۵
- ❁ اگر تین دن میں من لہ الخيار کا انتقال ہو جائے تو؟ =

- ❶ خیارتین صرف ذوات القیم میں ہے ذوات الامثال میں نہیں ۳۰۶
- ❷ خیارتین تین سے زیادہ چیزوں میں حاصل نہیں ہوتا ۳۰۷
- ❸ مبیع میں تصرف دلائل اجازت ہو کر خیار ساقط کر دیتا ہے ۳۰۸
- ❹ جو عقد فسخ کو قبول کرتا ہے ان خیار رویت حاصل ہوتا ہے اور جو عقد ۳۰۹
- ❺ خیار رویت میں مبیع کا پہلے نہ دیکھنا یا اتنے پہلے دیکھنا ضروری ہے ۳۱۰
- ❻ دیکھنے سے مراد وہ دیکھنا ہے جس سے مقصود پر اطلاع ہو جاتی ہو ۳۱۱
- ❼ خیار رویت حاصل ہوتا ہے مالک بن والے کو نہ مالک کو ۳۱۲
- ❽ خیار رویت عین میں حاصل ہوتا ہے نہ کدین میں ۳۱۳
- ❾ قبل الرویت مشتری خیار ساقط نہیں کر سکتا البتہ عقد فسخ کر سکتا ہے ۳۱۴
- ❿ صاحب خیار کی موت پر خیار کا حکم =
- ⓫ جس سے خیار شرط باطل ہوتا ہے خیار رویت بھی باطل ہو جاتا ہے ۳۱۵
- ⓬ جو تصرف ناقابل رد ہو یا اس میں کسی کا واجبی حق ہو وہ مستط خیار ہے ۳۱۶
- ⓭ جو چیز عرفاً شمن میں نقصان کرے وہ عیب ہے ۳۱۷
- ⓮ خیار کے لئے بیع یا قبضہ کے وقت عیب ہونا ضروری ہے ۳۱۸
- ⓯ ہر عیب سے براءت کی شرط پر پختہ درست ہے ۳۱۹
- ⓰ جو اضافہ اصل سے متصل ہو اور پیدا شدہ بھی وہ مستط خیار نہیں ۳۲۰
- ⓱ واقفیت عیب کے بعد وہ تصرف جو رخصت مندی پر واپس ہو مستط خیار ہے ۳۲۱
- ⓲ مبیع کو بیچ دیا یا ہدیہ کر دیا — یا کپڑا کاٹ لیا — پھر عیب پر مطلع ہوا تو؟ =
- ⓳ جس تصرف میں مشتری مبیع کا حابس نہ ہو جو عیب بالنتقصان کر سکتا ہے ۳۲۲
- ⓴ خیار عیب موت سے باطل نہیں ہوتا برخلاف دیگر خیارات ۳۲۳
- ⓵ جو قیمت مقومین کے اندازہ میں نہ آئے وہ غبن فاحش ہے ۳۲۴
- ⓶ غبن کی تحدید: منقولات میں ۵ فیصد، جانوروں میں ۱۰ فیصد اور ۳۲۵

- دھوکا لگ جانے سے خیار غبن حاصل نہ ہوگا، بلکہ =
- اگر بیع کے منافع میں دھوکا دیا گیا =
- خیار مجلس مشروع نہیں، صفقہ ہونے پر بیع تام ہو جاتی ہے ۳۲۶

اقالہ کا بیان

- بیع کا ہلاک ہونا اقالہ کے لئے مانع ہے نہ کہ ثمن کا ہلاک ہونا ۳۲۷
- بیع میں جو اضافہ خیار عیب کو مانع ہے وہ اقالہ کو مانع ہے ۳۲۸
- اقالہ فریق ثالث کے حق میں بیع جدید ہے ۳۲۹

ربا کا بیان

- جو زیادتی بلا معاوضہ ہو وہ سود ہے ۳۳۰
- پھر ادھار میں زیادہ قیمت کیوں جائز ہے؟ ایک اشکال اور اس کا حل =
- دونوں علتیں ہوں تو ربا مطلقاً ناجائز، ایک ہو تو فقط ادھار ناجائز ۳۳۱
- قدر اور جنس سے مراد =
- نوٹوں کا نوٹوں سے تبادلہ میں ایک اشکال اور جواب =
- خلقی تفاوت کا باب ربا میں اعتبار نہیں ۳۳۲
- کیل یا وزن میں عرف کی تبدیلی معتبر ہے یا نہیں؟ رائج قول کیا ہے؟
- کھلی والی چیز کا اس کے مغز کے عوض بیچنا ہو تو مغز زیادہ ہو ۳۳۳
- عقد کے وقت تماثل کا اعتبار ہے عقد کے بعد نہیں ۳۳۴
- جہاں مفاضلت جائز ہو وہاں مجازفت بھی جائز ہے ۳۳۵
- جو بھی قرض نفع کھینچ کر لائے وہ سود ہے ۳۳۶
- ربا اس وقت بنتا ہے جبکہ عقد میں زیادتی مشروط ہو ۳۳۷

● ناجائز ذریعہ سے حاصل شدہ مال کا مصرف ۳۳۸

بیع صرف کا بیان

● عقد صرف میں خیار شرط صحیح نہیں ۳۳۹

● ثمن خلقیہ میں احکام صرف جاری ہوں گے، ثمن اعتباریہ میں نہیں ۳۴۰

● کیا پیسوں سے سونا یا چاندی خریدنا عقد صرف ہے؟ =

● ہر ملک کی کرنسی مستقل جنس ہے ۳۴۱

دین اور قرض کا بیان

● ہر دین حال کی تا جیل صحیح ہے سوائے قرض کے ۳۴۲

● دین اور قرض کی تعریف =

● مدیون کی موت سے تا جیل باطل ہو جاتی ہے نہ کہ دائن کی موت سے ۳۴۳

● قرض فقط ذوات الامثال کا جائز ہے ذوات القیم کا جائز نہیں ۳۴۴

● ذوات الامثال اور ذوات القیم سے مراد =

● گھروں میں آٹا چینی وغیرہ کا قرض اور اس کا حکم =

● قرض میں مثل کی واپسی ضروری ہے اور مثل میں اعتبار ۳۴۵

● اگر بازار میں مثل منقطع ہو جائے تو؟ =

● شرط فاسد سے قرض فاسد نہیں ہوتا ۳۴۶

● مدیون کی ٹال مٹولی پر جس طرح ممکن ہو قرض وصول کیا جاسکتا ہے ۳۴۷

● جن میں قرض جاری ہوتا ہے ان میں عاریت لینا قرض ہے ۳۴۸

● قرض کی بیع جائز نہیں ۳۴۹

● میعادی چیک وغیرہ کا حکم... بیع جا کیہ جائز نہیں... جا کیہ سے مراد =

✽ دین و قرض کی بیج میں ایک حیلہ =

قمار (جوا) کا بیان

- ✽ جو معاملہ نفع و نقصان کے درمیان دائر ہو وہ قمار ہے ۳۵۰ =
- ✽ دو طرفہ شرط بھی ایک خاص صورت میں جائز ہے =
- ✽ بند ڈبے ایک مقررہ قیمت پر خریدنا =
- ✽ چند افراد کا پیسہ جمع کر کے اس پر قرع اندازی کرنا =
- ✽ مروجہ کمیٹی اور بیسی کا حکم =
- ✽ انشورنس اور اس کا حکم =
- ✽ اخباری معممہ حل کر کے انعام حاصل کرنا =
- ✽ قرع اندازی کر کے دعوت طے کرنا =
- ✽ اشیاء کی خرید میں کمپنی کی طرف سے ملنے والا انعام =
- ✽ گاڑی وغیرہ خرید میں قرع اندازی کی ایک خاص صورت =

کتاب الإجارة

- ✽ ہر وہ چیز جو شرعاً قابل انتفاع ہو اس کا اجارہ جائز ہے ۳۵۱
- ✽ ہر وہ چیز جو شمن بن سکتی ہے وہ اجرت بن سکتی ہے ۳۵۲
- ✽ معقود علیہ کی جنس سے منفعت مقرر کرنا درست نہیں ۳۵۳
- ✽ اس چیز میں اجارہ کا عرف ہونا ضروری ہے ۳۵۴
- ✽ زینت و تجمل کے لئے کسی چیز کو اجرت پر لینا درست نہیں ۳۵۵
- ✽ اجرت کے لئے منفعت پر قدرت کافی ہے، استعمال ضروری نہیں ۳۵۶
- ✽ جو عمل نقصان دہ ہو اس میں اجازت ضروری ہے ۳۵۷
- ✽ منفعت کو کم یا مثل سے وصول کرنا تو جائز ہے زیادہ سے جائز نہیں ۳۵۸

- ۳۵۹ اجرت کی تاخیر یا تعجیل میں طے شدہ مدت کا اعتبار ہوگا
- ۳۶۰ جتنے کرایہ پر مکان لیا اس سے زیادہ پر کسی کو دینا جائز نہیں مگر یہ کہ
- ۳۶۱ اجیر کے لئے دوسرے سے کام لینا جائز ہے مگر یہ کہ منع کیا گیا ہو
- ۳۶۲ وصول اجرت کے لئے کس مال کو اجیر روک سکتا ہے؟
- ۳۶۳ اجرت کا استحقاق عمل سے ہوتا ہے نہ کہ قول سے
- دلالی — فتویٰ — جھاڑ پھونک — نکاح خوانی — وغیرہ کی اجرت =
- ۳۶۴ کرایہ میں کسی چیز کے استعمال نہ کرنے وغیرہ کی شرط لگانا
- ۳۶۵ اجرت اور تاوان دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے
- ۳۶۶ اجیر مشترک پر تو ضمان آئے گا اجیر خاص پر نہیں
- اجیر مشترک اور اجیر خاص کی تعریف =
- ۳۶۷ جو شرطیں بیع کو فاسد کرتی ہیں وہ اجارہ کو بھی فاسد کرتی ہیں
- ۳۶۸ اجارہ فاسدہ میں اجرت مثل اور باطلہ میں کچھ اجرت نہیں
- ۳۶۹ استہلاک عین پر اجارہ باطل ہے
- ۳۷۰ اجرت میں نقطہ ما جور کو کھانا کھلانا طے ہو تو درست نہیں
- ۳۷۱ نتیجہ عمل کو اجرت مقرر کرنا جائز نہیں
- یہ اصول قفیز طحان والی حدیث سے ماخوذ ہے... قفیز طحان سے مراد =

کتاب الکفالة

- ۳۷۲ کفالت تبرعات کے قبیل سے ہے
- ۳۷۳ مقتضی عقد کے موافق شرطیں درست ہیں مخالف صحیح نہیں
- ۳۷۴ مکفولہ بہ کا قابل ضمان ہونا ضروری ہے
- امانت، مضاربہ... بیوی کا نفقہ — جانور کی ہلاکت وغیرہ کا کفیل بننا =

- کفیل وہی رجوع کرے گا جو مدیون کے ذمہ تھا نہ کہ جو اس نے ادا کیا ۳۷۵
- جو حق کفیل سے وصول کرنا ممکن نہ ہو اس میں کفالت صحیح نہیں ۳۷۶
- اصل کو بری کرنے سے کفیل بھی بری مگر عکس نہیں ۳۷۷

کتاب الحوالہ

- اصل کی براءت کی یا عدم براءت کی شرط لگانا ۳۷۸
- جس دین کا کفالہ جائز ہے حوالہ جائز ہے ۳۷۹
- محال علیہ کو بری کرنے سے مدیون بھی بری، جبکہ کفالہ میں ۳۸۰

کتاب الوکالۃ

- وکیل کا وکالت قبول کرنا شرط نہیں، خاموشی بھی کافی ہے ۳۸۱
- موکل کا خود مختار ہونا ضروری ہے ۳۸۲
- سمجھ دار بچہ کن تصرفات میں وکیل بنا سکتا ہے؟ ۳۸۳
- وکیل کو اپنی وکالت کا علم ضروری ہے ۳۸۴
- مجہول شخص کو وکیل بنانا درست نہیں ۳۸۵
- وکیل کا اپنے اختیار سے تصرف ضروری ہے ورنہ معتبر نہیں ۳۸۶
- حقوق العباد میں مطلقاً توکیل صحیح ہے، حقوق اللہ میں تفصیل ہے ۳۸۷
- مباحات میں توکیل معتبر نہیں ۳۸۸
- شہادات میں توکیل درست نہیں ۳۸۹
- حقوق وکیل طرف کب لوٹتے ہیں اور موکل کی طرف کب؟ ۳۹۰
- خصومت کا وکیل موکل کے خلاف اقرار کر سکتا ہے ۳۹۱
- وکیل کا دوسرے کو وکیل بنانا جائز نہیں، مگر یہ کہ اجازت ہو ۳۹۲

- موکل کی لگائی ہوئی قید و شرط کا حکم ۳۹۳
- وکالت مجلس پر منحصر نہیں ہوتی برخلاف تملیک کے ۳۹۴
- وکالت عامہ کے وکیل اور وکالت خاصہ کے وکیل میں فرق ۳۹۵
- تمام امور کا وکیل بنایا تو عقد معاوضات کے ساتھ خاص ہوگا ۳۹۶
- ایک ہی معاملہ میں متعدد وکیل ہوں تو؟ ۳۹۷
- وکالت میں خیار شرط صحیح نہیں ۳۹۸
- وکالت میں میراث جاری نہیں ہوتی ۳۹۹
- وکیل کو معزولی کا علم ہونا ضروری ہے ۴۰۰
- اختلاف کے وقت وکیل کا قول معتبر ہوگا ۴۰۱

کتاب الودیعة

- عقد دیعت میں دلالت بھی کافی ہے صراحت ضروری نہیں ۴۰۲
- حفاظت کے لئے امین وہ سب کر سکتا ہے جو اپنے مال میں کرتا ہے ۴۰۳
- امانت کے ضیاع میں ضمان نہیں، مگر یہ کہ تعدی ہو ۴۰۴
- تعدی کی مختلف صورتیں ہیں: جیسے =
- تعدی کا زائل ہو جانا ضمان ختم کر دیتا ہے ۴۰۵
- اگر شرط مفید ہو اور ممکن العمل بھی تو رعایت لازم ہے ورنہ نہیں ۴۰۶
- اختلاف کے وقت امین کا قول مع الہمین معتبر ہوگا ۴۰۷

کتاب العاریة

- جو بھی لفظ عاریت کے مقصد و منشاء کو واضح کرے وہ کافی ہے ۴۰۸
- جن الفاظ میں ہبہ و عاریت دونوں کا مفہوم ہو تو مدار نیت پر ہوگا ۴۰۹

- ۴۱۰ عین کے استہلاک کے بغیر نفع ممکن نہ ہو تو وہ قرض ہے
- ۴۱۱ مطلق اجازت میں نفع اٹھانے کی تحدید عرف پر محمول ہوگی
- ۴۱۲ عاریت کے ضیاع میں ضمان نہیں، مگر یہ کہ تعدی ہو
- ۴۱۳ اگر مالک کی جانب سے مطلقاً ضمان کی شرط لگائی گئی ہو تو؟ =
- ۴۱۴ عاریت: غیر لازم معاملات میں سے ہے
- ۴۱۵ تعدی کے بعد وفاق کی طرف لوٹانے سے ضمان زائل نہ ہوگا
- ۴۱۶ لڑکی کے جہیز کے عاریت یا ہبہ میں اعتبار عرف کا ہوگا
- ۴۱۷ عاریت مثل ودیعت ہے، البتہ یہ فرق ہے

کتاب الہبۃ

- ۴۱۸ ہدیہ میں فی الفور مالک بنانا ضروری ہے
- ۴۱۹ واہب کے لئے ضروری ہے کہ وہ تبرع کا حق رکھتا ہو
- ۴۲۰ غیر مسلم کا ہدیہ جبکہ موہوب کی تعظیم کے طور پر ہو قبول کرنا جائز ہے
- ۴۲۱ دیوالی وغیرہ کے موقع پر ہدیہ — مسجد یا مدرسہ میں غیر مسلم کا چندہ =
- ۴۲۲ نابالغ بچوں کیلئے آئے ہوئے ہدایا ان کے نفقات میں صرف کرنا
- ۴۲۳ تبرع قبضہ کے بعد ہی مکمل ہوتا ہے
- ۴۲۴ قبضہ کی حقیقت — ہر چیز کا قبضہ اس کے مناسب — گھر کا قبضہ =
- ۴۲۵ شیء واہب کی ملک سے خلقتاً متصل ہو تو جائز مجاورتا ہو تو جائز نہیں
- ۴۲۶ لیکن باپ کا صغیر بیٹے کو گھر وغیرہ ہدیہ کرنا اس سے مستثنیٰ ہے
- ۴۲۷ مشترک چیز کا ہدیہ قابل تقسیم شیء میں درست نہیں
- ۴۲۸ شروط فاسدہ سے ہدیہ باطل نہیں ہوتا
- ۴۲۹ ”دمع خزقہ“ میں سے کوئی صورت ہو تو ہدیہ میں رجوع جائز نہیں

• ”دمع خزائن“ سے سات مخصوص صورتیں مراد ہیں =

نقلی صدقہ کا بیان

• صدقہ کی صحت کے لئے مصدق علیہ کا قبول کرنا شرط نہیں ۴۲۶

• گم شدہ چیز میں صدقہ کی نیت =

• اگر کہا میرا تمام مال صدقہ ہے تو کونسا مال مراد ہوگا؟ ۴۲۷

• صدقہ اور ہبہ شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتے ۴۲۸

• فقیر کو ہدیہ کرنا حکماً صدقہ ہے۔۔۔ اور غنی کو صدقہ کرنا ۴۲۹

• پیشہ دار مانگنے والوں کو صدقہ دینے میں اعتبار ۴۳۰



کتاب البیوع

عقد بیع اور اس کے متعلقات

۲۵۴- **ضابطہ:** بیع کے لئے دونوں جانب سے مال مقوم ہونا ضروری ہے۔^(۱)

تشریح: پس اگر ایک طرف مال ہو اور دوسری طرف کچھ نہ ہو تو بیع نہ ہوگی، بلکہ وصیت یا ہبہ وغیرہ ہوگا، اور اگر ایک طرف مال ہو اور دوسری طرف نفع ہو تو یہ اجارہ ہوگا۔ اور مال کی تعریف ہے: جس کی طرف طبیعت مائل ہو اور جس کا ذخیرہ کیا جانا ممکن ہو۔ اور مالیت لوگوں کے متول سے ثابت ہوتی ہے، اور اس میں تقوم شرعا اس کے انتفاع کے مباح ہونے سے ثابت ہوتا ہے۔

پس جو بغیر متول کے مباح ہے تو وہ مال نہیں جیسے گیہوں کا دانہ اور قلیل مٹی؛ اور جو متمول ہے لیکن اس سے انتفاع مباح نہیں وہ غیر مقوم ہے جیسے شراب اور جہاں دونوں امر معدوم ہوں یعنی نہ متمول ہو اور نہ شرعا اس سے انتفاع مباح ہو وہ نہ مال ہے اور نہ مقوم جیسے خون وغیرہ۔^(۲)

(۱)۔ وفي الشرع مبادلة المال المقوم بالمال المقوم (تبين الحقائق: ۱۰ / ۲۲۸)
(۲) المراد بالمال ما يميل إليه الطبع ويمكن ادخاره لوقت الحاجة والمالية تثبت بتمول الناس كافة او بعضهم والتقوم يثبت بها أو باباحة الانتفاع به شرعاً لما يباح بلا تمول لا يكون مالا كحبة حنطة وما يتمول بلا إباحة انتفاع لا يكون مقوما كالخمر، وإذا علم الأمران لم يثبت واحداً منهما كالدم (شامی ۱۰ / ۷، الدر المنقی علی هامش مجمع الأنهر: ۳ / ۴)

تفریعات:

- (۱) پس حقوق مجرہ: جیسے حق شفعہ، حق خلو (پگڑی)، حق تصنیف و اشاعت، گڈول یعنی رجسٹرڈ ٹریڈ مارک اور ناموں وغیرہ کی بیع درست نہیں کیونکہ وہ مال نہیں ہے۔^(۱)
- البتہ ان حقوق کو کسی عین کے تابع کر کے بیچنا درست ہے، جیسے کسی تصنیف کے مسودہ کو فروخت کیا اور ساتھ میں حق تصنیف کے بھی پیسے لئے (یعنی اس کی وجہ سے مسودہ کی قیمت بڑھادی) تو یہ جائز ہے، اسی طرح دوکان کے ساتھ فرم کا نام بیچ دیا تو یہ جائز ہے، یا دوکان کرایہ پردی اور پگڑی بھی لی تو یہ درست ہے (کیونکہ وہ پگڑی اجرت معجلہ ہے)^(۲) غرض حق محض کو مستقلاً بیچنا جائز نہیں، مگر تبعاً بیچ سکتے ہیں۔^(۳)
- (۲) انسان کے اعضا اور خون کی بیع درست نہیں، کیوں کہ وہ مال غیر مقوم ہیں^(۴) (البتہ انتہائی مجبوری میں جبکہ اس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو اور مقصود مرلیض کی جان یا اس کو شدید نقصان سے بچانا ہو تو ضرورتاً علماء نے انسانی خون کے خریدنے کو جائز کہا ہے، لیکن ان کو بیچنا کسی حال میں جائز نہیں کہ بیچنے میں کوئی ضرورت نہیں)
- (۳) خنزیر اور شراب کی بیع قطعاً درست نہیں کیونکہ یہ اگرچہ غیر مسلموں کے یہاں مال ہیں، لیکن شرعاً مقوم نہیں۔^(۵)

(۴) مردار جانور کا چمڑا دباغت سے پہلے بیچنا جائز نہیں کہ وہ غیر مقوم ہے اور دباغت کے بعد اس سے انتفاع جائز ہے پس اس کی بیع درست ہے (لیکن مذبوہ جانور کا چمڑا دباغت سے پہلے بھی بیچنا جائز ہے خواہ جانور حلال ہو یا حرام۔ سوائے خنزیر

(۱) لايجوز الاعتياض عن الحقوق المجردة كحق الشفعة..... الخ (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۳۳/۷) (۲) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/۵۸۲ - ۵۸۴) (۳) وكذا بيع الشرب وطاهر الراوية فسادہ إلا تبعاً. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۲۷۱/۷) (۴) (ہدایہ: ۵۵/۳) (۵) (البحر الرائق: ۱۱۶/۶ باب البيع الفاسد)

اور انسان کے چمڑے کے۔ کیونکہ ذبح مثل دباغت ہے کہ اس سے آلودگی ختم ہو جاتی ہے اور چمڑا قابل انتفاع ہو کر شرعاً مقوم بن جاتا ہے^(۱)

(۵) وہ جانور جس کو کسی مجوسی، مشرک، مرتد یا ناجائز بچہ یا پاگل نے ذبح کیا ہو، کی خرید و فروخت جائز نہیں، اسی طرح مسلمان کا ذبیحہ جس پر جان بوجھ کر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو، یا وہ وحشی جانور جس کو حرم میں شکار کیا گیا ہو، یا محرم نے شکار کیا ہو (خواہ محرم نے شکار حل میں کیا ہو یا حرم میں) کی خرید و فروخت جائز نہیں، کیونکہ ایسا جانور مردار کے حکم میں ہوتا ہے اور مردار شرعاً مال مقوم نہیں ہے۔^(۲)

(۶) کتا، چیتا، بندر ہاتھی، شیر، بھیڑیا اور تمام قسم کے درندے یہاں تک کے بلی اور ہر قسم کے پرندوں کی خرید و فروخت جائز ہے، سوائے خنزیر کے، کیوں کہ خود ان جانوروں سے یا ان کی کھال یا ہڈی وغیرہ سے نفع اٹھایا جاتا ہے، پس یہ شرعاً مال مقوم ہیں۔^(۳)

(۷) ہڈی کی بیج جائز ہے خواہ ہڈی گیلی ہو یا سوکھی اور جانور مذبوہ ہو یا غیر مذبوہ،

(۱) وهذا بناء على أن الجلود كلها تطهر بالذكاة أو الدباغ إلا جلد الإنسان والخنزير وإذا طهرت بالدباغ أو بالذكاة جاز الإنتفاع به ويكون محلاً للبيع (المحيط البرهاني: ۷/ ۳۰۲، في بيع المحرمات. كذا في البحر الرائق:

۶/ ۱۳۳ باب البيع الفاسد)

(۲) ولم ينقد بيع ماليس بمال مقوم كبيع الحر..... والميتة والدم وذبيحة المجوسی والمرتد والمشرک والصی اللدی لا یعقل والمجنون ومذبوہ صید المحرم سواء كان من الحل أو الحرم ومذبوہ صید الحرم (البحر الرائق: ۵/ ۴۳۴)

(۳) وصح بيع الكلب والفهد والفيل والقرود والسباع بسائر أنواعها حتى الهرة، وكذا الطيور سوى الخنزير - وهو المختار - للانتفاع بها وبجلدها (الدر المختار: ۷/ ۴۷۸، دررالحکام شرح غرر الاحکام: ۶/ ۳۹۶)

والحاصل ان المتون على جواز بيع ماسوی الخنزير مطلقاً (شامی: ۷/ ۴۷۹)

حلال ہو یا حرام؛ سوائے خنزیر اور انسان کی ہڈی کہ وہ غیر متقوم ہے۔^(۱)

(۸) گو بر (جانوروں کا فضلہ) کی بیع درست ہے اگرچہ مٹی بن جانے سے پہلے ہو، کیونکہ وہ کھیتی میں کھاد کا کام دیتا ہے اور لوگوں میں اس کا تعامل ہے، پس یہ مال متقوم ہو گیا۔^(۲)

(۹) انڈا خرید اور وہ گندا نکلا تو مشتری بائع سے قیمت واپس لے سکتا ہے، کیونکہ ایسا انڈا مال نہیں ہے جس کی وجہ سے بیع باطل رہی۔ پس بائع کو (جبکہ مشتری مطالبہ کرے) قیمت واپس کرنا ضروری ہے (مگر مشتری معاف کر دے تو کوئی حرج نہیں وہ اس کا حق ہے)

یہی حکم تربوز، خربوزہ، ناریل، اخروٹ وغیرہ کا ہے جبکہ بالکل ہی بے کار نکلے یعنی وہ مال نہ ہونے کی وجہ سے اس کی پوری قیمت مشتری واپس لے سکتا ہے۔ البتہ تربوز پھیکا نکلا تو قیمت واپس نہیں لے سکتا، کیونکہ وہ مال متقوم ہے، بیع باطل نہیں ہوئی۔ مگر یہ کہ بائع قیمت واپس کر دے تو حرج نہیں کہ وہ اپنا حق ساقط کر سکتا ہے۔ لیکن اخروٹ، ناریل وغیرہ کچھ عیب دار نکلے یعنی سارا خراب نہ ہو تو جس قدر عیب کی وجہ سے نقصان ہوا مشتری کو اتنی قیمت واپس لینے کا حق ہوگا۔ لیکن ناریل وغیرہ کو زبردستی واپس کر کے پوری قیمت نہیں لے سکتا کیونکہ اس کو توڑنے کی وجہ سے اس میں اس نے ایک نیا عیب پیدا کر دیا۔ یہی حکم کپڑے کا ہے کہ اس کو کاٹنے کے بعد عیب دار ہونا معلوم

(۱) المحيط البرہانی: ۷ / ۳۰۲، ہدایہ: ۳ / ۵۵

(۲) ویکرہ بیع العلوة خالصة و جاز لو مخلوطة و جاز بیع السرقین مطلقاً فی الصحیح عندنا لکونه مالا منتفعاً به لتقوية الأرض فی النبات. (مجمع الأنهر: ۳ / ۲۱۱ - المحيط البرہانی: ۷ / ۳۰۲) بل یصح بیع السرقین ای الزبل (درمختار) قوله (ای الزبل) یوفی الشربلایة: هو رجیع ماسوی الإنسان (شامی: ۹ / ۵۵۲، کتاب الحظر والإباحة)

ہوا، یعنی نقصان عیب واپس لے گا نہ کہ پوری قیمت۔^(۱)

۲۵۵- **ضابطہ:** بیع کی صحت کے لئے جائین سے رضامندی ضروری ہے (ورنہ بیع فاسد ہوگی)^(۲)

تفریحات:

(۱) پس اکراہ (یعنی ڈرانے دھمکانے سے) بیع درست نہ ہوگی، جیسے کسی کو کہا مجھے یہ چیز بیچ دے یا مجھ سے خرید لے ورنہ جان لے لوں گا یا تیرا فلاں نقصان کر دوں گا، اس نے ڈر کے مارے قبول کر لیا تو اس طرح بیع صحیح نہ ہوگی، کیونکہ اس میں مکرہ کی طرف سے رضامندی نہیں پائی گئی ہے۔^(۳)

(۲) اسی طرح اگر ہنسی مذاق میں بیع کی اور حقیقت میں بیع مراد نہ ہو تو اس سے بھی بیع صحیح نہ ہوگی، کیونکہ اس میں ظاہراً تو بیع ہے، لیکن حقیقتاً اس عقد پر رضامندی نہیں پائی جارہی ہے۔

لیکن یاد رہے ہزل (یعنی ہنسی مذاق) میں بیع کرنیکی صورت میں کلام میں اس ہزل کی صراحت ضروری ہے مثلاً ہم دونوں ویسے ہی بیع کر رہے ہیں، یا مذاقاً بیع کر رہے ہیں وغیرہ، محض دلالت حال کافی نہ ہوگا، ورنہ بیع صحیح ہو جائے گی۔ ہاں مگر یہ صراحت عقد میں ضروری نہیں، عقد سے پہلے بھی کافی ہے، جیسے کہا: ہم دونوں لوگوں کے سامنے تو بیع کریں گے، لیکن حقیقت میں ہمارے درمیان بیع نہ ہوگی، جیسا کہ گاہکوں کو مائل کرنے کے لئے فراڈی لوگ کیا کرتے ہیں، پس ان کی بیع ”بیع ہزل“ ہے جو

(۱) ومن اشتری بیضاً او بطیخاً او قثاء او خیاراً او جوزاً فکسرہ فوجدہ فاسداً فان لم ینتفع بہ رجع بالثمن کلہ، لانه لیس بمال لکان البیع باطلاً .. وان کان ینتفع بہ مع فسادہ لم یردہ لان الکسر عیب حادث ولکنہ یرجع بنقصان العیب. (ہدایہ: ۳/۴۳) (۲) (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۷/

(۱۸) (۳) قدمنا ان بیع المکرہ فاسد. (شامی: ۱۹/۷)

(۱) فاسد ہے۔

فائدہ: رضامندی بیع کی صحت کے لئے شرط ہے، انعقاد بیع کے لئے نہیں، پس مکرہ اور ہازل کی بیع فاسد ہو کر منعقد ہوتی ہے۔

دوسری بات کہ: بیع فاسد میں قبضہ کے بعد ملکیت ثابت ہو جاتی ہے مگر ہازل کی بیع اس سے مستثنیٰ ہے کہ اس میں ملکیت ثابت نہیں ہوتی ہے، گویا ہازل کی بیع حکماً باطل ہے۔ (۲)

۲۵۶- ضابطہ: اکثر عقود (معاملات) میں معافی کا اعتبار ہے الفاظ کا نہیں (۳)

تشریح: عقود کی قید سے طلاق اور عتاق سے احتراز ہو گیا کیوں کہ ان میں لفظ معنی کے قائم مقام ہوتا ہے پس ان میں الفاظ کا ہونا ضروری ہے۔

اور ضابطہ میں ”اکثر“ کی قید اس لئے کہ بعض عقود الفاظ کے محتاج ہوتے ہیں، اس کے بغیر وہ منعقد نہیں ہوتے، جیسے مفاوضہ (یہ شرکت کی ایک قسم ہے امام ابوحنیفہ کے نزدیک اس میں لفظ مفاوضہ کا استعمال ضروری ہے) (۴)

(۱) کو شرطہ ای شرط تحقق الہزل واعتبارہ فی التصرفات أن یکون صریحاً باللسان مثل أن یقول: إني أبيع هازلاً ولا یکفی بدلالة الحال، إلا أنه لا یشرط ذکرہ فی العقد، فیکفی أن تكون المواضعة سابقة علی العقد، فإن تواضعاً علی الہزل بأصل البیع: أي توافقاً علی أنهما یتکلمان بلفظ البیع عند الناس ولا یرید أنه اتفاقاً علی البناء: أي علی أنهما لم یرفعا الہزل ولم یرجعا عنه فالبیع منعقد لصنوره من أهله فی محله لکن یفسد البیع لعدم الرضا بالحکم (شامی: ۱۹۷/۱)

(۲) إذا قبض المشتري المبیع بیعاً فاسداً ملکة إلا فی مسائل: الأولى لا یملکه فی بیع الهازل کمالی الأصول. (الاشباه والنظائر: ۱۷۵) (۳) (ہدایہ: ۱۸/۳)

(۴) (والمعنی هو المعتبر فی العقود) ای فی هذه العقود الشرعیة. واحتراز به عن الطلاق والعتاق فإن اللفظ فیہما یقام مقام المعنی، ولا خلاف فیہ للأئمة ←

تفریعات:

(۱) پس اگر کسی نے کہا: یہ گھر میں نے تمہیں اتنے روپے کے عوض ہدیہ میں دیا، دوسرے نے قبول کر لیا تو یہ بیع ہوگی، نہ کہ ہدیہ۔ کیونکہ ہدیہ بالعوض بیع کہلاتا ہے۔ پس اس میں ظاہری الفاظ کا اعتبار نہ ہوگا بلکہ معنی کا اعتبار ہوگا اور معنایہ بیع ہے۔ پس اس میں بیع کے احکام جاری ہوں گے، مثلاً اس کا کوئی پڑوسی ہے تو اس کو حق شفع کی وجہ سے مطالبہ کا حق رہے گا، اسی طرح اگر بیع میں کوئی عیب نکل آئے تو مشتری کو عیب کی وجہ سے لوٹانے کا حق ہوگا، برخلاف ہدیہ کے کہ ان میں یہ چیزیں ثابت نہیں ہوتیں۔

(۲) اسی طرح جب عاقدین کی رضامندی پائی جائے اور وہ بیع اور شمن پر بغیر کچھ الفاظ کہے قبضہ کر لیں تو بیع صحیح ہو جائے گی، جیسے کوئی شخص کسی دکان پر گیا اور وہاں سے کوئی چیز اٹھائی اور اس پر جو قیمت لکھی ہوئی تھی یا اس کی عام قیمت جو رائج تھی وہ دکاندار کے حوالہ کر دی اور دکاندار نے اس کو لیتے ہوئے رضامندی ظاہر کر دی، اور منہ سے ایک لفظ نہیں نکالا اور نہ خریدار نے کچھ کہا تو یہ بیع درست ہے، کیوں کہ اعتبار معنی کا ہے نہ کہ الفاظ کا۔ فقہاء کی اصطلاح میں اس کو بیع بالتعاطی کہتے ہیں، اور اس کا وقوع بکثرت ہے۔

۲۵۷- ضابطہ: تفرق صفقہ (عقد میں تفریق) بیع کے جواز کے لئے مانع

ہے، مگر یہ کہ مخاطب اس پر راضی ہو جائے تو یہ جدید عقد ہوگا اور درست ہوگا۔^(۱)

تشریح: صفقہ کا معنی ہے ”بیع میں ہاتھ کو ہاتھ پر مارنا“ پھر نفس عقد پر اس کا

→ الأربعة. وفي الإيضاح هذا أصل لنا في جميع العقود إلا ما روي عن أبي حنيفة أن المفاوضة لا تنعقد إلا بلفظ المفاوضة .. الخ (البنية في شرح الهداية ۱۲/۷-۱۳)

(۱) .. لتلايلزم تفریق الصفقة إلا إذا أعاد الإيجاب والقبول أو رضی الآخر. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۷/۴۵)

اطلاق ہونے لگا۔ تفرق صفحہ کا مطلب ہے عقد میں تفریق کرنا، اس کی متعدد صورتیں ہیں، مثلاً:

۱۔ بائع نے کہا میں نے یہ چیز دس روپے میں بیچی، مشتری نے کہا میں نے آٹھ روپے میں خریدی تو یہ تفرق صفحہ ہے، اس سے بیع نہ ہوگی۔ مگر یہ کہ بائع آٹھ میں رضا مندی کا اظہار کر دے تو یہ جدید عقد ہوگا اور درست ہوگا۔^(۱)

۲۔ اسی طرح اگر مشتری کی جانب سے ایجاب ہو یعنی وہ کہے میں نے یہ چیز دس میں خریدی، اور بائع کہے میں نے بارہ میں بیچی تو بھی یہی حکم ہوگا۔^(۲)

۳۔ ایک شخص نے کہا میں نے یہ قلم اور کاپی دس روپے میں بیچی۔ دوسرے نے کہا میں نے صرف یہ کاپی پانچ روپے میں خریدی تو یہ بھی تفرق صفحہ ہے اور بیع درست نہیں۔ کیونکہ بیچنے والا ان دونوں چیزوں کو ایک ساتھ بیچنا چاہتا ہے اور خریدار اس کا ایک حصہ خرید رہا ہے، تو اس طرح بیچنے والے کو یہ چیز متفرق طور پر بیچنی پڑے گی (مگر یہ کہ بیچنے والا خریدار کی بات پر رضا مندی کا اظہار کر دے تو یہ دوسرا عقد ہوگا اور درست ہوگا)^(۳)

استدراک: لیکن اگر کہا میں نے یہ قلم اور کاپی دس روپے میں بیچی (یعنی دونوں کی الگ الگ قیمت بیان نہیں کی بلکہ مجموعی دس روپے کہا) اور دوسرے نے کہا میں نے صرف یہ کاپی خریدی اور ثمن کا ذکر نہیں کیا تو یہ بیع درست نہیں، اگرچہ اس میں بائع رضا مندی کا اظہار کر دے، کیونکہ یہاں ثمن مجہول رہے گا، اور کاپی اور قلم دو الگ الگ چیزیں ہیں، اجزاء کے اعتبار سے ثمن ان پر منقسم بھی نہیں کیا جاسکتا، جس طرح مکیلی یا موزونی چیزوں پر ثمن منقسم کیا جاتا ہے، کہ اگر ایک کلو کا ثمن بیان کیا تو اجزاء پر منقسم ہو کر آدھی کلو کا ثمن خود بخود متعین ہو جاتا ہے۔ پس یہ تفرق صفحہ کی وہ صورت ہے جس

(۱) (البحر: ۵/۴۴۸) (۲) (ہندیہ: ۳/۱۴۴)

(۳) (شامی: ۷/۴۵ - البحر: ۵/۴۴۸)

میں دوسرے کی رضامندی کے باوجود بیع صحیح نہیں ہوتی (ہاں اگر کاپی کا علاحدہ ثمن ذکر ہو جائے اور پھر رضامندی بھی پائی جائے تو اب یہ نیا عقد ہو کر بیع صحیح ہو جائے گی) ^(۱)

۲۵۸- ضابطہ: بیع اور ثمن میں اعتبار اس کا ہوگا جس پر عقد واقع ہوا ہے،

اگرچہ بائع یا مشتری اس کو کم یا زیادہ خیال کرے۔ ^(۲)

جیسے:

(۱) مشتری نے اپنے گمان کے مطابق ۲۴ رائٹے گن کر ایک تھیلی میں الگ کئے، پھر عقد ان الگ کردہ رائٹوں پر ہوا اور عدد کا کوئی ذکر نہیں کیا نہ عقد کے وقت اور نہ عقد سے پہلے، بلکہ کہا یہ جس قدر بھی ہے ۵۰ روپے میں خریدے، پھر ظاہر ہوا کہ یہ تو ۲۴ کے بجائے ۲۵ ہے تو وہ زائد مشتری کیلئے حلال ہے۔ کیونکہ اعتبار اس کا ہوتا ہے جس پر عقد واقع ہوا ہے اور عقد تھیلی میں موجود تمام ۲۵ رائٹوں پر ہوا ہے نہ کہ مشتری کے خیال کردہ ۲۴ پر ^(۳)۔ (لیکن اگر عدد کا ذکر ہو جائے اور عقد اس معین عدد پر ہو تو پھر زائد مشتری کے لئے حلال نہ ہوگا، اور کم کی صورت میں بائع کو اسی قدر ثمن کی واپسی لازم ہوگی)

(۲) گیہوں کا بھاؤ تاؤ کیا اور یہ طے ہوا کہ اس ڈھیر میں سے ہر من ۳۰۰ روپے میں، اور ہمارے شمار کے حساب سے ۳۰۰۰ ہزار کے گیہوں ہیں یعنی دس من ہیں۔ پھر

(۱).....إِلَّا إِذَا أَعَادَ الْإِيجَابَ وَالْقَبُولَ أَوْ رَضِيَ الْآخِرَ وَكَانَ الثَّمَنُ مَنْقُصًا عَلَى الْمِيعَ بِالْأَجْزَاءِ كَمَكِيلٍ وَمُوزُونٍ، وَإِلَّا لَا، وَإِنْ رَضِيَ الْآخِرَ (الدَّرِ الْمَخْتَارِ عَلَى هَامِشِ رَدِّ الْمَخْتَارِ: ۷ / ۴۶) (۲) الْمَعْتَبَرُ مَا وَقَعَ عَلَيْهِ الْعَقْدُ وَإِنْ ظَنَّ الْبَائِعُ أَوْ الْمَشْتَرِي أَنَّهُ أَقْلٌ أَوْ أَكْثَرُ. (شَامِي: ۷ / ۶۹)

(۳) فِي الْقَنِيَةِ: عَدَّ الْكُوَاغِدَ فَظَنَهَا أَرْبَعَةً وَعِشْرِينَ وَأَخْبَرَ الْبَائِعَ بِهِ ثُمَّ أَضَافَ الْعَقْدَ إِلَى عَيْنِهَا وَلَمْ يَذْكُرِ الْعَدَدَ ثُمَّ زَادَتْ عَلَى مَا ظَنَّهُ فَهِيَ حَلَالٌ لِلْمَشْتَرِي.

(شَامِي: ۷ / ۶۹)

جب مشتری نے شمار کیا تو ۲۷۰۰ روپے کے گیسوں نکلے یعنی کل ۹ من۔ اب بائع نے اس کو ۲۷۰۰ میں دیدیا (یعنی چلو یہ سب ۲۷۰۰ میں لے جاؤ) بعد میں ظاہر ہوا کہ وہ کچھ کم تھے یا زیادہ تھے تو کچھ اعتبار نہیں۔ مشتری کے لئے وہ زیادتی اور کم کی صورت میں بائع کے لئے وہ ثمن حلال ہے۔ کیونکہ اب عقد اس متعین ڈھیر پر ہوا ہے، متعین حساب پر نہیں۔^(۱)

(۳) بائع نے چار چیزوں کو الگ کیا اور کہا کہ یہ سب پانچ روپے میں ہیں، ہر چیز سو روپے میں۔ مشتری نے چار روپے نکال کر کہا یہ جس قدر روپے ہیں اتنے میں نے خریدا (حالانکہ بائع پانچ روپے سمجھ رہا ہے) تو بیع صحیح ہے۔ کیونکہ عقد چار روپے پر ہوا ہے چنانچہ مشتری نے کہا تھا کہ یہ جس قدر ہے اتنے میں خریدا اور بائع نے اس کو قبول بھی کر لیا تھا تو اب اس کے زیادہ سمجھنے کا اعتبار نہ ہوگا۔^(۲)

۲۵۹- ضابطہ: بیع میں توفیق صحیح نہیں، مطلق ہونی چاہئے۔^(۳)

تشریح: یعنی ایک معین وقت تک کیلئے بیچنا مثلاً میں دس سال تک کے لئے بیچتا ہوں تو یہ جائز نہیں، مطلق (بلا تعین مدت) بیع کا ہونا ضروری ہے۔

(البتہ اتنی لمبی مدت بیان کی جس میں عام طور پر انسان زندہ نہیں رہتا مثلاً کہا: دوسو سال تک کے لئے بیچا تو یہ تابید کے حکم میں ہوگا اور بیع صحیح ہو جائے گی۔ پھر اس قید کا

(۱) فی القیۃ: ساومہ الحنطۃ کل قفیز بشمن معین وحاسبوا فبلغ ستمائۃ درہم فغلطوا وحاسبوا المشتري بخمسمائۃ، وباعوها منه بالخمسمائۃ؛ ثم ظهر أن فیہا غلطاً لا یلزمہ إلا خمسمائۃ. (شامی: ۶۹/۷)

(۲) فی القیۃ: ... أفرز القصاب أربع شیاہ، فقال بائعها ہی بخمسمائۃ کل واحدہ بدینار وربع، فجاء القصاب بأربعة دنائیر فقال: هل بعت هذه بهذا القدر والبائع یعقد أنها خمسة صح البیع. (شامی: ۶۹/۷)

(۳) ومنها أن لا یكون موقتا، فإن أفته لم یصح. (ہندیہ: ۳/۵، شامی: ۱۵/۷)

کوئی اعتبار نہ ہوگا بیع ہمیشہ کے لئے ہو جائے گی) (۱)

تفریع: اسی بنا پر بیع بالوفاء جائز نہیں۔ اور بیع بالوفاء یہ ہے کہ مثلاً کسی نے پانچ سو (۵۰۰) روپے میں کوئی چیز بیچی اور یہ قرار کیا کہ جب میرے پاس اتنی رقم آجائے گی تو میں اتنے ہی میں تم سے وہ چیز واپس خرید لوں گا، مشتری نے اس کو قبول کر لیا تو یہ درست نہیں، کیونکہ اس میں توقیت ہے، جبکہ بیع کا مطلق ہونا ضروری ہے۔

فائدہ: اس بیع میں اصل مقصد بائع کا مشتری سے پانچ سو روپے قرض لینا ہے، لیکن مشتری جب تک اپنا کچھ فائدہ حاصل نہ ہو قرض دینے پر راضی نہیں ہوتا، اب اگر وہ قرض دے کر اس کے پاس سے کوئی چیز بطور رہن لیتا ہے تو اس رہن سے وہ نفع نہیں اٹھا سکتا کیونکہ رہن سے نفع اٹھانا سود کے حکم میں ہے، اس لئے یہ دونوں حیلہ کر کے اس معاملہ کو بیع کے عنوان سے کرتے ہیں۔ علامہ شامیؒ نے جواہر الفتاویٰ کے حوالہ سے بواسطہ حاشیہ فصولین نقل کیا ہے کہ یہ بیع باطل ہے اور مشتری کے پاس جو بیع ہے وہ رہن ہے، اسی طرح فتاویٰ خیر یہ کے حوالہ سے بیان کیا ہے کہ اکثر فقہاء کے نزدیک یہ رہن ہی ہے اس پر رہن کے سب احکام جاری ہونگے۔ پس مشتری کے لئے اس سے نفع اٹھانا حلال نہیں ہے۔ (۲)

معدوم کی بیع

۲۶۰-ضابطہ: ہر وہ چیز جو حقیقتاً عرفاً معدوم ہو اس کی خرید و فروخت

(۱) التاقیت إلى مدة لا يعيش الإنسان غالباً نابيد. (قواعد الفقہ: ۶۸، قاعدہ: ۷۳) (۲)..... وفي حاشية الفصولين عن جواهر الفتاوى: هو أن يقول بعث منك على أن تبيعه مني مني جئت بالثمن فهذا البيع باطل وهو رهن، وحكمه حكم الرهن وهو الصحيح اه..... قال في الخيرية: والذي عليه الأكثر أنه رهن لا يفترق عن الرهن في حكم من الأحكام. (شامی: ۷/ ۵۴۵-۵۴۶)

درست نہیں) مگر اس صناع اور بیع سلم مستثنیٰ ہے، کہ ان میں معدوم کی بیع جائز ہے^(۱)

جیسے:

- (۱) پھل جو ابھی درخت پر نہ نکلے ہوں کی خرید و فروخت جائز نہیں۔
 - (۲) کمپنی کا پروڈکٹ جو ابھی تیار نہ ہوا ہو کی بیع جائز نہیں (مگر آرڈر دینا جائز ہے، کہ وہ بیع نہیں) یہ دونوں مثالیں حقیقتاً معدوم کی ہیں۔
- عرفاً معدوم ہونا جیسے:

- (۳) جانور کے تھنوں کا دودھ، اس میں سے نکالنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں۔
 - (۴) زیتون کا تیل زیتون میں سے نکالنے سے پہلے، اسی طرح انگور کا رس انگور میں سے نکالنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں۔
 - (۵) گیسوں کا آٹا گیسوں پینے سے پہلے بیچنا جائز نہیں۔
 - (۶) خربوزہ وغیرہ کا بیج اس میں سے نکالنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں۔
 - (۷) جانور کا گوشت یا کھال جانور ذبح کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں۔
- ان تمام صورتوں میں بیع عرفاً معدوم ہے۔ تھن کو یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ دودھ ہے، زیتون کے پھل کو یہ نہیں کہا جاتا کہ یہ تیل ہے، اسی طرح گیسوں پر آٹا، یا خربوزہ پر بیج، یا جانور پر گوشت یا کھال کا اطلاق نہیں ہوتا۔ پس یہ عرفاً معدوم ہوا۔^(۲)

(۱) (مسفاد شامی: ۷/۹۲ - ۲۵۱ - ۲۵۲)

(۲) وانما بطل مافی ثمر وقطن وضرع من نوى وحب ولبن، لانه معدوم عرفاً (الدر المختار)..... وبما ذکرنا ینخرج الجواب عن امتناع بیع اللبن فی الضرع، واللحم والشحم فی الشاة، والإلیة والاکارع والجلد فیها، والدقیق فی الحنطة، والزیت فی الزیتون، والعصیر فی العنب، ونحو ذالک حیث لا ینجوز، لأن کل ذالک منعدم فی العرف، لا ینقال: هذا عصیر، وزیت فی محله وکذا الباقی. (شامی: ۷/۹۲)

استثناء: مگر گھریلو ضرورت کی وہ چیزیں جسے لوگ عادتاً دکاندار سے بلا عقد لیتے رہتے ہیں پھر ان اشیاء کو استعمال کے بعد آخر میں ان کی بیع کرتے ہیں یہ معاملہ صحیح ہے (اس کو بیع بالاستجرار کہتے ہیں) اگرچہ اس صورت میں بوقت بیع بیع معدوم ہوتی ہے، لیکن استحساناً فقہانے اس کو جائز قرار دیا ہے۔^(۱)

اسی طرح ماہانہ قیمت مقرر کر کے ہوٹل سے لوگ جو کھانا خریدتے ہیں یا وہاں جا کر کھاتے ہیں تو اس میں بھی اگرچہ بوقت عقد بیع معدوم ہوتی ہے، مگر استحساناً جائز ہے۔^(۲)

فائدہ: ضابطہ میں استصناع اور بیع سلم کا استثناء کیا گیا، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تھوڑی تفصیل سامنے آجائے۔

بیع سلم کہتے ہیں ”بیع الآجل بالعاجل“ یعنی ادھار کو نقد کے عوض بیچنا، اس میں بیع معدوم ہوتی ہے لیکن یہ بیع چند شرائط کے ساتھ مستثنیٰ ہے (بیع سلم سے متعلق مزید معلومات کے لئے ”باب السلم“ اور اس سے متعلق آخر کتاب میں شجرہ کو ملاحظہ فرمائیں)

اور استصناع کہتے ہیں: آرڈر دے کر کوئی چیز بنوانا، اس میں مشتری کسی تیار کنندہ (مینوفیکچرر) کو یہ آرڈر دیتا ہے کہ وہ متعین چیز بنا کر دے، اس کی صحت کے لئے شرط ہے کہ بیع کی نوع، مقدار، وصف وغیرہ مکمل بیان کر دیا جائے، نیز قیمت بھی طے کر لی

(۱) ومما تسامحوا فيه وأخرجوه عن هذه القاعدة ما في القنية: الأشياء التي تؤخذ من البيع على وجه الخرج كما هو العادة من غير بيع كالعدس والملح والزيت ونحوها ثم اشتراها بعد ما علمت صحه فيجوز بيع المعدوم هنا (البحر الرائق: ۵/۵۰۴) وما يستجره الإنسان من البيع إذا حاسبه على أثمانها بعد استهلاكها جاز استحساناً. (شامی: ۷/۳۰)

(۲) (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۴/۴۰۵)

جائے تاکہ نزاع کا اندیشہ نہ ہو۔ اور جب تک تیار کنندہ (بائع) اپنا کام شروع نہ کر دے یہ بیع غیر لازم ہوتی ہے، اس سے پہلے عاقدین میں سے ہر ایک کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہوتا ہے۔

پس استھناع کی اس نوعیت کے پیش نظر استھناع اور سلم میں مندرجہ ذیل وجوہات سے فرق ہوگا:

(۱) استھناع ہمیشہ ایسی چیز پر ہوتا ہے جسے تیار کرنے کی ضرورت ہو جبکہ سلم ہر چیز کی ہو سکتی ہے خواہ اسے تیار کرنے کی ضرورت ہو یا نہ ہو۔
(۲) سلم میں پوری قیمت پیشگی ادا کرنا ضروری ہے، جبکہ استھناع میں یہ ضروری نہیں۔

(۳) عقد ہو جانے کے بعد سلم کو فسخ نہیں کیا جاسکتا، جبکہ استھناع سامان کی تیاری شروع کرنے سے پہلے یک طرفہ منسوخ کیا جاسکتا ہے۔
(۴) بیع کی سپردگی کا کوئی وقت مقرر کرنا سلم میں ضروری ہے جبکہ استھناع میں سپردگی کا وقت مقرر کرنا ضروری نہیں۔^(۱)

۲۶۱- ضابطہ: خرید و فروخت کی ہر وہ صورت جس میں عقد (معاملہ) کی تکمیل مشتبہ یا مشکوک ہو جائز نہیں۔^(۲)

جیسے:

(۱) ہوا میں اڑتے ہوئے پرندے کو بیچنا جائز نہیں۔

(۲) حمل کی بیع جائز نہیں۔

(۱) (مسفاد: شامی: ۷/ ۴۷۴ - الفقہ الاسلامی وأدلته: ۵/ ۳۶۵۰ - تاتارخانیہ:

۵۱۴/۹ - اسلام اور جدید معاشی مسائل (مفتی تقی صاحب): ۵/ ۱۵۵)

(۲) أن يكون موجوداً فلا ينعقد بيع المعلوم وماله خطر العلم كبيع التاج

والحمل الخ (ہندیہ: ۵/ ۲)

(۳) سمندر، نہر اور تالاب میں موجود مچھلی کا جب تک اس پر قبضہ نہ ہو بیچنا جائز نہیں (البتہ اگر پانی تھوڑا ہو اور حیلہ کے بغیر پکڑنا ممکن ہو تو پانی میں بھی مچھلی کی بیع جائز ہے) ^(۱) کیونکہ ان تمام صورتوں میں عقد کی تکمیل مشتبہ یا مشکوک ہے۔ ممکن ہے اس کو وہ چیز حاصل نہ ہو، یعنی پرندہ یا مچھلیاں اس کے قبضہ میں نہ آسکے، اسی طرح جانور کے پیٹ میں بچہ نہ ہو بلکہ ہوا سے یا چربی سے پیٹ پھولا ہو، یا واقعی بچہ ہو لیکن مردار پیدا ہو۔

بیع میں جہالت کا بیان

۲۶۲- **ضابطہ:** بیع میں ہر ایسی جہالت جو مفضی الی المنازعۃ ہو وہ اس کے جواز کے لئے مانع ہے اور جو جہالت ایسی نہ ہو وہ مانع نہیں۔ ^(۲)

جیسے:

کسی گھریاز میں سے کچھ گز مثلاً ۲۵ گز یا ۵۰ گز غیر متعین طور پر بیچا تو امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ بیع جائز نہ ہوگی، کیونکہ پھر اس کی تعیین میں اختلاف ہوگا، کہ وہ حصہ مشرق کی طرف ہے یا مغرب کی جانب، یا آگے کا ہے یا پیچھے کا۔ مشتری کہے گا مجھے اُس طرف حصہ چاہئے اور بائع کہے گا میں نے اس جانب سے بیچا ہے۔ (البتہ اگر حصہ مشاع بیچا مثلاً پانچواں حصہ یا دسواں تو یہ بالاتفاق جائز ہے، اس لئے کہ یہ مفضی الی المنازعۃ نہیں، کیونکہ مشتری اس گھریاز میں سے ہر حصہ میں شریک ہوگا، پھر وہ اپنا حصہ دوسرے کو بیچنا چاہے تو بیع سکتا ہے) ^(۳)

(۱) (فتح القدیر: ۶/۳۷۵) (۲) وهذه الجهالة مفضية إلى المنازعة لم تمتع التسليم والتسلم، وكل جهالة هذه صلتها تمنع الجواز، هذا هو الأصل (هدایہ: ۳/۲۱) (۳) ومن اشترى عشرة أذرع من مائة ذراع من دار أو حمام فالبيع فاسد عند أبي حنيفة وقالوا هو جائز، وإن اشترى عشرة أسهم من مائة سهم جاز لى قولهم جميعاً..... الخ. (هدایہ: ۳/۲۳)

اور اگر جہالت مفضی الی المنازعة نہ ہو تو حرج نہیں جیسے:

(۱) گیہوں وغیرہ کا ڈھیر ہو اور اس کی مقدار معلوم نہ ہو کہ کتنے ہیں، لیکن اشارہ سے متعین کر دیا کہ میں نے یہ ڈھیر بیچا یا خریدا تو باوجودیکہ اس کی مقدار مجہول ہے یہ بیع جائز ہے، کیونکہ یہ جہالت مفضی الی المنازعة نہیں ہے۔^(۱)

(۲) اسی طرح دو کپڑوں میں سے ایک کو بیچا اس شرط کے ساتھ مشتری کو ان میں سے ایک کے انتخاب میں اختیار ہے تو اگرچہ اس میں بھی جہالت ہے مگر یہ بیع جائز ہے، کیونکہ بائع کا خود اختیار دینے کی وجہ سے اس میں جھگڑے کا اندیشہ نہیں ہے۔^(۲)

(۳) کسی متعین برتن کے ناپ سے یا پتھر کے وزن سے جس کی مقدار معلوم نہیں (یعنی برتن میں ایک کلو سماتا ہے یا ڈیڑھ کلو اور پتھر ایک کلو کا ہے یا کم زیادہ) بیچنا جائز ہے، کیونکہ یہ جہالت مفضی الی المنازعة نہیں ہے۔ اور بیع سپرد کرنے سے پہلے اس برتن یا پتھر کا ہلاک ہونا نادر ہے (کہ جھگڑے کی نوبت آوے) اور احکام کا مدار نادر پر نہیں ہوتا ہے۔ (البتہ بیع سلم میں یہ معاملہ جائز نہیں، کیونکہ بیع سلم ایک مدت تک مؤخر ہوتی ہے اور اس عرصہ میں یہ برتن اور پتھر کا ہلاک ہونا نادر نہیں، پس اس میں جھگڑے کا امکان ہے)^(۳)

۲۶۳- ضابطہ: بیع یا ثمن جب مشار الیہ ہو تو اس میں مقدار و وصف کا جاننا ضروری نہیں، بخلاف غیر مشار الیہ کے کہ اس میں مقدار و وصف کا معلوم ہونا

(۱) (شامی: ۵۱/۷) (۲) (ہدایہ: ۲۱/۳)

(۳) (ويعجز بيان بعينه لا يعرف مقداره ووزن حجر بعينه لا يعرف مقداره، لأن الجهالة لا تفضي إلى المنازعة لما أنه يتعجل فيه التسليم فيندر هلاكه قبله، بخلاف السلم لأن التسليم فيه متأخر والهلاك ليس بنادر قبله فيتحقق المنازعة) (هدایہ: ۲۲/۳، الجوهرۃ النيرة: ۲۳۹/۱)

(۱) ضروری ہے۔

تشریح: کیونکہ اشارہ تسمیہ سے ابلغ ہے، اس سے شئی متعین ہو جاتی ہے، کسی قسم کی جہالت نہیں رہتی، جیسے بعض اوقات آدمی دکان میں کسی خوبصورت چیز دیکھ کر خرید لیتا ہے لیکن اسے معلوم نہیں ہوتا کہ یہ ہے کیا چیز! مقدار اور وصف تو کجا، جنس بھی معلوم نہیں ہوتی، لیکن چونکہ اس کو اشارہ سے متعین کر دیا جاتا ہے اس لئے ایسی جہالت مضر نہیں۔ کیونکہ مقدار اور وصف کا جاننا جھگڑے کو دور کرنے کیلئے ہے اور بیع متعین کر دینے سے جھگڑے کا اندیشہ ختم ہو جاتا ہے۔

اور اگر اشارہ سے متعین نہیں کیا تو اب مقدار و وصف کا جاننا ضروری ہے، ورنہ بیع فاسد ہوگی، جیسے فون سے کہہ دیا کہ ایک ہزار روپے کے گھوڑے دیدو اور فلاں کے ذریعہ بھیجوا دو، اور گھوڑوں کی مقدار اور وصف بیان نہیں کیا تو یہ بیع فاسد ہے یہ جہالت مفضی الی المنازعة ہے، کہ مشتری زیادہ اور عمدہ کا مطالبہ کرے گا اور بائع اس کے برعکس چاہے گا۔ پس مقدار یعنی اتنے کلو یا من، اور وصف یعنی اعلیٰ، متوسط اور ادنیٰ کو بیان کر دینا ضروری ہے۔ یا فون میں کسی کو وکیل بنا کر اس کے ذریعہ خرید کرے، کیونکہ وہ وکیل جب مجلس میں حاضر ہو کر اشارہ سے متعین کر لے گا تو پھر مقدار اور وصف کا جاننا و بیان کرنا ضروری نہیں۔ (۲)

یہ تو بیع کے متعلق وضاحت تھی۔ ثمن مشار الیہ ہو مثلاً میں نے ان پیسوں کے عوض بیچا جو تمہارے ہاتھ میں ہے اور وہ پیسے دکھائی بھی دے رہے ہیں تو یہ بیع صحیح ہے، کیونکہ اشارہ سے ثمن متعین ہو گیا، اب اس کی مقدار اور وصف کا جاننا ضروری

(۱) (و شرط لصحته معرفة قدر) مبيع و ثمن (و وصف ثمن) کمصری أو دمشقی (غیر مشار) إلیہ (لا) يشترط ذالك فی (مشار إلیہ) (الد والمختار علی هامش

رد المختار: ۵۱/۷ - اللباب فی شرح الكتاب: ۱۹۸/۱)

(۲) (مستفاد: شامی: ۴۹/۷ - ۵۱)

نہیں^(۱) اور اگر شمن غیر مشارالیہ ہو تو اس کی مقدار بیان کر ضروری ہے۔
 اوپر ضابطہ سے متعلق ایک ضابطہ بطور خلاصہ یہ بھی ہے جو قواعد الفقہ میں ہے کہ:
۲۶۴- ضابطہ: حاضر میں وصف کا اعتبار نہیں اور غائب میں اعتبار ہے۔^(۲)
 نوٹ: تشریح اوپر کے ضابطہ کے تحت آگئی، بیان کی حاجت نہیں۔

۲۶۵- ضابطہ: جب اشارہ اور تسمیہ جمع ہوں تو عقد مختلف الجنس میں مسمی کے ساتھ متعلق ہوتا ہے اور متحد الجنس میں مشارالیہ کے ساتھ۔^(۳)

جیسے انگٹھی کے نگ کو بیچا اس شرط پر کہ وہ یا قوت ہے، اور وہ کاج کا ٹکڑا تو بیع باطل ہے، اس لئے کہ یا قوت (جو مسمی ہے) اور کاج (جو مشارالیہ ہے) کی جنس مختلف ہونے کی وجہ سے عقد مسمی کے ساتھ متعلق ہوگا اور مسمی (یعنی یا قوت) موجود نہیں۔
 اور متحد الجنس کی مثال ہے کہ: اندھیرے میں نگ خریدا اس شرط پر کہ وہ سرخ یا قوت کا ہے اور مشتری نے بعد میں جب دیکھا تو وہ زرد یا قوت کا ٹکڑا تو یہ بیع صحیح ہے، کیونکہ سرخ یا قوت (جو مسمی ہے) اور زرد یا قوت (جو مشارالیہ) دونوں کی جنس متحد ہے تو عقد مشارالیہ کے ساتھ متعلق ہوگا، اور مشارالیہ زرد یا قوت تھا (البتہ اس صورت میں وصف مرغوب کے فوت ہونے کی وجہ سے مشتری کو وہ سودا باقی رکھنے یا ختم کرنے کا اختیار ہوگا)

(۱) فی الشامیة عن البحر: بعثک..... بهذه الدراهم التي فی یدک وهی مرئیة له
 فقبل، جاز ولزم.. الخ (شامی: ۷/ ۴۹-۵۱)

(۲) الوصف فی الحاضر لغو وفی الغائب معتبر. (قواعد الفقہ، ص: ۱۳۷،
 قاعدہ: ۳۸۹)

(۳)..... أن الإشارة مع التسمية إذا اجتماعا: ففي مختلفی الجنس يتعلق العقد
 بالمسمی وبیطل لانعدامه وفی متحدی الجنس يتعلق بالمشارالیہ وینعقد
 لوجوده ویتخیر لفوات الوصف. (شامی: ۷/ ۲۳۹)

عقد میں تبعاً داخل ہونے والی چیزیں

۲۶۶- **ضابطہ:** بسا اوقات کوئی چیز عقد میں تبعاً و حکماً داخل ہوتی ہے مگر اصلاً و قصداً داخل نہیں ہوتی ہے۔^(۱)

تفریعات:

(۱) پس حمل کی بیع اصلاً جائز نہیں، مگر جانور کے تابع ہو کر درست ہے۔ پس اس کی وجہ سے جانور کی قیمت میں اضافہ جائز ہے۔

(۲) مسجد کا قرب بذات خود محل بیع نہیں، لیکن اس کی وجہ سے گھر کی قیمت میں اضافہ جائز ہے۔

(۳) تاجیل (مہلت) کی مستقلاً بیع (یعنی اس کی کوئی قیمت لینا) جائز نہیں۔ (لیکن ادھار بیع کی وجہ سے زیادہ قیمت لینا جائز ہے، کہ اس وقت اس زیادتی کو بیع کا ہی عوض قرار دیں گے، اگرچہ عقد کے وقت تاجیل کی قیمت مد نظر ہو۔ برخلاف قرض کے کہ اس میں وقت یا مدت کی کوئی قیمت مقرر کرنا جائز نہیں سود ہو جاتا ہے، کیونکہ جہاں نقود کا مقابلہ نقود سے ہو تو وہاں اوصاف ہدر ہوتے ہیں (یعنی ان کا کوئی اعتبار نہیں ہوتا) پس وہاں تساوی کا لحاظ ضرور ہے، برخلاف بیع العروض بالنقود کے، فافہم)

(۴) حقوق مجردہ کی بیع بوجہ مال نہ ہونے کے جائز نہیں، لیکن کسی عین کے ضمن میں ان کو بیچنا جائز ہے، جیسا کہ فقہاء نے حق تعلیٰ اور حق شرب کی بیع ناجائز قرار دیا ہے، لیکن گھریا زمین کے ضمن میں جائز کہا ہے۔^(۲)

(۵) اسی طرح معدوم کی بیع مستقلاً جائز نہیں لیکن موجود کے ضمن میں جائز ہے، جیسے درخت پر پھل ظاہر نہ ہوئے ہوں تو ان کی بیع جائز نہیں، لیکن اگر کچھ ظاہر ہو گئے

(۱) قد یثبت الشیء تبعاً و حکماً وإن کان یبطل قصداً. (قواعد الفقہ: ص

۹۷، قاعدہ: ۲۰۹) (۲) (شامی: ۲۳۶/۷)

ہوں اور کسی حد تک قابل انتفاع بھی ہو گئے ہوں تو وہ اصل ہیں ان کے ضمن میں ان پھلوں کی بیج بھی جائز ہوگی جو ابھی ظاہر نہیں ہوئے ہیں اور معدوم ہیں۔ اسی طرح آلو، لہسن، شلجم وغیرہ جوزمین میں پوشیدہ ہوتے ہیں اور ان کا وجود معلوم نہیں ان کی بیج جائز نہیں، لیکن اگر ان کا کچھ وجود۔ دو ایک جگہ سے زمین کھود کر۔ متحقق ہو جائے تو وہ اصل ہیں، ان کے ضمن میں اس کھیت کے باقی آلو وغیرہ کی بیج بھی جائز ہوگی جن کو دیکھا نہیں۔^(۱)

۲۶۷-ضابطہ: ہر وہ چیز جو بیج کے تحت تبعاً داخل ہوتی ہے اس کے مقابل میں ثمن کا کچھ حصہ نہیں ہوتا۔^(۲)

تفریحات:

(۱) ایک صحیح سالم جانور خریدا، پھر وہ ایک آنکھ سے کاٹا ہو گیا تو اس کو مرا بحہ کے طور پر بیچتے وقت یہ بیان کرنا ضروری نہیں کہ میں نے اس کو صحیح سالم خریدا تھا پھر عیب پیدا ہو گیا (مرا بحہ کہتے ہیں جس قیمت پر خریدا ہے اس کی وضاحت کرتے ہوئے نفع کے ساتھ بیچنا، جیسے کہے: میں نے اس کو ہزار میں خریدا ہے اور سو روپیہ نفع لے کر گیارہ سو میں بیچتا ہوں۔ تو اس وقت یہ کہنا لازم نہیں کہ میں نے جب خریدا تھا تو عیب سے پاک تھا پھر عیب پیدا ہوا) کیونکہ کاٹا ہونا یہ وصف کی کمی ہے اور وصف شی کا تابع ہوتا ہے اس کے مقابلہ میں ثمن کا کچھ حصہ نہیں آتا (البتہ تابع کے لئے مشتری کو نفس عیب سے مطلع کرنا ضروری ہے کہ اس میں یہ عیب ہے)۔ اسی طرح ایک کپڑا خریدا اور اس کو

(۱) بطل بیع مالیس بمال..... والمعلوم ومنه بیع ما أصله غائب كجزر وفجل..... هذا إذا ثبت ولم يعلم وجوده، فإذا علم جاز، وله خيار الرؤية وتكفي رؤية البعض عندهما وعليه الفتوى. (الدر المختار: ۷/ ۲۳۵ - النهر الفائق:

۳/ ۳۵۹) (۲) کل مادخل تبعاً لا يقابلہ شیء من الثمن. (ہندیہ: ۳/ ۳۸،

الدر المختار علی هامش رد المختار: ۷/ ۸۱)

چوہے نے کتر لیا یا آگ سے کچھ جل گیا تو اس کو بھی مرا بح کے طور پر بلا وضاحت بیچ سکتا ہے۔ یعنی یہ وضاحت ضروری نہیں کہ میرے پاس آ کر اس میں عیب پیدا ہوا۔ لیکن یہ حکم اس وقت ہے جبکہ کسی آفت سماوی کی وجہ سے وصف کا نقصان ہوا ہو، جیسا کہ اوپر کی مثالوں سے واضح ہوا۔ اور اگر خود مشتری کے فعل سے نقصان ہوا یا دوسرے سے ہوا اور اس سے جنایت وصول کر لی گئی تو اب یہ وصف مقصود ہونے کی وجہ سے اصل کے قائم مقام ہو گیا اور اس کے مقابلہ میں ثمن آئے گا لہذا اب اس کو مرا بح کے طور پر بیچتے وقت یہ وضاحت ضروری ہوگی کہ میں نے اس کو صحیح سالم خریدا تھا پھر عیب پیدا ہوا۔^(۱)

(۲) زمین خریدی اور اس میں درخت تبعاً داخل ہوئے یعنی مستقل ان کی الگ قیمت بیان نہیں کی گئی تھی پھر کسی آفت سماوی کی وجہ سے قبضہ سے پہلے وہ درخت ہلاک ہو گئے تو ثمن میں سے کچھ کم نہ ہوگا، مشتری اگر چاہے تو کل ثمن جو بیان کیا گیا تھا اس کے عوض خریدے یا ترک کر دے۔ (شامی: ۸۱/۷)

۲۶۸- ضابطہ: ہر وہ چیز جو عرفاً بیع کے تحت آتی ہو؛ یا وہ چیز بیع سے اتصال قرار کے ساتھ متصل ہو تو وہ بیع کے تحت تبعاً بلا ذکر کے داخل ہوگی، اور جو چیز ان دونوں قسموں میں سے نہ ہو، تو اگر وہ اس کے حقوق و مرافق میں سے ہو تو حقوق و مرافق کو بیان کرنے سے وہ داخل ہوگی، ورنہ داخل نہ ہوگی (یعنی اس کے حقوق و مرافق میں

(۱) ومن اشتری جاریۃ فاعورت او وطیہا وہی ٹیب یبیعہا مرابحۃ ولایبین لانہ لم یحتبس عنده شیء یقابله الثمن لأن الأوصاف تابعة لایقابلہا الثمن... أما إذا قفأعینہا بنفسہ أو فقاہا أجنبی فأخذ ارشہا لم یبیعہا مرابحۃ حتی یبین لانہ صار مقصوداً بالاتلاف فیقابلہا شیء من الثمن... ولو اشتری ثوباً فأصاب بہ فرض فار أو حرق نار یبیعہ مرابحۃ من غیر بیان ولو تکسر بنشرہ وطیہ لایبیعہ حتی یبین والمعنی ما بیناہ. (ہدایہ: ۷۳/۳، باب المرابحۃ)

سے نہ ہو تو اگرچہ حقوق و مرافق کا ذکر کیا ہو داخل نہ ہوگی) (۱)

تشریح: عرفاً بیع کے تحت آنا جیسے دکان سے کوئی چیز خریدی تو اس کو رکھنے کے لئے تھیلی (بیک) ساتھ دی جاتی ہے، تو یہ تھیلی عرفاً بیع کے تحت آتی ہے۔

اور اگر کوئی چیز عرفاً بیع کے تحت نہ آتی ہو تو دیکھا جائے کہ وہ چیز بیع سے اتصال قرار رکھتی ہے یا نہیں؟ اگر اتصال قرار رکھتی ہو تو بیع کے تحت داخل ہوگی، اگرچہ عقد کے وقت اس کا ذکر نہ ہوا ہو، جیسے درخت زمین کی بیج میں داخل ہوں گے، اور گھر کے دروازے، الیکٹرونک لائن، گیس لائن، اور باغ (جو گھر کے کپاؤنڈ میں ہو، یا باہر ہو لیکن گھر سے چھوٹا ہو) (۲) یہ سب چیزیں گھر کی بیج میں داخل ہوں گی۔ اور اگر وہ چیز (بیع سے) اتصال قرار نہ رکھتی ہو تو بیع کے تحت داخل نہ ہوگی، جیسے کھیتی زمین کی بیج میں اور پھل درخت کی بیج میں (بلا صراحت) داخل نہ ہوں گے، کیونکہ کھیتی اور پھل تیار ہو جانے پر کاٹ لئے جاتے ہیں، اس میں اتصال قرار نہیں ہے۔

اور جو چیز ان دونوں قسموں میں سے نہ ہو (یعنی نہ عرفاً بیع کے تحت آتی ہو اور نہ بیع سے اتصال قرار رکھتی ہو) تو اگر وہ اس کے حقوق و مرافق میں سے ہو تو حقوق و مرافق کو بیان کرنے سے داخل ہوگی، جیسے راستہ اور حق شرب زمین کی بیج میں یعنی جب کہا کہ

(۱) کل ما هو متاؤل اسم المبیع عرفاً یدخل بلا ذکر. أو متصلاً به تبعاً دخل فی بیعها یعنی ان کل ما کان متصلاً بالبیع اتصال قرار وهو ما وضع لالان یفصله البشر دخل تبعاً وما لا فلا ومالم یکن من القسمین فإن من حقوقه ومرافقه دخل بلا ذکر وإلا لا. (الدرا المختار علی هامش رد المحتار: ۷/ ۷۴-۷۵، درر الحکام شرح غرر الأحکام: ۶/ ۱۷۳)

(۲) وكذا البستان الداخل، وإن لم یصرح بذلك، لا البستان الخارج إلا إذا كان أصغر منها فیدخل تبعاً، ولو مثلها أو أكبر فلا إلا بالشرط. زیلعی وعینی. وبذلك جزم ایضاً فی البحر والنهر هناك (شامی: ۷/ ۷۵)

میں نے اس زمین کو اس کے تمام حقوق و مرافق سمیت خریدا تو راستہ اور حق شرب داخل ہو جائے گا ورنہ داخل نہ ہوگا۔ اور اگر وہ چیز اس کے حقوق و مرافق میں سے نہ ہو تو حقوق و مرافق کے بیان سے بھی داخل نہ ہوگی، جیسے کھیتی اور پھل۔ کہ اگر کہا میں نے یہ زمین یا درخت مع اس کے حقوق کے خریدا تو (کھیتی اور پھل) بیع کے تحت داخل نہ ہوں گے، کیونکہ اس میں نہ اتصال قرار ہے اور نہ وہ اس کے حقوق میں سے ہیں۔ پس اس میں صراحت ضروری ہے، یا یوں کہے کہ میں نے اس زمین یا درخت کو ہر اس چیز کے ساتھ جو اس میں ہے یا اس سے متعلق ہے خریدا تو پھر بیع کے تحت کھیتی اور پھل بھی داخل ہوں گے۔^(۱)

استدراک: لیکن جانور کی بیع میں حمل کے داخل ہونے پر اعتراض نہیں ہونا چاہئے کہ اس میں اتصال قرار نہیں ہے پھر بھی بلا ذکر کے داخل ہے، کیوں کہ وہ فضل الہی ہے، نیز وہ اس کی جزئیات میں داخل ہے، برخلاف کھیتی وغیرہ کہ وہ زمین کا جزو نہیں^(۲)

۲۶۹-ضابطہ: ہر وہ خارجی چیز جو جاندار (پرنده، مچھلی وغیرہ) کے پیٹ سے

(۱) (فإن من حقوقه ومرافقه) .. كالطريق والشرب للأرض .. (دخل بذكرها) ای بذکر الحقوق والمرافق. قوله: (والألا) ای وإن لم یکن من حقوقه ومرافقه لا یدخل وإن ذکرها فلا یدخل الثمر بشراء شجر لانه وإن کان اتصاله خلقاً فهو للقطع لالبقاء فصار كالزروع، إلا إذا قال بكل مافیها أو منها، لانه حينئذ یكون من المبیع كما فی الدرر. (شامی: ۷/۷۵، تبیین الحقائق: ۱۰/۲۶۹)

(۲) (فاندفع ماأورد علیه من بیع الجارية الحامل ونحو البقر لانه یدخل حملها فی البیع مع انه متصل للفصل بان ذالك فضل الله تعالى وهذا المعنی متبادر فترك التقييد به وأيضاً الأم ومافی بطنها مجانس متصل فیدخل باعتبار الجزئية بخلاف الزروع لیس مجانساً للأرض فلا یمكن اعتبار الجزئية لیدخل بذكر الأصلية. (تبیین الحقائق: ۱۰/۲۶۹)

نکلے تو اگر وہ اس جاندار کے خوراک میں سے ہے تو وہ مشتری کیلئے ہے، ورنہ بائع کے لئے ہے۔^(۱)

جیسے مچھلی خریدی، اور اس کے پیٹ میں سے دوسری مچھلی، یا عنبر نکلا تو وہ مشتری کے لئے ہے، اور اگر موتی نکلا تو وہ بائع کے لئے ہے، اور وہ بائع کیلئے بحکم لقطہ ہوگا۔ لیکن اگر وہ موتی صدف (سیپ) میں تھا تو وہ مشتری کے لئے ہے کیونکہ صدف مچھلی کے خوراک میں سے ہے۔^(۲)

بیع وغیرہ پر قبضہ کا بیان

۲۷۰- **ضابطہ:** ہر وہ عقد جو عوض کے ہلاک ہونے سے فسخ نہیں ہوتا اس عوض میں قبل القبض تصرف جائز ہے، اور جو فسخ ہو جاتا ہے اس میں تصرف جائز نہیں۔^(۳)

جیسے مہر، بدل خلع وغیرہ میں قبل القبض تصرف جائز ہے، یعنی بیوی کے لئے قبل

(۱) کل شیء یوجد فی حوصلة الطیر مما یاکله فهو للمشتري وإن کان من غیره فهو للبائع كما فی التاتارخانية. (ہندیہ: ۳۸/۳) (۲) قال أصحابنا رحمهم الله تعالى: اشتری سمكة فوجد فی بطنها الولوة فإن كانت فی الصدف تكون للمشتري وإن لم تكن فی الصدف فإن كان البائع اصطاد السمكة یردها المشتري علی البائع وتكون عند البائع بمنزلة اللقطة... وإن اشتری سمكة فوجد فی بطنها سمكة تكون للمشتري... ولو كان فیہ عنبر يكون للمشتري ولو اشتری دجاجة فوجد فیها لؤلؤة فهي للبائع.. الخ (ہندیہ: ۳۸/۳)

(۳)..... کل عقد ینفسخ بهلاك العوض لم یجز التصرف فی ذالك العوض قبل قبضه كالبيع..... ومالا ینفسخ بهلاك العوض فالتصرف فیہ قبل القبض جائز كالمهر..... یجوز بیعه وهبته وإجارته قبل قبضه. (فتح القدیر: ۶/۴۷۳)

القبض اس کو بیچنا، ہدیہ دینا، یا کرایہ پر دینا وغیرہ جائز ہوگا، کیونکہ یہ (عقد نکاح، عقد خلع) ان عقود میں سے ہیں کہ اگر اتفاق سے ان کا عوض (مہر یا بدل خلع) ہلاک بھی ہو جائے تو وہ فسخ نہیں ہوتے، شوہر کے ذمہ دوسرا عوض دینا لازم ہوتا ہے۔

برخلاف خرید و فرخت کا معاملہ اگر اس میں سودا (بیع) ہلاک ہو جائے تو عقد ہی فسخ ہو جاتا ہے۔ پس بیع پر قبضہ سے پہلے اس میں تصرف (بیع، اجارہ وغیرہ) جائز نہیں۔
تفریع: پس ان پھلوں کی بیع جو ابھی درخت پر ظاہر نہیں ہوئے؛ اڑتے ہوئے پرندے کی بیع؛ مفرور جانور کی بیع؛ تالاب میں مچھلی کی بیع؛ وغیرہ... قبل القبض کی تمام صورتیں بیع میں جائز نہیں، ایسی بیع فاسد ہے۔ (جیسا کہ شروع میں گذر چکا)

۲۷۱- ضابطہ: ہر ایسا تصرف جو بغیر قبضہ کے جائز ہو جاتا ہے (جیسے بیع و اجارہ) مشتری جب اس کو قبل القبض کرے تو جائز نہیں۔ اور جو تصرف بغیر قبضہ کے جائز نہیں ہوتا ہے (جیسے ہدیہ، صدقہ وغیرہ) مشتری جب قبل القبض کرے تو جائز ہے۔
تشریح: یہ امام محمدؒ کے نزدیک ہے، اور درمختار میں ہے کہ یہی اصح ہے^(۱) اور شیخینؒ کے نزدیک قبضہ سے پہلے کسی قسم کا تصرف جائز نہیں۔ البتہ قبل القبض وصیت کے صحیح ہونے میں سب کا اتفاق ہے، یعنی اگر متوفی نے قبضہ سے پہلے اس مال کے متعلق کوئی وصیت کی ہے تو وہ قابل نفاذ ہوگی۔^(۲)

(۱) قال محمد: كل تصرف يجوز من غير قبض إذا فعله المشتري قبل القبض لا يجوز، وكل ما لا يجوز إلا بالقبض كالهبة إذا فعله المشتري قبل القبض جاز (شامی: ۷/۹۳-۹۴) وبيع منقول قبل قبضه.. بخلاف.. هبته والتصدق به وإقراضه ورهنه وإعارته من غير بانه فإنه صحيح على قول محمد وهو الأصح (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۷/۳۷۰، باب المراجعة والتولية)

(۲) ولو أوصى به قبل القبض ثم مات قبل القبض صحت الوصية بالإجماع . (فتح القدیر: ۶/۴۷۳)

۲۷۲- ضابطہ: منقولات کی بیع قبل القبض جائز نہیں، غیر منقولات کی جائز

ہے۔ (۱)

تشریح: پس گیسوں، کپڑا، برتن، الماری وغیرہ منقولی چیزوں میں جب تک قبضہ نہ کر لیا جائے ان کو آگے بیچنا جائز نہیں اور زمین، مکان، دکان وغیرہ غیر منقولی اشیاء کی بیع قبل القبض بھی درست ہے۔ کیونکہ منقولی اشیاء میں ہلاکت کا خطرہ رہتا ہے، لہذا ممکن ہے مشتری کا اس پر قبضہ ہی نہ ہو سکے، ایسی صورت میں وہ جس دوسرے شخص کے ہاتھ اس کو فروخت کرے گا وہ دھوکا کھائے گا کہ باوجود سودا ہو چکنے کے اس کو بیع حاصل نہیں ہوئی، برخلاف غیر منقولی اشیاء کہ ان میں اس طرح ضائع ہونے کا اندیشہ نہیں رہتا۔

فائدہ: فتح القدیر میں ہے: کہ اس دلیل کا تقاضہ یہ ہے کہ اموال غیر منقولہ میں بھی جب ضیاع کا اندیشہ ہو تو قبضہ کئے بغیر آگے بیچنا جائز نہ ہوگا، مثلاً زمین سمندر کے بالکل قریب ہو اور اندیشہ ہو کہ سمندر کی زد میں آجائے، اسی طرح مکان یا دیگر عمارات میں اس قسم کا کوئی قوی خطرہ ہو۔ (۲)

۲۷۳- ضابطہ: ہر سامان میں قبضہ اس سامان کی نوعیت کے اعتبار سے

ہوتا ہے۔ (۳)

جیسے غیر منقولی اشیاء کا قبضہ تخلیہ (یعنی مشتری کیلئے اس کو فارغ کر دینے اور اس میں رکاوٹ نہ رکھنے سے) ہوتا ہے، اور منقولی اشیاء کا قبضہ تخلیہ سے بھی ہوتا ہے، نیز اس شی میں عرفاً قبضے کی جو نوعیت ہے اس سے بھی ہوتا ہے، مثلاً مشتری کے تھیلے میں اس کے حکم سے سامان رکھ دیا، یا گیسوں کو مشتری کے حکم سے پیس دیا، یا مکان خالی کر کے اس کی کنجی مشتری کے حوالہ کر دی۔ وغیرہ یہ سب قبضہ کی صورتیں ہیں۔

(۱) (ہدایہ: ۷۴/۳) (۲) (فتح القدیر: ۶/۷۴)

(۳)..... لکن ذالک یختلف بحسب حال المبیع. (شامی: ۷/۹۶)

اور اصل اس میں ہے کہ مشتری کے ضمان (یعنی رسک) میں وہ چیز آجانی چاہئے کہ اگر نقصان ہو تو مشتری کا ذمہ، بائع کا نہیں، جب اس کے لئے خارج میں کوئی صورت پائی جائے تو اب مشتری کے لئے اس کی بیع وغیرہ کر کے اس سے نفع اٹھانا جائز ہوگا۔ ورنہ ربح مالہ بضمن (یعنی اس چیز سے نفع اٹھانا جو ابھی ضمان میں نہیں آئی) لازم آئے گا اور حدیث میں اس سے منع کیا گیا۔^(۱)

۲۷۴- ضابطہ: ثمن میں قبضہ سے پہلے تصرف جائز ہے، بیع منقول میں جائز نہیں۔^(۲)

تشریح: پس ثمن پر قبضہ سے پہلے بائع کے لئے اس کو ہبہ، صدقہ وغیرہ ہر قسم کا تصرف کرنا جائز ہے، جبکہ بیع میں عند الشکین مشتری کے لئے کسی قسم کا تصرف جائز نہیں، اور امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک جو تصرف بغیر قبضہ کے جائز ہو جاتا ہے (جیسے بیع واجارہ) وہ جائز نہیں، اور جو بغیر قبضہ کے جائز نہیں ہوتا جیسے ہدیہ وغیرہ وہ جائز ہے۔ پس امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک بیع کو قبل القبض، بیچنا تو جائز نہیں البتہ ہدیہ کرنا یا صدقہ کرنا جائز ہے، درمختار میں ہے کہ یہی اصح ہے۔ (جیسا کہ ضابطہ نمبر ۲۷۵ تفصیل گزر چکی)

اور بیع میں منقول کی قید اس لئے کہ غیر منقولات زمین مکان وغیرہ میں قبل القبض بھی ہر قسم کا تصرف جائز ہے (جیسا کہ ضابطہ نمبر ۲۷۲ میں بیان ہوا)

۲۷۵- ضابطہ: مقبوض علی سوم الشراء میں بیع مشتری کے پاس ہلاک ہو جائے

(۱) التخلية تسليم (قاعدہ: ۸۰ ص: ۶۹) - اَنَّ رسول الله قال لا يحل سلف وبيع ولا شرطان ولا ربح مالہ بضمن ولا بيع ماليس عندك (ترمذی، حدیث: ۱۱۵۵، باب كراهية بيع ماليس عندك)

(۲) لا يجوز التصرف في المبيع المنقول قبل قبضه ويجوز في الثمن قبل قبضه (الجوهرية النيرة: ۱/ ۲۳۹)

تو وہ ضامن ہوگا، جبکہ مقبوض علی سوم النظر میں وہ ضامن نہ ہوگا۔^(۱)
 تشریح: مقبوض علی سوم الشراء یہ ہے کہ خریدار بائع سے کہے کہ یہ چیز مجھے دو، اگر مجھے یہ پسند آگئی تو میں اتنے دام پر لوں گا، تو یہ بیع ہے، پس اگر وہ ہلاک ہو جائے تو قابض ضامن ہوگا۔ اور مقبوض علی سوم النظر یہ ہے کہ خریدار بائع سے کہے کہ یہ چیز مجھے دو، تاکہ میں اس میں سوچ و چار کروں یا دوسرے کو دکھاؤں، تو شے مقبوض اس کے پاس امانت ہوگی، یہ بیع نہیں ہے، پس ہلاک ہو جائے تو قابض ضامن نہ ہوگا۔ (پس بنیادی فرق یہ ہے کہ سوم الشراء میں قیمت طے ہو جاتی ہے، جبکہ سوم النظر میں کوئی قیمت طے نہیں ہوتی، صرف غور فکر کرنے یا دکھلانے کیلئے وہ لے جاتا ہے)^(۲)

ثمن اور بیع کے متعلقات

۲۷۶- ضابطہ: اوصاف کے مقابلہ میں ثمن کا کچھ حصہ نہیں آتا۔^(۳)
 تفریع: پس کسی نے پانچ ہزار میں غلام خریدا اس شرط پر کہ وہ کاتب ہے، لیکن وہ کاتب نہیں نکلا تو چونکہ وصف مرغوب فوت ہوا اس لئے اسے اختیار ہے کہ وہ غلام واپس کر دے یا رکھے، لیکن رکھنا ہو تو پوری قیمت (پانچ ہزار) میں رکھنا ہوگا، مشتری سے کچھ قیمت واپس لینے کا اختیار نہ ہوگا، کیونکہ وصف کے مقابلہ میں ثمن کا کچھ حصہ نہیں آتا۔
 اسی طرح گاڑی خریدی اس شرط پر کہ وہ اس رنگ کی ہو یا اتنی رفتار سے چلنے والی ہو، مگر خریدنے کے بعد جب دیکھا تو وہ دوسرے رنگ کی نکلی یا بیان کردہ رفتار سے کم ظاہر ہوئی، تو اس میں بھی مشتری کو اختیار ہوگا کہ یا تو واپس کر دے اور قیمت وصول

(۲)..... كالمقبوض علی سوم الشراء فإنه بعد بیان الثمن مضمون بالقيمة.....

أما علی سوم النظر فغير مضمون مطلقاً. (الدرا المختار علی هامش رد المحتار :

۱۱۹/۷-۱۲۱) (۲) (شامی: ۱۱۹/۷) (۳) لأن الأوصاف لا يقابلها شيء

من الثمن لكونها تابعة فی العقد. (هدایہ: ۳۵/۳)

کر لے، یا رکھنا ہو تو پوری قیمت میں رکھے قیمت کم نہیں کروا سکتا (ہاں بائع اپنی طرف سے کچھ قیمت واپس کر دے تو حرج نہیں کہ وہ اس کا حق ہے، اور آدمی اپنا حق ساقط کر سکتا ہے)

۲۷۷- ضابطہ: ثمن سے بری کرنا تعلیق کا احتمال نہیں رکھتا۔^(۱)

تشریح: کیونکہ ثمن سے بری کرنے میں تملیک کا معنی ہے، کہ گویا مشتری کو ثمن کا مالک بنایا جا رہا ہے اور تملیک میں تعلیق درست نہیں، کیونکہ تعلیق میں ملکیت یقینی طور پر ثابت نہیں ہوتی ہے بلکہ شرط پر معلق رہتی ہے اور یہ قرار (جوا) ہے۔ پس ثمن سے بری کرنے میں تعلیق درست نہ ہوگی۔ اس کی مثال یہ ہے کہ: کشتی کے سفر میں کوئی شخص سامان بیچ رہا تھا، اتنے میں ضرورت پیش آئی کہ کشتی میں سے بوجھ ہلکا کیا جائے ورنہ کشتی خطرے میں ہے، تو بائع نے اعلان کیا جس نے مجھ سے سامان خریدا ہے وہ ثمن سے بری ہے اس شرط پر کہ وہ سامان سمندر میں ڈال دے، تو اس کا یہ کہنا باطل ہے، کوئی بھی مشتری ثمن سے بری نہ ہوگا، خواہ سامان سمندر میں ڈالے یا نہ ڈالے، کیونکہ تعلیق کی وجہ سے برأت درست نہیں رہی۔

۲۷۸- ضابطہ: حصہ مشاع کی بیع و شراء بالاتفاق جائز ہے، ہبہ جائز نہیں^(۲)

تشریح: اگر کسی گھریاز میں کا حصہ مشاع بیچا مثلاً پانچواں حصہ یا دسواں تو یہ بالاتفاق جائز ہے پس مشتری اس گھریاز میں کے ہر حصہ میں شریک ہوگا لیکن حصہ مشاع کا ہدیہ کرنا امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جائز نہیں، کیونکہ بیع میں قبضہ شرط نہیں اور ہبہ میں قبضہ شرط ہے بدون قبضہ کے موهوب لہ مالک نہیں ہوتا اور حصہ مشاع میں جب

(۱) الإبراء عن الثمن لا يَحْتَمِلُ التعلیق. (قواعد الفقہ، ص: ۵۲، قاعدہ: ۲)

(۲) وإن اشترى عشرة أسهم من مائة سهم جاز في قولهم جميعاً الخ

(ہدایہ: ۲۳/۳) ولنا أن القبض منصوص عليه في الهبة فيشترط كما له

والمشاع لا يقبله إلا بضم غيره الخ (ہدایہ: ۲۸۵/۳)

کے اس کو تقسیم نہ کیا جائے موبوب لہ کا قبضہ ممکن نہیں۔

استدراک: لیکن اگر کسی فیکٹری یا ہوٹل کے حصہ مشاع میں باقاعدہ شیرز کا کاروبار چل رہا ہو جیسا کہ شیر مارکیٹ میں ہوتا ہے تو ان میں شیرز کا ہدیہ جو کہ درحقیقت حصہ مشاع کا ہدیہ ہے جائز ہے، کیونکہ شیرز بوجہ لین دین کے خود تجارتی مال کے حکم میں ہو گئے ہیں اور ان پر باقاعدہ دستاویز وغیرہ کی صورت میں قبضہ کیا جاتا ہے۔ پس ممانعت کی علت (عدم قبضہ) ختم ہو گئی۔

۲۷۹-ضابطہ: ہر وہ چیز جو نفس مبیع میں یا اس کی قیمت میں اضافہ کرے اس

کو بیع کے ساتھ لاحق کیا جائے گا۔^(۱)

تفریع: پس اگر کوئی کپڑا مثلاً پانچ سو روپے میں خریدا پھر اس میں کچھ کام کیا مثلاً نقش و نگار، رنگنا، سینا وغیرہ جس سے نفس مبیع میں اضافہ ہوا تو اب اس کو بیع کے ساتھ لاحق کر کے جس قدر اضافہ ہوا ہے اسی قدر قیمت زیادہ کر کے بیع تولیہ (خرید قیمت پر سودا) کرے تو یہ جائز ہے۔ لیکن اس میں یوں نہیں کہے گا کہ میں نے اتنے میں خریدا ہے، بلکہ یوں کہے گا کہ مجھے یہ چیز اتنی لاگت میں پڑی ہے، تا کہ جھوٹ نہ ہو جائے۔

اسی طرح جب نفس مبیع میں تو کوئی اضافہ نہیں کیا لیکن اس کی قیمت میں نقل مکانی وغیرہ کی وجہ سے اضافہ ہوا تو بھی یہی حکم ہے۔^(۲)

فائدہ: باعتبار قیمت بیع کی چار قسمیں ہیں: تولیہ، مرا بھ، وضعیہ، اور مساومہ۔ تولیہ یہ ہے کہ جس قیمت میں خریدا اتنے میں ہی بیچ دیا جائے۔ اور مرا بھ یہ ہے کہ نفع کے ساتھ بیچا جائے۔ اور وضعیہ کہتے ہیں: خرید قیمت سے کم میں یعنی نقصان سے بیچا جائے اور مساومہ یہ ہے کہ پہلی قیمت کو ملحوظ رکھے بغیر بیع کی جائے، خواہ نفع کے ساتھ ہو، یا نقصان کے ساتھ ہو، یا برابر کا معاملہ ہو۔ اس طرح بیع مساومہ میں پہلی قیمت کا

(۱) کل ما یزید فی المبیع أو فی قیمتہ یلحق بہ هذا هو الأصل. (اللباب علی

ہامش الجوہرۃ: ۱/۲۶۹) (۲) (ہدایہ: ۳/۷۶)

ذکر ہی نہ ہوگا، جبکہ باقی تین صورتوں میں عقد کے وقت پہلی قیمت کا حوالہ دینا ضروری ہے، یعنی میں پہلی قیمت پر اس قدر نفع یا نقصان کے ساتھ، یا بعینہ اسی قیمت پر بیچ رہا ہوں^(۱)۔ اگر بائع نے مشتری سے خیانت کی تو اگر بیچ مراہجہ میں ایسا کیا یعنی جو نفع ظاہر کیا تھا اس سے زیادہ لیا تو اس میں مشتری کو اختیار ہوگا کہ بیع فسخ کر دے یا اسی قیمت پر لے جو بائع نے بیان کی ہے اور اگر بیچ تولیہ میں خیانت ظاہر ہوئی تو بقدر خیانت قیمت کم کر دے، اس میں واپسی یعنی فسخ کا اختیار نہ ہوگا، کیونکہ تولیہ میں کم نہ کیا جائے تو ثمن اول سے زائد ہونے کی وجہ سے تولیہ باقی نہیں رہے گا بلکہ مراہجہ ہو جائے گا، برخلاف مراہجہ کہ اس کو باقی رکھنے کے لئے کم کرنا ضروری نہیں لہذا اس میں حکم ہے کہ یا تو اسی قیمت پر لے یا فسخ کر دے۔^(۲)

نوٹ: اقسام بیع سے متعلق ایک شجرہ کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمائیں۔

عقد میں استثناء کا بیان

۲۸۰- ضابطہ: ہر وہ چیز جس پر عقد وارد ہو سکتا ہے، اس کا استثناء بھی ہو سکتا ہے، اور جس پر عقد وارد نہیں ہو سکتا اس کا استثناء بھی نہیں ہو سکتا۔^(۳)

(۱) (شامی: ۹/۷، الجوہرۃ النیرۃ: ۱/۲۶۹، ہندیہ: ۳/۳-۴)

(۲) فإن ظهر خیانتہ فی مرابحہ... أخذہ المشتري بكل ثمنه أو رده لفوات الرضاء وله الحط قدر الخيانة فی التولية (الدر المختار) قال ح: یعنی لو لم يحط فی التولية تخرج عن كونها تولية لأنها تكون بأكثر من الثمن الأول، بخلاف المربحة فإنه لو لم يحط فيها بقيت مرابحة. (شامی: ۷/۳۵۵-۳۵۶)

(۳) ما جاز ایردا العقد علیہ بانفراده صح استثناءه منه (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۷/۹۰-بنایہ: ۷/۶۶) الأصل ان مالا یصح افراده بالعقد لا یصح استثناءه. (ہدایہ ص: ۶۰، تبیین الحقائق: ۱۰/۲۷۴)

جیسے:

(۱) جانور کے تنہا حمل کا بیچنا جائز نہیں، کیونکہ اس میں غرر کا احتمال ہے، تو اس کا استثناء بھی جائز نہیں، یعنی کہے: میں نے یہ بکری بیچی مگر اس کے حمل کا استثناء ہے تو یہ درست نہیں۔^(۱)

(۲) بکریوں کے ریوڑ میں سے دس غیر معین بکریوں کا بیچنا جائز نہیں، کیونکہ بکریوں کے افراد میں زیادہ تفاوت ہوتا ہے، اس لئے بیع کی تعیین میں جھگڑا ہوگا، پس ریوڑ میں سے دس غیر متعین بکریوں کا استثناء کرنا بھی جائز نہیں یہاں بھی جھگڑے کا احتمال ہے، کیونکہ مشتری کمزور قسم کی بکریاں علاحدہ کرے گا اور بائع اچھی بکریاں چھانٹے گا۔ اور ریوڑ میں سے دس بکریاں متعین کر کے فروخت کرنا جائز ہے، پس متعین دس بکریوں کا استثناء بھی جائز ہے۔

(۳) اور گیہوں کے ڈھیر میں سے بغیر تعیین کئے پانچ کیلو گیہوں بیچنا جائز ہے، کیونکہ گیہوں کے دانوں میں تفاوت نہیں ہوتا، پس ڈھیر میں سے پانچ کیلو کا استثناء بھی جائز ہے۔^(۲)

(۴) اسی طرح آم کے باغ میں سے دس غیر معین درختوں کو بیچنا جائز نہیں تو ان کا استثناء بھی جائز نہیں اور معین درختوں کی بیع جائز ہے تو ان کا استثناء بھی جائز ہے۔

استثناء: لیکن اگر درخت پر آم کا استثناء کیا جیسے کہا سارے آم فروخت کئے مگر اس میں سے پچاس کیلو ہم کھانے کے لئے رکھیں گے تو ضابطہ کے رو سے تو اس کا استثناء صحیح نہ ہونا چاہئے، مگر مسئلہ یہ ہے کہ: اگر باغ کے موجودہ حالات سے یہ اندازہ ہو کہ اتنے آم اتریں گے تو یہ استثناء صحیح ہے۔ فی زمانہ لوگوں کے تعامل کی وجہ سے فتویٰ اسی پر ہے، پس یہ صورت ضابطہ سے مستثنیٰ ہے۔^(۳)

(۱) (ہدایہ ص: ۶۰) (۲) (شامی: ۷/۹۰)

(۳)وقيد بالأرطال، لأنه لو استثنى رطلاً واحداً جاز اتفاقاً لأنه القليل ←

لیکن بہر حال وزن سے تعین کی بجائے حصہ کا استثناء کرنا بہتر ہے مثلاً جو کچھ آم اتریں گے ان کا تیسرا حصہ، یا پانچواں حصہ، یا دسواں حصہ ہم رکھیں گے باقی تمہیں بیچ دیا، کیونکہ یہ صورت بالاتفاق صحیح ہے اور اس میں کوئی خرابی نہیں۔^(۱)

۲۸۱- **ضابطہ:** ہر وہ چیز جس کا اتصال کسی چیز کے ساتھ خلقی ہو اس کو اس شے سے الگ کرنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں، مگر یہ کہ اس کا تعامل ہو تو ضرورتاً جائز ہے۔^(۲) جیسے:

- (۱) زندہ جانور کا گوشت یا کھال کا بیچنا جائز نہیں۔
- (۲) جانور کے پشت پر اون یا بالوں کو کاٹنے سے پہلے بیچنا جائز نہیں۔
- (۳) کھجور کی گٹھلی یا خر بوزہ کے بیج کو اس میں سے نکالے بغیر بیچنا جائز نہیں۔
- مگر بعض چیزوں کی بیع خلاف قیاس تعامل کی وجہ سے جائز ہے، جیسے:
- (۱) زمین پر کھڑے درخت کو کاٹنے سے پہلے بیچنا جائز ہے۔
- (۲) پھلوں کو درخت پر کاٹنے سے قبل بیچنا جائز ہے۔^(۳)

بیع سلم کا بیان

تمہید: بیع سلم کہتے ہیں ”بیع الآجل بالاعجل“ یعنی ادھار کو نقد کے عوض بیچنا۔

→ من الكثير، بخلاف الأبطال لجواز أن لا يكون إلا ذلك القدر فيكون استثناء الكل من الكل بحر عن البناء. ومقتضاه أنه لو علم أنه يبقى أكثر من المستثنى يصح. (شامی: ۹۰/۷-۹۱)

- (۱)..... أفاد أن محل الاختلاف الآتي ما إذا استثنى معيناً، فإن استثنى جزءاً كربع وثلاث فإنه صحيح اتفاقاً كما في البحر عن البدائع. (شامی: ۹۰/۷)
- (۲)..... كذا كل ما اتصاله خلقى كجلد حيوان ونوى تمر الخ (الدر المختار: ۲۵۲/۷-۲۵۲)
- (۳) (الدر المختار: ۲۵۱-۲۵۲)

اس میں بیع ادھار ہوتی ہے اور ثمن نقد ہوتا ہے۔

اس باب میں بیع کو ”مسلم فیہ“ ثمن کو ”رأس المال“ بائع کو مسلم الیہ اور مشتری کو ”رب السلم“ یا ”مسلم“ (بکسر اللام) کہا جاتا ہے۔

۲۸۲- **ضابطہ:** بیع سلم ہر اس چیز میں جائز ہے جس کی مقدار کا جاننا اور صفات کا ضبط کرنا ممکن ہو (تاکہ نزاع نہ ہو) اور جس میں یہ چیز ممکن نہ ہو اس میں سلم جائز نہیں (بوجہ مفضی الی المنازعۃ کے) (۱)

تفریع: اسی بنا پر فقہاء نے کہا کہ مسلم فیہ (بیع) کا کیلی، وزنی، ذرعی یا عدد متقار بہ میں سے ہونا ضروری ہے، کیونکہ ان میں مقدار اور صفات کا ضبط کرنا ممکن ہے، جس سے نزاع کا اندیشہ نہیں رہتا۔

کیلی: یعنی وہ چیز جو پیانہ سے ناپ کر پتھی جاتی ہو، جیسے تیل، دودھ وغیرہ — اور وزنی: یعنی وہ چیز جو کانٹے میں تول کر فروخت کی جاتی ہو، جیسے گہوں، چاول، چنا، خشک میوے وغیرہ — اور ذرعی سے مراد: وہ چیز جس کی پیمائش ہاتھ یا گز وغیرہ کے ذریعہ کی جاتی ہو جیسے کپڑے، چٹائی، لکڑا وغیرہ — اور عدد متقار بہ سے مراد: وہ چیز جو گن کر پتھی جاتی ہو اور ان کے افراد میں زیادہ تفاوت نہیں ہوتا، جیسے، انڈے وغیرہ — پس ان تمام میں بیع سلم جائز ہے، جبکہ ان کی مقدار اور صفات کی اس طرح تعیین کر لی جائے کہ ادائیگی کے وقت فریقین میں نزاع کا اندیشہ نہ رہے۔

اسی پر متفرع ہوتے ہوئے حیوان کی بیع سلم جائز نہیں، کیونکہ وہ عدد متفاوتیات میں سے ہے یعنی ان کے افراد میں تفاوت زیادہ ہوتا ہے جو نزاع کا باعث ہوگا، اور انڈے، اخروٹ، وغیرہ میں بیع سلم جائز ہے، کیونکہ ان کے افراد میں زیادہ تفاوت نہیں ہوتا اور جو تھوڑا ہوتا ہے وہ لوگوں کے نزدیک ناقابل لحاظ ہے۔

(۱) ما أمکن ضبط صفته ومعرفة قدره صح السلم فیہ، ومالا فلا. (الکوز علی

اور حیوان کے گوشت میں اختلاف ہے، امام صاحب کے نزدیک اس میں سلم جائز نہیں، جبکہ صاحبین کے نزدیک جائز ہے، اسی طرح روٹی کے سلم میں بھی احناف کے یہاں اختلاف ہے۔ اختلاف کا منشاء اسی نظر و فکر کا اختلاف ہے کہ گوشت اور روٹی میں سلم نزاع کا باعث ہوتا ہے یا نہیں؟^(۱)

علامہ شامیؒ نے روٹیوں کے قرض کے سلسلہ میں فتویٰ امام محمد کے قول پر ہونا بیان کیا ہے، یعنی ان کو قرض دینا جائز ہے، خواہ گن کر ہو یا تول کر۔ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ سلم میں بھی قول جواز مختار ہونا چاہئے (فی زماننا شادی بیاہ وغیرہ میں لوگوں کا اس پر تعامل بھی ہے، تدبر)^(۲)

نوٹ: بیع سلم کی شرائط کے متعلق ایک شجرہ کتاب کے آخر میں ہے۔

بیع میں شرط کا بیان

۲۸۳- **ضابطہ:** ہر وہ شرط جو مقتضائے عقد یا ملائم عقد ہو یا لوگوں میں متعارف ہو وہ بیع میں جائز ہے۔ اور جو شرط ایسی نہ ہو اور اس میں بائع یا مشتری یا بیع کا نفع ہو تو وہ جائز نہیں، اس سے بیع فاسد ہو جائے گی۔^(۳)

تشریح: شرط کا مقتضائے عقد ہونا: جیسے مشتری کہے کہ میں اس شرط پر بیع کرتا ہوں کہ تم مجھے بیع فوراً حوالہ کر دو، یا بائع کہے میں اس شرط پر بیع کرتا ہوں کہ تم مجھے ثمن فوراً

(۱) (مستفاد شامی: ۷/۴۵۹ - بحر: ۶/۴۲۶ - بدائع: ۴/۴۴۶)

(۲) ویستقرض الخبز وزناً وعدداً عند محمد، وعليه الفتوى واستحسنه

الکمال واختاره المصنف تیسیراً (شامی: ۷/۲۸۹)

(۳) لیس کل شرط یفسد البیع، بل لا بد أن لا یقتضیه العقد ولا یلایمہ ولا یعارف

وکان فیہ منفعة لأحد المتعاقدين أو للمعقود علیہ (النہر الفائق: ۴/۴۳۴، کذا

فی الہندیہ: ۳/۳، الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۷/۲۸۲)

ادا کر دو، تو یہ شرط مقتضائے عقد کے عین مطابق ہے اور جائز ہے۔

ملائم عقد (یعنی عقد کے مناسب) شرط ہونا: جیسے بیع مؤجل (ادھار سودے) میں بائع کہے کہ میں تم سے بیع مؤجل کرتا ہوں اس شرط پر کہ تم مجھے کفیل لا کر دو کہ تم پیسے وقت پر ادا کرو گے، تو یہ شرط اگرچہ براہ راست مقتضائے عقد نہیں، لیکن ملائم عقد ہے، اس سے عقد مؤکد ہوتا ہے پس یہ جائز ہے۔ دوسری مثال یہ ہے کہ کوئی یوں کہے کہ اس شرط پر بیع کرتا ہوں کہ تم مجھے کوئی چیز رہن کے طور پر دو تا کہ وقت پر اگر تم نے پیسے ادا نہیں کئے تو میں اس رہن سے وصول کر سکوں، یہ شرط بھی ملائم عقد ہے اور جائز ہے۔

اسی طرح اگر شرط مقتضائے عقد نہ ہو اور نہ بظاہر ملائم عقد ہو لیکن متعارف ہوگئی ہو، یعنی تجار کے درمیان اس شرط کے ساتھ بیع کا رواج اور تعامل ہو گیا ہو، تو ایسی شرط بھی جائز ہے۔ علامہ شامی وغیرہ نے اپنے زمانہ کے رواج کے مطابق اس کی چند مثالیں لکھی ہیں، مثلاً چمڑا خرید کیا اور شرط لگا دی کہ بائع اس کے جوتے بنادے، اون خرید کیا بشرطیکہ اس کی ٹوپی بن دے، پرانہ کپڑا یا موزہ خرید کیا بشرطیکہ اس میں پیوند لگا دے، تو یہ سب صورتیں باوجودیکہ عقد کے مقتضی و ملائم کے خلاف ہیں بوجہ تعامل جائز ہیں۔^(۱) فی زمانہ اس کی مثالیں درخت پر پھلوں کو باقی رکھنے کی شرط کے ساتھ بیع کرنا؛ فرج وغیرہ خریدنے میں چند مہینوں تک فری سروس کی شرط لگانا؛ یا گیرنی یا وارنی کے ساتھ کوئی چیز خریدنا وغیرہ ہیں... کہ یہ بوجہ تعامل و تعارف کے جائز ہیں۔

اور جو شرط نہ مقتضائے عقد کے موافق ہو اور نہ ملائم عقد کے اور نہ لوگوں میں متعارف ہو اور اس میں احد المتعاقدين کا فائدہ ہو یا بیع کا فائدہ ہو درانحالیکہ بیع اہل استحقاق میں سے ہو تو وہ جائز نہیں اس سے بیع فاسد ہو جاتی ہے، کیونکہ یہ نزاع کا سبب ہے۔ اور بیع کے اہل استحقاق سے مراد یہ ہے کہ وہ آدمی ہو چنانچہ اگر جانور بیچا اور یہ شرط لگائی کہ تم اس پر سوار نہیں ہوں گے یا فلاں چارہ کھلاؤ گے تو یہ شرط لغو ہے اس سے بیع

فاسد نہ ہوگی، کیونکہ جانور اہل استحقاق میں سے نہیں، اگر مشتری وہ شرط پوری نہیں کرے گا تو اس سے جھگڑے گا نہیں۔^(۱)

۲۸۴-ضابطہ: ہر قسم کے عیب سے براءت کی شرط پر بیچنا صحیح ہے۔^(۲)
تشریح: کیونکہ اس میں کوئی نئی چیز کے وجود کی شرط نہیں لگائی گئی، بلکہ مشتری اپنا ایک حق اور وہ وصف سلامتی ہے کو ساقط کرتا ہے اور وہ اس شرط پر بیع کیلئے راضی ہے۔ اور آدمی کو اپنا حق ساقط کرنے کا پورا اختیار ہوتا ہے، پس اس طرح بیع جائز ہوگی۔ اب بیع میں جو بھی عیب پایا جائے خواہ وہ عقد سے پہلے کا ہو یا بعد کا، چھوٹا ہو یا بڑا بائع اس عیب سے بری ہوگا، مشتری کسی بھی عیب کی وجہ سے بیع واپس نہیں کر سکتا ہے، اور نہ ٹمن کم کروا سکتا ہے۔^(۳)

۲۸۵-ضابطہ: ہر وہ چیز جو عقد میں بلا شرط کے داخل ہو جاتی ہے مشتری جب اس کی شرط لگائے تو اس کا موجود ہونا ضروری نہیں (نہ ہوتا ہی عقد جائز ہے) اور جو چیز عقد میں بغیر شرط کے داخل نہیں ہوتی اس کا موجود ہونا ضروری ہے، ورنہ عقد جائز نہ ہوگا۔^(۴)

جیسے بائع نے زمین کو بیچا اس شرط پر کہ اس میں درخت موجود ہیں یا یہ جانور بیچا

(۱) الأصل الجامع فی فساد العقد بسبب شرط لا يقتضيه العقد ولا يلزمه وفيه نفع لأحدهما أو فيه نفع لمبيع هو من أهل الاستحقاق للنفع بأن يكون آدمياً فلو لم يكن كشرط أن لا يركب الدابة المبيع لم يكن مفسداً. (الدر المختار علی هامش رد المختار: ۷/۲۸۲-۲۸۳)

(۲) وصح البيع بشرط البراءة من كل عيب... الخ (تنقيح الفتاوى الحامدية: ۱/۳۷۳) (۳) (مستفاد شامی: ۷/۲۱۸)

(۴) والأصل فيه أن ما يدخل في العقد بلا شرط إذا شرط وعدم فإن العقد يجوز وما لا يدخل بلا شرط إذا شرط ولم يوجد لم يجز (شامی: ۷/۱۴۵)

اس شرط پر کہ اس کے پیٹ میں حمل ہے تو درخت اور حمل کا موجود ہونا ضروری نہیں، نہ ہو تب بھی عقد جائز رہے گا، کیونکہ زمین کی بیج میں درخت اور جانور کی بیج میں حمل بلاذکر کے بھی داخل ہوتے ہیں (البتہ وصف مرغوب فیہ کے فوت ہونے سے اس میں مشتری کو اختیار حاصل ہوگا، چاہے توکل ثمن کے عوض خریدے یا ترک کر دے) ^(۱)

اور اگر گھر کو بیچا اس شرط پر کہ اس میں بیڈ، پلنگ، بستر، برتن وغیرہ بھی ہیں، تو اگر یہ سامان موجود ہے تو عقد جائز ہے ورنہ جائز نہیں، کیونکہ مذکور سامان بلا شرط لگائے گھر کی بیج کے تحت نہیں آتا۔

۲۸۶- **ضابطہ:** بیع میں وصف مرغوب کی شرط لگانا درست ہے اور اس کے فوت ہونے پر مشتری کو اختیار حاصل ہوگا (برخلاف وصف غیر مرغوب کے کہ اس میں اختیار حاصل نہ ہوگا)

تشریح: پس بکری یا بھینس خریدی اس شرط پر کہ دودھیل (دودھ دینے والی) ہے، یا گاڑی خریدی اس شرط پر کہ تیز رفتا ہے، تو یہ وصف مرغوب کی شرط ہے اور درست ہے، اس کے فوت ہونے پر مشتری کو اختیار حاصل ہوگا۔

برخلاف غیر مرغوب کے جیسے بائع نے کہا یہ جانور لنگڑا ہے یا کانا ہے اور وہ اس کے خلاف نکلا تو اس میں مشتری کو کوئی اختیار حاصل نہ ہوگا کیونکہ بائع کے بیان کئے ہوئے وصف میں اس کے لئے کوئی رغبت نہیں بلکہ رغبت اس کے خلاف میں ہے، اور بائع کا وصف بیان کرنے سے مقصد اپنی براءت ہے، یعنی لنگڑا یا کانا نکلا تو میں اس کا ذمہ دار نہیں۔ ^(۲)

(۱) باع أرضاً علی أن فیہ نخیلاً أو داراً علی أن فیہ بیوتاً ولم یکن لہ فیہ یجوز العقد ویخیر المشتري أخذه بكل الثمن أو تركه. (شامی: ۷/۱۴۵) (۲) لأن هذا وصف مرغوب فیہ وهو ظاهر وهو احتراز عما لبس بمرغوب فیہ كما إذا باع علی أنه أعور فإذا هو سليم لأنه لا یوجب الخيار (بنایہ فی شرح الہدایہ: ۷/۱۱۳)

استدارک: لیکن اگر بکری یا بھینس خریدی اس شرط پر کہ وہ حاملہ ہو یا اتالیٹر دودھ دیتی ہو، یا غلام خرید اس شرط پر کہ روزانہ اتنے صفحات کی کتابت کرتا ہو، یا گاڑی خریدی اس شرط پر کہ فی لیٹر تیل اتنے کلو میٹر کی ایورتج دیتی ہو تو بیع فاسد ہوگی، کیونکہ اس میں شرط فاسد کا ذکر ہے وصف کا نہیں، اس لئے کہ جانور کے پیٹ میں کیا ہے اس کی حقیقت معلوم نہیں، اسی طرح تھنوں میں دودھ کی مقدار اور غلام کے صفحات لکھنے اور گاڑی کی ایورتج دینے کی مقدار بھی فی الحال جانی نہیں جاسکتی ہے، اور بیع میں جب جہالت ہو یا اس کے کسی جزو میں جہالت ہو تو بیع فاسد ہو جاتی ہے، کیونکہ جزو کی جہالت کل کی جہالت کے مانند ہے۔^(۱)

البتہ اگر ان چیزوں کا صرف بیع میں تذکرہ ہو شرط کے طور پر بیان نہ کیا جائے، یعنی میں اسی شرط پر خریدتا ہوں مشتری نے یہ نہ کہا ہو تو پھر بیع فاسد نہ ہوگی۔

۲۸۷- ضابطہ: جو چیز تاجروں میں معروف ہوتی ہے وہ ان کے آپس میں

(۱) بخلاف شرائہ شاة علی أنها حامل أو تحلب کذا طلاً أو یخبز کذا صاعاً أو یکتب کذا قدراً فسد لأنه شرط فاسد لا وصف. (الدر المختار) (لأنه شرط فاسد) لأنه زیادة مجهول لعدم العلم بها. فتح: ای لأن مافی البطن والضرع لا تعلم حقیقته. (شامی: ۷/ ۱۴۳) وفي البیایة: ویبقض بما إذا باع شاة علی أنها حامل أو علی أنها تحلب کذا فإن البیع فیہ فاسد والوصف مرغوب فیہ، وأجیب بأن ذالک لیس بوصف بل اشترط مقدر من البیع مجهول وضم المجهول إلى المعلوم یصیر الكل مجهولاً، ولهذا إذا شرط أنها حلوب أولون لا تفسد لکونه وصفاً مرغوباً فیہ ذکره الطحاوی، سلمناه ولكنه مجهول لیس فی وسع البائع تحصیله ولا إلى معرفته سبیل بخلاف مانحن فیہ، فإن له أن يأمره بالخبز والکتابة فیظهر حاله. (بنایہ فی شرح الہدایہ:

شرط کے مانند ہوتی ہے۔^(۱)

جیسے اگر کسی جگہ تاجروں میں یہ عرف ہو کہ بڑے تاجروں سے مال لینے کے بعد اس کا عینیت (ادائیگی ثمن) ایک ہفتہ میں کرتے ہوں تو اب وہ جب بھی آپس میں بیع کریں گے ان کی بیع ایک ہفتہ تک کے لئے مؤجل ہوگی، پس بائع کا ہفتہ سے پہلے ثمن کا مطالبہ اور مشتری کا ثمن ادا کرنے میں ہفتہ سے زیادہ تاخیر کرنا جائز نہ ہوگا، خواہ عقد میں ہفتہ کی شرط ہو یا نہ ہو، کیونکہ تاجروں میں جو عرف رائج ہوتا ہے وہ (عقد میں) شرط کے مانند ہے۔

اسی طرح اگر ان کا یہ عرف ہو کہ مال کے پہنچانے کے اخراجات مشتری پر لازم ہیں، تو اب مشتری کے ذمہ اخراجات آئیں گے، خواہ عقد میں اس کا ذکر ہو یا نہ ہو۔

ادھار خرید و فروخت

۲۸۸- **ضابطہ:** بیع مؤجل (ادھار بیع) میں بائع کا ثمن پر مطالبہ کا استحقاق اجل (طے شدہ مدت) سے پہلے قائم نہیں ہوتا، جبکہ بیع حال میں عقد کے فوراً بعد قائم ہو جاتا ہے۔^(۲)

تفریع: آج کل روزمرہ دکانوں میں جو ہوتا ہے کہ کوئی چیز خرید کر کہتے ہیں ”پیسے بعد میں دے دیں گے“ کب دیں گے؟ یہ طے نہیں ہوتا، یہ بیع مؤجل نہیں ہے، اس کو اگر بیع مؤجل قرار دیں گے تو بیع فاسد ہوگی، کیونکہ اس میں اجل مجہول ہے اور اجل کی جہالت سے بیع فاسد ہو جاتی ہے، لیکن یہ بیع حال ہے اور بائع کی طرف سے اس کو

(۱) المعروف بین التجار كالمشروط بینہم. (قواعد الفقہ، ص: ۱۲۵، قاعدہ: ۳۳۵)

(۲) (مستفاد: بدائع الصنائع: ۴ / ۳۹۳-۳۹۴، اسلام اور جدید معاشی

مسائل (مفتی تقی صاحب): ۴ / ۱۷۴)

مہلت دی گئی ہے، مگر اس مہلت کے بعد بھی فوری مطالبہ کا حق اس کے لئے ہر وقت موجود رہتا ہے وہ جب چاہے ثمن وصول کر سکتا ہے، برخلاف بیع موجل کے کہ اس میں معینہ مدت سے پہلے بائع کے لئے مطالبہ کا استحقاق قائم نہیں ہوتا۔

۲۸۹- **ضابطہ:** مشتری کی موت سے بیع میں تا جیل ختم ہو جاتی ہے، بائع کی موت سے ختم نہیں ہوتی۔ (شامی: ۵۳/۷)

تشریح: پس اگر بیع میں ثمن کی ادائیگی کی کوئی مدت مقرر کی تھی تو اس مدت کے ختم ہونے سے پہلے اگر بائع کا انتقال ہو جائے تو مدت ختم نہ ہوگی، بائع کے ورثاء وہ مدت ختم ہونے سے پہلے اس سے مطالبہ نہیں کر سکتے۔ اور اگر مشتری کا انتقال ہو جائے تو وہ مدت ختم ہو جائے گی، بائع اس کے ترکہ میں سے فوری مطالبہ کر سکتا ہے، کیونکہ مشتری ثمن کا مدیون ہے، اور بائع (حکماً) دائن ہے۔ اور مدیون کی موت سے اجل (مدت) ختم ہو جاتی ہے، نہ کہ دائن کی موت سے۔^(۱)

۲۹۰- **ضابطہ:** بیع میں ثمن اور بیع دونوں ادھار ہوں تو بیع درست نہ ہوگی۔^(۲)

تشریح: کیونکہ یہ بیع الکالی بالکالی (بیع الدین بالدین) ہے اور حدیث شریف میں اس سے منع کیا گیا ہے۔^(۳)

فائدہ: اصل تو یہ ہے کہ بیع میں ثمن اور بیع دونوں نقد ہوں، کسی طرف سے بھی ادھار نہ ہو، لیکن شریعت نے انسانی ضرورت کی بنا پر ایک جانب سے ادھار کی گنجائش رکھی ہے۔ چنانچہ اگر بیع نقد ہو اور ثمن ادھار ہو تو یہ بیع ”تا جیل“ یا ”موجل“ ہے اور بیع ادھار ہو اور ثمن نقد ہو تو یہ بیع ”سلم“ ہے۔



(۱) (شامی: ۵۳/۷، ملخصاً)

(۲) وإن كان كلاهما ديناً لم يجز. (ہندیہ: ۱۳/۳)

(۳) (ہدایہ: ۸۱/۳)

بیع فاسد اور باطل کا بیان

۲۹۱- **ضابطہ:** ہر وہ خلل جو رکن بیع میں ہو وہ بیع کو باطل کرتا ہے اور جو غیر رکن میں (یعنی وصف وغیرہ میں) ہو وہ بیع کو فاسد کرتا ہے۔^(۱)

تشریح: بیع کا رکن ایجاب و قبول ہے، اس میں خلل (نقصان) دو طرح سے ہوتا ہے، ایک یہ کہ وہ رکن غیر اہل سے صادر ہو یا اس طور کے اس کو کرنے والا نا سمجھ بچہ یا مجنون ہو۔ دوسرے یہ کہ اس (رکن) کا تعلق غیر محل سے ہو یعنی ایسی چیز سے ہو جس کو کسی آسمانی مذہب میں مال تسلیم نہ کیا گیا ہو جیسے، مردار، شراب، آزاد وغیرہ — پس نا سمجھ بچہ اور مجنون کا بیع کرنا باطل ہے، اسی طرح مرادار، شراب، خنزیر وغیرہ کو (بحیثیت بیع) فروخت کرنا باطل ہے۔

غیر رکن میں خلل سے مراد یہ ہے کہ بیع اپنے اصل کے لحاظ سے تو درست ہو، لیکن اس کے کسی وصف میں فساد آگیا ہو، جیسے بیع غیر مقدور^{التسلیم} ہو یا اس میں ایسی کوئی شرط لگائی گئی ہو جو مقتضائے عقد کے خلاف ہو۔^(۲)

ملحوظہ: علماء نے عبادات میں فاسد اور باطل کے درمیان کوئی فرق نہیں کیا ہے، یہ فرق معاملات اور نکاح میں کیا ہے، اور اس میں بھی کبھی مجازاً ایک کا دوسرے پر اطلاق کر دیتے ہیں، پس قرآن سے اس پر مطلع ہونا ضروری ہے۔^(۳)

(۱) وکل ماورث خللاً فی رکن البیع فهو مبطل، وما اورثه فی غیرہ فمفسد۔
(الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۷/۲۳۴) یفرق بین الفساد اذا دخل و بین اذا دخل فی علقۃ من علاقته۔ (قواعد الفقہ، ص: ۱۸۴ - قاعدہ: ۱۴۳)

(۲) (مستفاد شامی: ۷/۲۳۴ - تقریرات الرافعی: ۱۳۷)

(۳) وقد يطلق الفساد بمعنى الباطل مجازاً... أن أئمتنا لم يفرقوا في العبادات بينهما وإنما فرقوا في المعاملات، ح. (شامی: ۲/۱۴۶، مطلب واجبات الصلوة)

۲۹۲- ضابطہ: بیع فاسد میں قبضہ کے بعد ملکیت ثابت ہو جاتی ہے، برخلاف

بیع باطل میں، کہ اس میں ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔^(۱)

تفریعات:

(۱) پس بیع فاسد سے خرید کردہ گھر کے پاس کوئی گھر بیچا جائے تو اس میں مشتری کو حق شفعہ حاصل ہوگا، جبکہ بیع باطل سے خرید کردہ گھر میں حق شفعہ ثابت نہ ہوگا۔

لیکن بیع فاسد میں خود اس بیع فاسد میں پڑوسی کے لئے کوئی شفعہ ثابت نہ ہوگا، کیونکہ بائع کا حق اس بیع سے بالکلیہ منقطع نہیں ہوا، اس کو واپس لینے کا حق ہے۔ حاصل یہ کہ بیع فاسد دوسرے میں تو شفعہ ثابت کرے گی، لیکن خود اس میں شفعہ ثابت نہ ہوگا۔^(۲)

(۲) اگر مشتری کے قبضہ میں بیع ہلاک ہوگئی تو بیع باطل کی صورت میں اس پر کوئی ضمان لازم نہ ہوگا، کیونکہ وہ بیع اس کے پاس بطور امانت تھی، اس لئے کہ جب عقد باطل ہو گیا تو بائع کی اجازت سے محض قبضہ باقی رہا اور یہ ضمان کا موجب نہیں، مگر یہ کہ تعدی ہو۔ اور بیع فاسد میں ضمان لازم ہوگا، کیونکہ اس میں اگرچہ مشتری کی ملکیت ثابت ہوگئی تھی لیکن وہ ملک خبیث تھی، اس کو واپس کرنا اس کے ذمہ لازم تھا، اور اس کو امانت بھی نہیں قرار نہیں دیا جاسکتا، اس لئے کہ عقد اپنے اصل کے لحاظ سے درست تھا۔

ضمان سے مراد اگر وہ چیز مثلی ہے تو مثل دینا لازم ہے ورنہ قبضہ کے وقت اس کی جو

(۱) (المر المختار علی هامش رد المحتار: ۷/ ۲۴۶ - ۲۹۱)

(۲) لو اشتری داراً شراءً فاسداً وقبضها لا یثبت للجاری حق الشفعة (ولا شفعة بها) هذا سبق نظر، لأن الذی فی الجوهرۃ هکذا: وإذا کان المشتري داراً لیبعت داراً إلی جنبها ثبت الشفعة للمشتري ولا تجب فیها شفعة للشفیع الخ (شامی: ۷/ ۲۸۹)

قیمت تھی وہ قیمت دینا لازم ہے۔^(۱)

مستثنیات: مگر تین مسائل مستثنیٰ ہیں، ان میں بیع فاسد سے ملکیت ثابت نہیں ہوتی، اور وہ یہ ہیں:

۱۔ جو بیع مذاقاً کی گئی وہ فاسد ہے، مگر اس میں مشتری کے لئے ملکیت ثابت نہ ہوگی۔

۲۔ باپ نے اپنے مال سے چھوٹے بچے کیلئے بیع فاسد سے کوئی چیز خریدی، تو جب تک وہ بچہ اس چیز کو استعمال نہ کرے اس میں بچہ کے لئے ملکیت ثابت نہ ہوگی (کیونکہ اس چیز پر باپ کا قبضہ حاصل ہے، تو اب بچہ کے لئے اس کا استعمال ضروری ہے تاکہ نیا قبضہ متحقق ہو)

۳۔ اسی طرح باپ نے بچہ کے مال میں سے اپنے لئے کوئی چیز خریدی تو اس میں بھی ملکیت ثابت نہ ہوگی۔

پس ان تین صورتوں میں مشتری کے قبضہ میں بیع فاسد بطور امانت رہے گی۔^(۲)
فائدہ: بیع فاسد میں قبضہ کے بعد مشتری کے لئے ملکیت کے تمام احکام: حق

(۱) والبیع الباطل حکمہ علم ملک المشتري إياه إذا قبضه فلا ضمان لو هلك المبيع عنده لأنه أمانة..... فی البیع الفاسد..... بمثله إن مثلاً وإلا فقیمتہ یعنی إن بعد هلاكه أو تعلقه يوم قبضه لأن به يدخل فی ضمانه (الدر المختار علی هامش رد المختار: ۷/ ۲۸۷-۲۹۰)

(۲).....ملکہ إلا فی ثلاث: فی بیع الهازل، وفی شراء اللأب من ماله لطفله أوبیعه له كذلك فاسداً لا یملکہ حتی یسعمله والمقبوض فی ید المشتري أمانة لا یملکہ به (الدر المختار) وفی شراء الأب.....الخ وقعت هذه العبارة كذلك فی البحر والأشباه عن المحيط، وصوابها: وفی شراء الأب من مال طفله لنفسه فاسداً أوبیعه من ماله لطفله كذلك. (شامی: ۷/ ۲۸۸-۲۹۰)

شفعہ وغیرہ ثابت ہو جاتے ہیں، مگر یہ پانچ احکام ثابت نہیں ہوتے: (۱) اس کا کھانا حلال نہیں — (۲) اس کا پہننا جائز نہیں — (۳) اس سے وطی کی اجازت نہیں — (۴) بائع کا اس سے شادی کرنا جائز نہیں — (۵) اس میں حق شفعہ ثابت نہ ہوگا (لیکن اس بیع فاسد کی وجہ سے مشتری کے لئے حق شفعہ ثابت ہوگا، جیسا کہ گذر چکا) ^(۱)

۲۹۳- ضابطہ: مشتری بیع فاسد کو بائع کے پاس ہبہ، صدقہ، بیع وغیرہ خواہ کسی بھی صورت میں لوٹائے، تو یہ بیع کو ترک کرنا ہے، اس سے وہ اپنے ضمان سے نکل جائے گا۔ ^(۲)

تشریح: بیع فاسد کا ترک کرنا متعاقدين پر لازم ہے، اس میں بیع کا استعمال مشتری کے لئے اور ثمن کا استعمال بائع کے لئے جائز نہیں، لیکن جب تک بیع مشتری کے قبضہ میں ہو اس کا ضمان (RISK) مشتری پر رہتا ہے، تا آنکہ بیع کو ترک نہ کیا جائے، اور بیع ترک کرنے میں کوئی خاص صورت لازم نہیں، بلکہ ہبہ، صدقہ، بیع، اعارة، اجارہ وغیرہ خواہ کسی بھی طریق سے بیع جب بائع کے پاس پہنچ جائے تو بیع کا ترک مان لیا جائے گا، اب وہ چیز بائع کی ہو جائے گی اور مشتری اپنے ضمان سے نکل جائے گا۔

۲۹۴- ضابطہ: جب کسی عقد میں فساد اور صحت دونوں جہتیں ہوں تو متعاقدين

(۱) واذا ملکہ ثبت کل احکام الملك الا خمسة: لا یحل له اكله، ولا لبسه، ولا وطؤها، ولا ان يتزوجها منه البائع، ولا شفعة لجاره لو عقاراً. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۷/۲۸۹)

(۲) کل مبيع فاسد رده المشتري علی بائعه بهبة أو صدقة أو بيع أو بوجه من الوجوه كأعارة وإجارة وغصب، ووقع فی ید بائعه فهو متاركة للبيع وبرء المشتري من ضمانه. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۷/۲۹۱)

جب تک جہت فساد کی صراحت نہ کریں بیع کو صحت کی طرف لوٹایا جائے گا۔^(۱)
 جیسے دس کلو چاندی اور دس کلو زیتون کو آٹھ کلو چاندی اور بارہ کلو زیتون کے عوض بیچا
 اور عاقدین نے صراحت کر دی کہ چاندی چاندی کے عوض ہے اور زیتون زیتون کے
 عوض تو بیع فاسد ہوگی کیونکہ اس میں جہت فساد جس میں ربالا لازم آتا ہے کی صراحت
 کر دی گئی ہے۔ لیکن اگر وہ صراحت نہ کرتے تو بیع کو صحت کی طرف لوٹا دیا جاتا
 اس طرح کہ چاندی کو زیتون اور زیتون کو چاندی کے عوض مان لیا جاتا، جس میں کوئی
 فساد نہیں۔

۲۹۵- ضابطہ: قبل القبض بیع کا ہلاک ہونا بیع کو فاسد کر دیتا ہے، جبکہ ثمن
 کا ہلاک ہونا فاسد نہیں کرتا۔^(۲)

تشریح: کیونکہ بیع کا متعین ہونا ضروری ہے، اور ثمن کے لئے یہ ضروری نہیں، بلکہ
 ثمن تو متعین کرنے سے بھی متعین نہیں ہوتا۔

۲۹۶- ضابطہ: شرط فاسد سے بیع کا فساد اس وقت ہوتا ہے جبکہ اس شرط کا
 ذکر عقد میں ہو، عقد سے پہلے یا بعد میں ذکر سے بیع فاسد نہیں ہوتی۔^(۳)

جیسے عقد ہو گیا اس کے بعد بائع نے کہا جب تم کو یہ چیز (یعنی بیع) بیچنے کا ارادہ ہو

(۱) المتعاقدان إذا صرحا بجهة الفساد فهو كما صرحا وإلا صرف إلى الصحة
 (قواعد الفقه، ص: ۱۱۸-قاعده: ۳۰۵)

(۲) ان هلاك المبيع قبل القبض يوجب فسخ العقد وهلاك الثمن لا يوجب
 (الجوهرة النيرة: ۱/ ۲۳۹)

(۳).....وبه أفتى في الخيرية وقال: فقد صرح علماؤنا بأنهم لو ذكر البیع بلا
 شرط ثم ذكروا الشرط على وجه العدة جاز البیع ولزم الوفاء بالوعد.....فی
 جامع الفصولین ایضاً: لو شرط شرطاً فاسداً قبل العقد ثم عقد لم یبطل العقد
 (شامی: ۷/ ۲۸۱)

تو مجھے ہی بیچنا اور کسی کو نہیں، مشتری نے اس کو تسلیم کر لیا تو اس سے بیع میں کوئی فساد نہ آئے گا، لیکن اگر عقد میں اس کو شرط کے طور پر ذکر کیا جاتا تو بیع فاسد ہو جاتی۔

اسی طرح بیع بالوفاء (کہ اس میں بائع کی طرف سے اس شرط پر بیع کی جاتی ہے کہ جب رقم میرے پاس آجائے گی تو میں اس کو اتنے میں ہی واپس خرید لوں گا) جائز نہیں، لیکن اس میں اگر شرط فاسد کا ذکر عقد کے بعد ہو تو کوئی حرج نہیں، پھر وہ بیع بالوفاء نہ رہے گی۔^(۱)

۲۹۷- ضابطہ: بیع فاسد و باطل اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتی جب تک پہلے عقد کو ختم کر کے دوبارہ عقد نہ کیا جائے۔^(۲)

تشریح: پس بیع تعاطی کے ذریعہ بیع فاسد کو صحیح قرار نہیں دیا جاسکتا، کیونکہ فاسد کو متضمن ہونے والی چیز بھی فاسد ہو جاتی ہے۔ جیسے کسی نے بیع سلم میں مدت مجہول رکھی تو وہ بیع فاسد ہے، پھر بائع نے بیع حوالہ کر دی تو بیع بالتعاطی مان کر اس کو صحیح نہیں قرار دیا جاسکتا، کیونکہ وہ دونوں اسی سابقہ عقد پر سپردگی کو تسلیم کرتے ہیں، اور سابقہ عقد فاسد تھا تو اس پر مبنی چیز (بیع تعاطی) بھی فاسد ہوگی۔^(۳)

بلکہ صراحتاً دوبارہ ایجاب قبول کیا جائے تب بھی بیع فاسد صحت میں نہیں پلٹتی جب تک پہلی بیع کو ختم نہ کیا جائے، جیسے بیع فاسد کے طور پر کپڑا خریدا دوسرے دن مشتری کی بائع سے ملاقات ہوئی اس نے کہا تم نے مجھے وہ کپڑا اتنے میں بیچا ہے، بائع نے کہا: ہاں بیچا ہے، مشتری نے کہا ٹھیک ہے میں نے وہ خرید لیا تو یہ بیع اب بھی فاسد ہے، کیونکہ انہوں نے پہلی بیع کو فسخ نہیں کیا۔ اگر پہلی بیع کو فسخ کر دیتے تو آج

(۱) (شامی: ۲۸۱/۷) (۲) أن الإيجاب والقبول بعد عقد فاسد لا ینعقد بهما

البيع قبل متاركة الفاسد.. الخ (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۲۸/۷)

(۳) والبرازية: إن التعاطی بعد عقد فاسد أو باطل لا ینعقد به البيع لأنه بناء علی

السابق وهو محمول علی ما ذکرناه. (اشامی: ۲۹/۷)

یہ بیع جائز ہوتی۔^(۱)

البتہ فقہاء نے لکھا ہے کہ جب مجلس میں وجہ فساد ختم ہو جائے تو تعاظمی سے بیع صحیح ہو جاتی ہے، جیسے کسی نے کوئی چیز اس پر لکھی ہوئی قیمت کے عوض خریدی (اس کو بیع بالرقم کہتے ہیں) اور اس کو معلوم نہیں کہ اس پر کیا قیمت لکھی ہوئی ہے تو ثمن کے مجہول ہونے کی وجہ سے بیع فاسد ہے، لیکن اگر اسی مجلس میں مشتری کو کسی طرح قیمت کا علم ہو جائے تو مجلس میں وجہ فساد ختم ہونے سے وہ بیع تعاظمی کے طور پر صحیح ہو جائے گی۔^(۲)

مکروہات بیع کا بیان

۲۹۸-ضابطہ: جو بیع کسی شرعی حکم کی ادائیگی میں مغل ہو یا اس میں باہمی رقابت و منافست یا دھوکا دہی ہو وہ مکروہ ہے۔

جیسے اذان جمعہ کے بعد اس طرح خرید و فروخت کرنا کہ اس کی وجہ سے مسجد پہنچنے میں تاخیر ہو جائے مکروہ ہے۔

اسی طرح اگر کوئی شخص کسی سے سودا کر رہا ہو اور ابھی اس کی بات مکمل نہ ہوئی ہو کہ

(۱) بضرع علیہ مافی الخانیة: لو اشترى ثوباً شراءً فاسداً ثم لقيه غداً فقال قد بعته ثوبك هذا بألف درهم فقال بلی فقال قد أخذته فهو باطل، وهذا علی ما كان قبله من البيع الفاسد، فإن كانا تشاركاً في البيع الفاسد فهو جائز اليوم (شامی): (۲۹/۷)

(۲) وظاهر هذا عدم اشتراط متاركة الفاسد، وقد يجاب علی بعد بحمل الاشتراط علی ما إذا كان التعاظمی بعد المجلس أما فيه فلا يشترط كما هنا وما ذكره عن الحلواني في البيع بالرقم جزم بخلافه في الهندية آخر باب المراجعة، وذكر أن العلم في المجلس يجعل كابتداء العقد ويصير كآخر القبول إلى آخر المجلس، وبه جزم في الفتح هنا أيضاً. (شامی: ۲۹/۷)

اس سے پہلے دوسرا گاہک اس سے زیادہ قیمت بیان کرے اور تاجر کو اپنی طرف متوجہ کرے، یہ مکروہ ہے، حدیث شریف میں اس کو ”بیع علی بیع اخبہ“ اور ”سوم علی سوم اخبہ“ (اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرنا، اور اپنے بھائی کے سودے پر سودا کرنا) سے تعبیر کیا ہے، کیونکہ اس میں رقابت و منافست ہے اور پہلے گاہک تکلیف پہنچانا ہے۔ ہاں اگر وہ اپنی بات مکمل کر لے اور اس کا خریدنے کا ارادہ نہ ہو تو پھر بات کرنے میں حرج نہیں، منگنی یعنی رشتہ نکاح کا حکم بھی یہی ہے۔ اسی طرح اگر ابھی بات شروع نہ ہوئی ہو اور بائع کی طرف سے یہ مطالبہ ہو کہ جو زیادہ قیمت دے گا میں اس کو دوں گا تو اس وقت بھی حرج نہیں۔

اور دھوکا دہی کی صورت یہ ہے کہ: مثلاً بائع نے کسی شخص کو متعین کر دیا کہ گاہک دیکھ کر اجنبی بن جانا اور اس چیز کی خرید کا مطالبہ کرنا اور زیادہ قیمت میں لے لینا حالانکہ حقیقت میں ہم دونوں کے درمیان بیع نہ ہوگی، بلکہ گاہک کو ایک طرح کا دھوکا دیں گے کہ وہ ہمارا معاملہ دیکھ کر زیادہ قیمت میں خریدے، یا کم از کم اس کا اچھا بازاردیکھ کر نفس خریدنے کیلئے تیار ہو جائے۔ یا جیسے بائع سامان کی تعریف میں ایسے اوصاف بیان کرے جو اس میں نہ ہوں، تاکہ مشتری دھوکے میں آ کر خرید لے۔ یا اس کے علاوہ کوئی اور دھوکا دہی کی صورت اختیار کرے، تو ان سب صورتوں میں بائع کی جانب میں بیع مکروہ ہے، اور اگر مشتری بائع کے ساتھ کوئی ایسا دھوکا کرے تو پھر اس کی جانب میں بیع مکروہ ہوگی۔^(۱)

۲۹۹- **ضابطہ:** غیر مسلموں کی وہ مذہبی چیزیں جن میں ان کیلئے ذلت ہو بیچنا

جائز ہے۔

تشریح: پس نصاریٰ کا زنا، مجوس کی ٹوپی اور سادھوؤں کا لباس وغیرہ بیچنا درست

(۱) (مستفاد ہدایہ: ۳/ ۶۶-۶۷ - بنایہ: ۷/ ۲۷۷، ۲۸۰، شامی: ۷/

ہے۔ کیونکہ شریعت اسلامیہ کے نزدیک ان باطل مذہبوں کا شعار کوئی اعزاز کی چیز نہیں، بلکہ وضع کے اعتبار سے اس میں ان کی تذلیل ہے۔^(۱)

مگر فتاویٰ محمودیہ میں ہے کہ ایسی تجارت سے اجتناب و احتیاط بہتر ہے۔^(۲)

اسباب معصیت کی بیع

۳۰۰-ضابطہ: ہر وہ چیز جو کسی معصیت کا سبب بنے تو اگر اس کا کوئی جائز استعمال نہ ہو تو اس کو بیچنا جائز نہیں، اور جس کا کوئی جائز استعمال بھی ہو تو اس کو بیچنا جائز ہے۔

جیسے مورتیاں، مجسمے، بینڈ باجہ، تاش کے پتے، فلم کی سی ڈیاں وغیرہ وہ چیزیں جن کا جائز طریقہ پر استعمال بالکل نہیں ہوتا بیچنا جائز نہیں۔

اور جس شی کا کوئی جائز استعمال موجود ہو، اگرچہ وہ عام طور سے ناجائز کام میں استعمال ہوتی ہو، جیسے ریڈیوں، کیمرہ، افیون، مہوا اور نشہ آور پتے، نرودھ، مانع حمل دوائیں، تصویر والے کپڑے اور وہ کپڑے جو غیر مسلم پہنتے ہیں، وغیرہ... کا بیچنا جائز ہے (البتہ اگر خریدنے والا مسلمان ہو اور یہ علم ہو کہ یہ اس کو ناجائز کام میں ہی استعمال کرے گا تو اس کے ہاتھ ایسی چیز بیچنا مکروہ تحریمی ہے)^(۳)

(۱) لا یکرہ بیع الزنا بئر من النصرانی، والقلنسوة من المجوسی، لأن ذلك إذلال لهما (شامی: ۵۶۲/۹، کتاب الحظر والإباحة-و تبیین الحقائق: ۴/

۶۵، کتاب الکراہیۃ، فصل فی بیع) (۲) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/۱۳۸)

(۳) (مستفاد: جواہر الفقہ: ۲/۴۵۱ تا ۴۵۶-اسلام اور جدید معاشی مسائل

(مفتی تقی صاحب): ۴/۱۱ تا ۱۷-فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/۱۲۰ تا ۱۵۰-

والضابط علیہم أن کل مالہ منفعۃ تحل شرعاً فإن بیعہ یجوز، لأن الأعیان

خلقت لمنفعة الإنسان. الفقہ الاسلامی وأدلته: ۵/۳۴۳۱-کل ما یمنع ←

استدارک: شراب کا بھی اگرچہ جائز استعمال موجود ہے، کہ اس کو سرکہ بنایا جاسکتا ہے، لیکن نص قرآنی: ﴿وَجَسَّ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ﴾ کی وجہ سے اس میں یہ اصول مؤثر نہ ہوگا اور اس کی بیع قطعاً حرام ہوگی۔

فائدہ: افیون، بھنگ، ہیروئن اور الکحل (جو آج کل کیمیائی طریقے سے بنایا جاتا ہے) نشہ آور ہونے کی وجہ سے حرام ضرور ہے، لیکن حنفیہ کے مسلک کے مطابق یہ چیزیں خمر (شراب) کی تعریف میں نہیں آتیں، پس ان کی حرمت شراب سے کم درجہ کی ہوگی، یہی وجہ ہے کہ اگر اسلامی حکومت ہو تو شراب پینے والے پر حد جاری کی جاتی ہے اور افیون وغیرہ کھانے والے پر حد جاری نہیں کی جاتی ہے، البتہ تعزیری سزا دی جاتی ہے۔^(۱) پس بیع کے حکم میں بھی فرق ہوگا، کہ افیون وغیرہ کی بیع ان کا جائز استعمال دواؤں کے اندر اور علاج میں بیرونی استعمال لیپ وغیرہ ممکن ہونے کی وجہ سے جائز ہوگی^(۲) اور شراب کہ بیع ممانعت نص قطعی کی وجہ سے بالکل جائز نہ ہوگی۔

ملحوظہ: خیال رہے کہ افیون، بھنگ وغیرہ کی بیع کی جواز کا مسئلہ صرف معلومات کی حد تک ہونا چاہئے، اس پر فتویٰ نہیں دینا چاہئے تاکہ فتنہ پرور لوگ اس میں اپنا مقصد نہ

→ بہ فحائز بیعہ والاجارۃ علیہ القواعد الفقہیۃ: ۱۲۸ - و جاز بیع عصیر
عنب ممن یعلم أنه یتخذ خمراً..... و قیل یکرہ لإعانتہ علی المعصیۃ، و نقل
المصنف عن السراج: والمشکلات أن قوله "ممن" ای من کافر، أما بیعہ من
المسلم فیکرہ ومثله فی الجوہرۃ.. الخ (الدر المختار) وفی الشامیۃ: (ممن
یعلم) فیہ إشارة إلی أنه لو لم یعلم لم یکرہ بلا خلاف (شامی: ۹/۵۶۰، کتاب
الحضر والإباحۃ)

(۱) (و یحرم أکل البنج والحشیشۃ والافیون لکن دون حرمة الخمر، فإن أکل
شیئاً من ذالک لأحد علیہ بل یعزر بما دون الحد. الدر المنقہ علی هامش
مجمع الأنہر: ۴/۲۵۱ کتاب الأشربة) (۲) (احسن الفتاوی: ۶/۴۹۴)

نکالیں، جیسا کہ فقہاء نے کاشت کی محصول کے مسئلہ میں ”کہ اگر زمین میں عمدہ چیز اگانے کی صلاحیت تھی لیکن زمین دار نے گھٹیا چیز اگائی تو اس سے عمدہ کاشت کا محصول لیا جائے گا“ لکھا ہے کہ یہ مسئلہ صرف معلومات کی حد تک رکھا جائے اس پر فتویٰ نہ دیا جائے، تاکہ اس کے بہانے سے ظالم حکمران لوگوں کے پاس سے ظلماً مال وصول نہ کرنے لگ جائیں۔^(۱)

اس بات کو مفتی تقی صاحب مدظلہ العالی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں: فرماتے ہیں: ”ٹی وی وغیرہ کی بیع اگرچہ درست ہے لیکن اس کا کاروبار نہیں کرنا چاہئے، جیسے کسب الحجام کے متعلق آپ..... سے پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: ”کسب الحجام خبیث“ لیکن ناجائز نہیں فرمایا، شرعاً جائز ہے، ساتھ یہ فرمایا کہ یہ پیشہ اچھا نہیں، اسی طرح ٹی وی اور ایفون وغیرہ کی بیع کا پیشہ اختیار کرنا بھی کوئی اچھا کام نہیں ہے کسی مسلمان کو اس کا مشورہ نہیں دینا چاہئے۔ لیکن بالکل حرام کہنا کہ اس کے نتیجہ میں آمدنی حرام ہوگئی ہے یہ کہنا صحیح نہیں“^(۲)

مشکوک چیزوں کی خرید و فروخت

۳۰۱- ضابطہ: محض کسی چیز کے حرام ہونے کے شبہ سے اس کا خریدنا ناجائز نہ ہوگا (جب تک یقین یا ظن غالب نہ ہو)^(۳)

(۱) وقالوا إذا زرع صاحب الأرض أرضه ما هو أدنى مع قلدوته على الأعلى، وجب عليه خراج الأعلى، قالوا وهذا يعلم ولا يفتى به كيلا يتجرى الظلمة على أخذ أموال الناس. (شرح عقود رسم المفتي، ص: ۱۵۸، دار الكتاب دیوبند)

(۲) (مستفاد: اسلام اور جدید معاشی مسائل (مفتی تقی عثمانی صاحب): ۴/۱۴)

(۳) (مستفاد مجمع الأنهر: ۴ / ۴۷۶ - اليقين لا يزول بالشك. قواعد الفقه، الأشباه)

تفریعات:

(۱) پس کوئی شخص کسی قیمتی چیز کو بہت کم پیسوں میں بیچ رہا ہے جس سے خریدنے والے کو یہ شبہ ہوا کہ شاید اس نے یہ چیز چوری یا غصب سے حاصل کی ہوگی تو محض ایسے شبہ سے اس کا خریدنا ناجائز نہ ہوگا، جب تک کہ قرائن سے اس کے حرام ہونے کا یقین یا ظن غالب نہ ہو۔^(۱)

(۲) اسی طرح بعض چیزیں جس میں بلا تحقیق لوگوں میں محض افواہ کے طور پر اس میں ناجائز اشیاء کی ملاوٹ ہونا کہا جاتا ہے، مثلاً فلاں شکر میں مرادر کی ہڈی ڈالی جاتی ہے، پارلے بسکٹ یا چیونگم میں خنزیر کی چربی ڈالی جاتی ہے وغیرہ..... تو محض ایسی افواہوں کی وجہ سے کسی چیز کی بیع ناجائز نہ ہوگی، جب تک یقینی و معتبر ذرائع سے وہ بات ثابت نہ ہو جائے۔^(۲)

خيار شرط کا بیان

تمہید: خيار شرط یہ ہے کہ مثلاً بائع یا مشتری یا دونوں اس بات کی شرط لگا دیں کہ وہ اس سودے پر مزید غور و فکر کریں گے، پھر سودے کو باقی رکھنے یا نہ رکھنے کا ان کو (تین دن تک) اختیار ہوگا۔

۳۰۲- ضابطہ: ہر وہ عقد جو لازم نہیں ہوتا یعنی اس میں ہر فریق کو یک طرفہ عقد ختم کرنے کا حق ہوتا ہے (جیسے وکالت، شرکت، وصیت وغیرہ) یا وہ عقد جو لازم تو ہوتا ہے لیکن فسخ کا احتمال نہیں رکھتا (جیسے نکاح، طلاق، یمین، نذر وغیرہ) ان میں خيار

(۱) (حاشیۃ الطحطاوی علی هامش الدر: ۱۹۲/۴) (۲)..... ولذا حل التناول

مما فی الأسواق مع أنها لا تخلو عن محرم ومسروق ومغصوب، فالقليل من المحرم لا يمكن الاحتراز عنه كقليل نجاسة..... فی الخيانة وغيرها: ليس زماننا

زمان اجتناب الشبهات. (الدر المنقى علی هامش مجمع الأنهر: ۴/۷۶)

تفریع: پس خیار کے بعد جب مشتری کے قبضہ میں بیع ہلاک ہو جائے تو اگر خیار بائع کے لئے تھا تو مشتری اس بیع کی عام بازار قیمت کا ضامن ہوگا، کیونکہ اس صورت میں بیع ابھی بائع کے ملک سے خارج نہیں ہوئی تھی۔ اور اگر خیار مشتری کے لئے تھا تو جو ثمن مقرر ہوا تھا مشتری اس کا ضامن ہوگا، کیونکہ اس صورت میں بائع کی جانب سے بیع لازم ہو کر بیع اس کی ملک سے نکل گئی تھی۔ اور اگر بیع بجائے مشتری کے بائع کے قبضہ میں ہلاک ہو جائے تو دونوں صورتوں میں بیع فسخ ہو جائے گی، کیونکہ قبل القبض بیع کا ہلاک ہونا عقد کو فسخ کر دیتا ہے۔^(۱)

لیکن مدت خیار میں بیع کے زوائد (اولاد و اسباب) جو حاصل ہوں وہ موقوف ہوں گے، اگر بیع تام و نافذ ہو گئی تو وہ مشتری کے ہیں ورنہ بائع کے۔^(۲)

۳۰۵-ضابطہ: خیار کے بعد بیع کو قبول کرنے کے لئے دوسرے فریق کی

موجودگی ضروری نہیں، جبکہ رد کے لئے دوسرے فریق کی موجودگی ضروری ہے۔^(۳)

تشریح: من لہ الخیار (جس کے لئے اختیار ہے) کو تین دن کے اندر بیع کو رد کرنے یا باقی رکھنے کا اختیار ہوتا ہے، تو اگر اس کو بیع قبول کرنا ہو تو دوسرے فریق کا موجود ہونا ضروری نہیں (کیونکہ اس کی طرف سے تو قبول ہی ہے) اور رد کرنے کیلئے دوسرے فریق کا موجود ہونا ضروری ہے (فون کے ذریعہ رد کر دے تو بھی صحیح ہے یہ حکم موجود ہونا ہے) ورنہ تین دن گزر جانے کے بعد بیع لازم ہو جائے گی پھر رد کرے تو اعتبار نہ ہوگا۔

(۱) (فتح القدیر: ۶/۲۸۳، البحر الرائق: ۶/۱۳ - ۱۴ - ۱۹)

(۲) ان زوائد المبیع موقوفۃ، ان تم البیع کانت للمشتري وإن فسخ کانت للبائع. (شامی: ۷/۱۲۴، البحر: ۶/۱۴) (۳) وله أن یجیز لہ ان أجاز بغير حضرة صاحبه جاز وإن فسخ لم یجز إلا أن یکون الآخر حاضراً. (ہدایہ: ۳/۳۲، البحر: ۶/۲۷)

فائدہ: اگر من لہ الخیار کا تین دن میں انتقال ہو جائے تو عقد لازم ہو جائے گا، اور اس کے وارث کو یہ حق خیار منتقل نہ ہوگا۔^(۱)

خیار تعین کا بیان

تمہید: خیار تعین: خیار شرط ہی سے قریب خیار کی ایک صورت ہے، اس میں بیچنے والا خریدار کے ہاتھ چند چیزوں میں سے بلا تعین کوئی ایک چیز معین قیمت پر فروخت کرتا ہے، اور خریدار کو اختیار دیتا ہے کہ ان میں سے کوئی ایک چیز متعین کر لے، یہ اختیار اس کو تین دن تک حاصل ہوتا ہے، تین دن کے بعد اس کو تعین پر مجبور کیا جائے گا۔ اور جس طرح خریدار کو خیار تعین حاصل ہوتا ہے بیچنے والے کو بھی اپنے سامان میں اس خیار کا حق رہتا ہے کہ وہ اپنے لئے تعین کی شرط کے ساتھ بیچے۔^(۲)

۳۰۶- ضابطہ: خیار تعین صرف ذوات القیم میں درست ہے، ذوات الامثال میں درست نہیں۔^(۳)

تشریح: خیار تعین ذوات الامثال یعنی کیلی و وزنی اشیاء (گیہوں، چاول، تیل وغیرہ) اور وہ چیزیں جن کے افراد میں زیادہ تفاوت نہیں ہوتا (جیسے اخروٹ، انڈے وغیرہ) میں درست نہیں، کیونکہ ان کے افراد میں جب تفاوت نہیں ہوتا ہے تو تعین کی کوئی ضرورت نہیں۔ تعین کی ضرورت وہاں ہوتی ہے جن کے افراد میں زیادہ تفاوت ہوتا ہے، مثلاً حیوان، کپڑے وغیرہ۔ ایسی چیزوں کو اصطلاح میں ذوات القیم کہتے ہیں۔

۳۰۷- ضابطہ: خیار تعین تین سے زیادہ چیزوں میں حاصل نہیں ہوتا۔

تشریح: کیونکہ یہ خیار حاجت کی وجہ سے جائز کیا گیا ہے، اور تین چیزوں سے

(۱) واذا مات من له الخيار بطل خياره ولم ينتقل إلى ورثته. (ہدایہ: ۳/ ۳۲)

(۲) (شامی: ۷/ ۱۴۰-۱۴۱) (۳) صح خیار التعین فی القیمات لافی

المثلیات. (ہندیہ: ۳/ ۵۴)

حاجت پوری ہو جاتی ہے، کہ تین میں عمدہ، گھٹیا، اور متوسط تینوں وصف آسکتے ہیں، پس زیادہ کی حاجت نہ رہی۔^(۱)

۳۰۸- ضابطہ: اختیار تعین و اختیار شرط کی صورت میں بیع میں تصرف کرنا دلالتِ اجازت ہوتی ہے (اور اختیار ختم ہو جاتا ہے)^(۲)

تشریح: پس جو چیز اختیار شرط یا اختیار تعین کے ساتھ خریدی اور بائع کو اطلاع دے بغیر اس میں مشتری نے تصرف شروع کر دیا تو یہ اس کی طرف سے دلالتِ اجازت متصور ہوگی، اور اختیار ختم ہو جائے گا، پس اختیار شرط کی صورت میں بیع نافذ ہو جائے گی اور اختیار تعین کی صورت میں جس چیز میں تصرف کیا ہے وہ بیع کے لئے متعین ہو جائے گی۔

خیار رویت کا بیان

(بن دیکھے سامان میں دیکھنے کے بعد اختیار)

۳۰۹- ضابطہ: خیار رویت ہر ایسے عقد میں حاصل ہوتا ہے جو فسخ کو قبول کرتا ہے، جیسے بیع، اجارہ، تقسیم، صلح وغیرہ۔ اور ہر ایسے عقد میں حاصل نہیں ہوتا ہے جو فسخ کو قبول نہیں کرتا ہے، جیسے مہر، بدل خلع وغیرہ۔

(پس مہر وغیرہ کو دیکھنے کے بعد رد نہیں کیا جاسکتا ہے)^(۳)

(۱)..... فیما دون الأربعة لاندفاع الحاجة بالثلاثة لوجود جيد وردیء

روسط (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۷/ ۱۴۰)

(۲) وأما الفسخ بالفعل بأن يتصرف البائع في مدة الخيار في المبيع تصرف

المالك (ہندیہ: ۳/ ۴۳ - وھکذا فی الفصل السادس فی خيار التعین، ص: ۵۵)

(۳) وإنما یثبت فی کل عقد یفسخ بالرد کالاجارة والصلح عن دعوی مال

والقسمة والشراء..... ولا یثبت فی کل عقد لا ینفسخ بالرد کالمہر وبدل الخلع

وبدل الصلح عن دم العمد..... الخ (ہندیہ: ۳/ ۵۸ - فتح القدیر: ۶/ ۳۱۲)

۳۱۰- **ضابطہ:** خیار رویت حاصل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس چیز کو سودا کرنے سے پہلے یا بالکل نہ دیکھا ہو یا اتنی مدت پہلے دیکھا ہو کہ عام طور پر اس میں تبدیلی آجاتی ہے۔^(۱)

تشریح: پس اگر اتنی مدت پہلے دیکھ لیا ہو کہ عاداتاً اتنے وقفے میں تبدیلی نہیں آتی تو وہی دیکھنا کافی ہوگا اور خیار رویت حاصل نہ ہوگا۔

اور وہ مدت جس میں تبدیلی آتی ہے اور جس میں نہیں آتی اس کا مدار اشیاء کے احوال پر ہوگا۔ بعض چیزوں میں مہینہ بلکہ ہفتہ بھر میں تبدیلی آجاتی ہے، جیسے سبزیاں، پھل وغیرہ، اور بعض چیزوں میں اتنی جلدی تبدیلی نہیں آتی جیسے جانور گھر وغیرہ۔ اگر اس سلسلہ میں بائع اور مشتری کا اختلاف ہو یعنی بائع کہے تم نے جب دیکھا تھا تب سے یہ چیز اسی حال میں ہے اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی ہے، لہذا تمہیں خیار کا حق نہیں ہے، مشتری کہے نہیں! اس میں تبدیلی آگئی ہے لہذا مجھے خیار حاصل ہے تو بائع کا قول یمین کے ساتھ معتبر ہوگا بشرطیکہ مدت قریب ہو، یعنی اتنی مدت میں عام طور پر اس چیز میں تبدیلی نہ آتی ہو۔ اور اگر مدت بعید ہو تو پھر مشتری کا قول یمین کے ساتھ معتبر ہوگا۔ اور اگر اصل رویت میں اختلاف ہو یعنی بائع کہے تم نے خریدنے سے پہلے دیکھ لیا ہے اس لئے تمہیں خیار حاصل نہیں، اور مشتری کہے نہیں! میں نے دیکھا نہیں ہے تو مشتری کا قول یمین کے ساتھ معتبر ہوگا، کیونکہ وہ رویت کا منکر ہے۔^(۲)

خیال رہے کہ وہ دیکھنا معتبر ہے جو خریدنے کے اردہ سے ہو، کیونکہ اسی وقت آدمی اس چیز کو غور سے دیکھتا ہے۔ اگر ایسے ہی کسی چیز کو آتے جاتے دیکھ لیا (خریدنے کی نیت کے بغیر) تو وہ دیکھنا معتبر نہ ہوگا، اور سمجھیں گے مشتری نے اس کو

(۱) (مستفاد الدر المختار مع رد المحتار : ۷ / ۱۶۲)

(۲) (الدر المختار علی هامش رد المحتار : ۷ / ۱۶۳، درر الحکام شرح

غور الأحکام: ۶ / ۲۱۲)

دیکھا نہیں ہے۔^(۱)

۳۱۱- **ضابطہ:** دیکھنے سے مراد وہ دیکھنا ہے جس سے مقصود پر اطلاع ہو جاتی ہو۔

(پس پوری چیز دیکھنا ضروری نہیں، اور جب تک مقصود پر اطلاع نہ ہو اس کو دیکھنا نہیں کہیں گے، اور خیار باقی رہے گا)^(۲)

تفریع: اسی لئے فقہاء نے یہ ضابطہ بیان کیا ہے جو چیز عدد متقاربہ میں سے ہو یعنی جن کے افراد میں زیادہ تفاوت نہیں ہوتا جیسے اخروٹ، انڈے وغیرہ ان میں بعض کا دیکھنا کل میں خیار رویت کو ساقط کرتا ہے (جبکہ باقی بھی مرئی کے مثل یا اس سے عمدہ نکلے) اور جو عدد متفاوتہ میں سے ہو یعنی جن کے افراد میں زیادہ تفاوت ہوتا ہے جیسے جانور، کپڑے وغیرہ ان میں بعض کا دیکھنا کل میں خیار رویت کو ساقط نہیں کرتا، بلکہ باقی میں خیار باقی رہے گا۔^(۳)

کیونکہ اصل چیز مقصود پر اطلاع پالینا ہے، انانج، غلہ وغیرہ میں بعض کو دیکھنے سے

(۱) ولو اشتری مارای حال کونہ قاصداً لشرائه عند رؤیتہ، فلو رآہ لالقصـد
شراء ثم شراہ، قیل لہ الخیار، ظہیریۃ. وجہہ ظاہر لآنہ لا یتأمل المعید. بحر
قال المصنف: ولقوة مدرکہ عولنا علیہ. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار:
۱۶۲/۷)..... ولا شک أن المصنف لہ قوة المدرك فلذا جرى علی مقاله.

(تقریرات الرافعی علی ردالمحتار: ۱۲۸/۷)

(۲) وكفی رؤية ما يؤذن بالمقصود..... (الدر المختار علی هامش رد المحتار:
۱۵۵/۷)

(۳) وإن كان المبيع من العدديات المتفاوتة نحو الثياب التي اشتراها في
جرب..... وغيره ذالك لابد من رؤية كل واحد وإذا رأى البعض فهو با الخیار
لی الباقي..... وفي العدديات المتقاربة نحو الجوز والبيض رؤية البعض تكفی
إذا وجد الباقي مثل المرئی أو فوقه. (ہندیہ: ۶۴/۳)

مقصود حاصل ہو جاتا ہے اور متعدد جانور اور کپڑوں کو خریدنا ہو تو بعض کے دیکھنے سے مقصود حاصل نہ ہوگا، تمام کو منفرداً دیکھنا ہوگا۔

پھر اگر جانور سواری کے لئے خریدنا ہے، تو اس کا چہرہ اور پیچھے کا حصہ دیکھنے سے مقصود حاصل ہوگا اور گوشت کے لئے خریدنا ہو تو جب تک اس کو ہاتھ سے ٹول کر نہ دیکھ لے مقصود حاصل نہ ہوگا، اور دودھ کے لئے خریدنا ہو تو صرف تھنوں کو دیکھنا کافی ہوگا۔^(۱)

اور لپٹے ہوئے کپڑے میں صرف ظاہر کا دیکھنا کافی ہے، لیکن امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اس کو کھول کر پورا دیکھنا ضروری ہے (اس سے پہلے مقصود حاصل نہ ہوگا) یہی مختار ہے۔^(۲)

اور گھر کے متعلق امام اعظم رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ صرف گھر کا بیرونی حصہ دیکھنا کافی ہے اور امام زفر رحمہ اللہ فرماتے ہیں اندرونی حصہ دیکھنا بھی ضروری ہے کہ اس سے پہلے مقصود حاصل نہیں ہوتا، یہی قول صحیح ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، یہ اختلاف: اختلاف زمان ہے نہ کہ برہان (دلائل) کیونکہ امام صاحب کے زمانہ میں مکان ایسے ہوتے تھے کہ ان کا بیرون دیکھنے سے اندرون کا اندازہ ہو جاتا تھا اور بعد میں ایسے مکان بننے لگے کہ ان کی بیت، مساحت و کیفیت میں کافی فرق ہونے لگا، گھر کا بیرون دیکھنے سے اندر کا اندازہ نہیں ہوتا تھا اس لئے امام زفر نے ایسا فتویٰ دیا اور تمام احناف نے اس کو قبول کیا (پس اب فتویٰ یہ ہے کہ جب تک گھر کا اندرون بھی نہ دیکھ لے خیار

(۱) وجہ دابة و کفلها ایضا فی الأصح..... و کفی جس شاة لحم؛ و ضرع بقرة حلوب و ناقة لأنه المقصود. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۷/ ۱۵۷)

(۲)..... و رؤية ظاهر ثوب مطوی بوقال زفر: لابد من نشره كله، هو المختار کما فی اکثر المعبرات. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۷/ ۱۵۷)

رویت ساقط نہ ہوگا) (۱)

۳۱۲- **ضابطہ:** اختیار رویت مالک بننے والے کو حاصل ہوتا ہے؛ جو مالک ہے اس کو حاصل نہیں ہوتا۔ (۲)

تشریح: پس خریدار، کرایہ دار وغیرہ جو مالک بننا چاہتے ہیں ان کو یہ اختیار حاصل ہوگا۔ اور بیچنے والا، کرایہ پر دینے والا وغیرہ جو مالک ہے ان کو حاصل نہ ہوگا۔

۳۱۳- **ضابطہ:** اختیار رویت اس بیع میں حاصل ہوگا جو متعین کرنے سے متعین ہوتی ہے؛ جو ذمہ میں دین ہو اس میں اختیار حاصل نہ ہوگا۔ (۳)

تفریعات:

(۱) پس بیع سلم میں اختیار رویت حاصل نہ ہوگا کیونکہ اس میں بیع ذمہ میں دین ہوتی ہے، جس کو اوصاف کے ذریعہ واضح کیا گیا ہے، خود متعین نہیں۔ (۴)

(۲) دراہم، دنانیر میں اختیار حاصل نہ ہوگا خواہ وہ عین ہو یا دین، کیونکہ وہ متعین کرنے سے بھی متعین نہیں ہوتے۔ (۵)

۳۱۴- **ضابطہ:** قبل الرویت صاحب اختیار اپنا اختیار ساقط نہیں کر سکتا، البتہ عقد فسخ کر سکتا ہے۔ (۶)

(۱)..... وقال زفر: لا بد من رؤية داخل البيوت وهو الصحيح، وعليه الفتوى جوهرية. وهذا اختلاف زمان لا برهان (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۱۵۸/۷، تبیین الحقائق: ۳۴۳/۱۰)

(۲) ولا خيار لمن باع ما لم يره..... الخ (تبیین الحقائق: ۳۳۴/۱۰)

(۳) وشرط ثبوت الخيار أن يكون المبيع مما يتعين بالتعين فإن كان مما لا يتعين بالتعين لا يثبت فيه الخيار. (ہندیہ: ۵۸/۳)

(۴) (ہندیہ: ۵۸/۳، درر الحکام: ۲۰۶/۶) (۵) (ہندیہ: ۵۸/۳، درر الحکام: ۲۰۶/۶) (۶) (بدائع الصنائع: ۵۷۶/۴)

تشریح: پس مشتری یا کرایہ دار وغیرہ بائع وغیرہ کے کہنے پر اپنا اختیار ساقط کر دے اور اپنے حق اختیار سے دستبردار ہو جائے، حالانکہ معقود علیہ (جس پر عقد ہوا ہے بیع وغیرہ) کو ابھی دیکھا نہیں تو اس کا اعتبار نہ ہوگا، دیکھنے کے بعد ہی اس کو رد کا اختیار ہوگا، کیونکہ دیکھنے سے پہلے حق ثابت نہیں ہوتا اور جب تک حق ثابت نہ ہو ساقط کرنا بے معنی ہوگا^(۱)

البتہ دیکھنے سے پہلے نفس عقد کو فسخ کرنا چاہے تو صحیح یہ ہے کہ عقد فسخ کر سکتا ہے، کیونکہ یہ عقد غیر لازم ہے جیسا کہ اختیار عیب وغیرہ کی صورت میں غیر لازم ہوتا ہے۔^(۲) فائدہ: صاحب اختیار کی موت سے اختیار باطل ہو جاتا ہے، خواہ دیکھنے سے پہلے موت واقع ہوئی ہو یا دیکھنے کے بعد، پس موت سے معاملہ پختہ ہو جاتا ہے، اس کے ورثاء رد کرنا چاہیں تو رد نہیں کر سکتے۔^(۳)

۳۱۵-ضابطہ: جو چیز اختیار شرط کو باطل کرتی ہے۔ جیسے عیب دار ہونا، یا اس میں تصرف کرنا، وہ رویت کے بعد اختیار رویت کو بھی باطل کر دیتی ہے۔^(۴)

تشریح: پس معقود علیہ کو دیکھ لینے کے بعد اس میں کوئی عیب پیدا ہو گیا تو رد کا اختیار باطل ہو جائے گا، اسی طرح اس میں کوئی تصرف کر لیا (بیع، ہدیہ، اصلاح وغیرہ) تو یہ

(۱)..... فلو تلبثت الخيار هو وقت الرؤية لا قبلها حتى لو اجاز قبل الرؤية ورضى به صريحاً..... لم رآه له أن يردّه. (بدائع الصنائع: ۵۷۶/۴)

(۲) وأما الفسخ قبل الرؤية فقد اختلف المشايخ فيه، قال بعضهم لا يجوز..... وقال بعضهم يجوز وهو الصحيح لأن هذا عقد غير لازم. (الحوالة السابقة)

(۳) والخيار رؤية لا يورث حتى أن المشتري لو مات قبل الرؤية فليس لورثته الرد. (ہندیہ: ۵۸/۳)

(۴) ويهطله (ما يهطل خيار الشرط من تعيب) يعني بعد الرؤية (أو تصرف؛ يهطل خيار الرؤية). (فتح القدير: ۳۱۳/۶، درر الحکام: ۲۱۴/۶)

دلائل رضامندی ہوگی اب رد نہیں کر سکتا، سامان پر قبضہ کرنا یہ بھی دلائل رضامندی ہے۔^(۱)
اور اگر دیکھنے سے پہلے عیب پیدا ہوا تو اس سے خیار ساقط نہ ہوگا، اور اگر کوئی تصرف
کیا تو اس میں ضابطہ ہے کہ:

۳۱۶- **ضابطہ:** عقد کے بعد رویت سے پہلے معقود علیہ میں ہر ایسا تصرف جو
مقابل رد ہوتا ہے (جیسے آزاد کرنا، مدبر بنانا) یا وہ تصرف جس سے دوسرے کا واجبی حق
متعلق ہو جاتا ہے (جیسے بیع مطلق، اجارہ، رہن وغیرہ) وہ خیار کو ختم کر دیتا ہے۔ اور جو
تصرف ایسا نہ ہو (یعنی نہ رد کے قابل ہو اور نہ اس سے دوسرے کا واجبی حق متعلق ہوتا ہو)
وہ خیار کو ختم نہیں کرتا (جیسے ہدیہ بلا تسلیم، بیع بشرط الخیار، مساومۃ یعنی بھاؤ تاؤ کرنا)^(۲)

خیار عیب کا بیان

۳۱۷- **ضابطہ:** ہر وہ چیز جو تاجروں کے عرف میں ثمن کا نقصان ثابت کرے
وہ عیب ہے۔^(۳)

تشریح: پس حقیقت عیب جاننے کا یہ ایک زبردست ضابطہ ہے، یعنی وہ کوئی کمی
ہے جس کو عیب کہا جائے اور مشتری کو اس پر خیار عیب حاصل ہوتا ہے؟ تو بتلایا کہ وہ چیز
جو تاجروں کے عرف و عادت کے اعتبار سے قیمت میں معمولی یا غیر معمولی کمی کر دے
وہ عیب ہے اور اس کی وجہ سے مشتری کو اختیار حاصل ہوتا ہے۔ ہر قسم کی کمی و نقصان پر

(۱) (فتح القدیر: ۶/۳۱۳) (۲) ثم إن كان تصرفاً لا يمكن رفعه للمتصرف
كالإعتاق..... وتدابيره؛ أو تصرفاً يوجب حقاً للغير كالبيع المطلق..... والرهن
والإجارة يطل خيار الرؤية..... وإن كان تصرفاً لا يوجب حقاً للغير كالبيع بشرط
الخيار للبائع والمساومة وهبه بلا تسليم لا يطله قبل الرؤية (فتح القدیر: ۶/
۳۱۳-۳۱۴) (۳) (كل ما أوجب نقصان الثمن في عادة التجار فهو عيب.
(هدایہ ۳/۴۰، بدائع الصنائع: ۴/۵۴۴، تاتار خانیہ: ۹/۱۱۷ مکتبہ زکریا)

خیار حاصل نہیں ہوتا۔

اور اگر تاجروں میں اختلاف ہو، بعض اس کو عیب شمار کرتے ہو اور بعض نہ کرتے ہوں تو خانیہ میں ہے کہ اس میں مشتری کو لوٹانے کا خیار نہ ہوگا جب تک کہ تمام کے نزدیک عیب واضح نہ ہو۔^(۱)

۳۱۸- **ضابطہ:** خیار عیب کے لئے ضروری ہے کہ بیع کے وقت یا سالان پر قبضہ کے وقت اس میں عیب موجود ہو۔^(۲)

تفریعات:

(۱) پس خرید کر قبضہ کے بعد عیب پیدا ہوا تو ظاہر ہے بیچنے والا اس کا ذمہ دار نہیں۔
(۲) اسی طرح بیچنے والے کے پاس کسی زمانہ میں وہ عیب موجود تھا لیکن بیع یا قبضہ کے وقت وہ عیب ثابت نہ ہوا تو اس میں بھی خیار حاصل نہ ہوگا۔

(۳) اور اگر بیع کے بعد قبضہ سے پہلے کوئی عیب پیدا ہو گیا تو اس میں خیار حاصل ہوگا (کیونکہ بوقت قبضہ عیب موجود ہوگا)

فائدہ: اور یہ بھی ضروری ہے کہ مشتری خریدتے یا قبضہ کے وقت اس عیب سے واقف نہ ہو، ورنہ خیار حاصل نہ ہوگا۔^(۳)

۳۱۹- **ضابطہ:** ہر عیب سے براءت کی شرط کے ساتھ بیچنا درست ہے۔^(۴)

تشریح: یعنی بائع یوں کہے کہ اس میں جو بھی عیب ہو میں اس سے بری ہوں یا اس کا

(۱) وفي الخانية: إن اختلف التجار فقال بعضهم إنه عيب وبعضهم لا، ليس له الرد إذا لم يكن عيباً بيناً عند الكل اهـ. (شامی: ۷/ ۱۷۰)

(۲) فمنها: ثبوت العيب عند البيع أو بعده قبل التسليم. (بدائع: ۴/ ۵۴۶، شامی: ۷/ ۱۶۹) (۳) ومنها: جهل المشتري بوجوب العيب عند العقد والقبض الخ (بدائع: ۴/ ۵۴۸) (۴) وصح البيع بشرط البراءة من كل عيب. (شامی: ۷/ ۲۱۸ - بدائع الصنائع: ۴/ ۵۴۸)

ذمہ دار نہیں ہوں تو اس طرح بیچنا صحیح ہے، اگر مشتری نے اس کے باوجود خرید لیا تو اب کچھ بھی عیب نکل آئے بائع اس کا ذمہ دار نہ ہوگا، مشتری اس عیب کی وجہ سے بیع واپس نہیں کر سکتا اور نہ نقصان کی بھرپائی کا مطالبہ کر سکتا ہے۔

۳۲۰- **ضابطہ:** مشتری کے پاس بیع میں ہر ایسا اضافہ (زیادتی) جو اصل سے متصل بھی ہو اور اس سے پیدا شدہ بھی (جیسے موٹا پاء عمر میں اضافہ وغیرہ) یا وہ اضافہ اصل سے علاحدہ ہو مگر اس سے پیدا شدہ نہ ہو (جیسے گاڑی کی آمدنی، جانور کی کمائی وغیرہ) وہ خیار عیب کو ساقط نہیں کرتا (یعنی اس اضافہ کے باوجود عیب کی وجہ سے بیع واپس کر سکتا ہے)۔ اور جو اضافہ اصل سے متصل ہو مگر اس سے پیدا شدہ نہ ہو (جیسے کپڑے کی رنگائی، شجر کاری، زمین پر تعمیر وغیرہ) یا برعکس ہو، یعنی اصل سے علاحدہ ہو مگر اسی سے پیدا شدہ ہو (جیسے جانور نے بچہ دیا، درخت نے پھل دیا وغیرہ) تو وہ خیار عیب کو ساقط کر دیتا ہے (اس صورت میں بیع واپس نہیں کر سکتا۔ البتہ نقصان عیب کو رجوع کر سکتا ہے) ^(۱)

۳۲۱- **ضابطہ:** عیب جان لینے کے بعد مشتری کی جانب سے ہر ایسا تصرف جو عیب پر رضا مندی ظاہر کرتا ہو خیار عیب کو ساقط کر دیتا ہے۔ ^(۲)

(۱) ان الزیادة نوعان متصله ومنفصله والمتصله نوعان غیر متولدة من المبیع كالصیغ وما شبهه وانها تمنع الرد بالعیب بالاتفاق..... ومتولدة من المبیع كالسمن والجمال وانجلاء البیاض وانها لاتمنع الرد بالعیب فی ظاهر الروایة..... وأما الزیادة المنفصلة فنوعان ایضا متولدة من المبیع كالولد والثمر وما هو فی معنهما كالارش والعقر وانها تمنع الرد بالعیب..... وغیر متولدة من المبیع كالکسب والغلة وانها لاتمنع الرد بالعیب..... الخ (ہندیہ: ۴/۴۸- ۷۷، بدائع: ۴/۵۶۰) (۲) ان کل تصرف یوجد من المشتري فی المشتري بعد العلم بالعیب یدل علی الرضا بالعیب یسقط الخیار ویلزم البیع. (بدائع: ۴/۵۵۷)

جیسے جانور میں زخم کا عیب تھا اور وہ اس کی دوا علاج کرنے لگا، یا گاڑی میں کوئی خرابی تھی وہ اس کو درست کرنے لگا یا اس پر سوار ہو کر اپنی ذاتی ضرورت میں استعمال کرنے لگا تو عیب جان لینے کے بعد بھی اس کا اس طرح کا عمل رضامندی پر دال ہوگا اور خیار ساقط ہو جائے گا، اب وہ مبیع واپس نہیں کر سکتا۔

اور اگر گاڑی اپنی ذاتی ضرورت میں استعمال نہیں کی بلکہ اس کو کار گیر کو دکھلانے کے لئے اس پر سوار ہوا تاکہ عیب کی حقیقت معلوم ہو جائے، یا بائع تک پہنچانے کے لئے اس پر سوار ہوا، اور راستہ میں ایندھن ڈلوانے کے لئے بھی کسی جگہ گیا تو اس سے خیار ساقط نہ ہوگا۔ جیسا کہ جانور پر سوار ہوا تاکہ اس کو گھاٹ سے پانی پلائے یا چراگاہ میں چرائے، یا بائع کو واپس کر دے تو اس سے خیار ساقط نہیں ہوتا کیونکہ یہ ذاتی استعمال نہیں ہے۔^(۱)

۳۲۲- **ضابطہ:** مشتری کا ہر ایسا تصرف جس میں وہ حابس (مبیع کو روکنے والا) ثابت ہو اس میں وہ رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا ہے، اور جس میں وہ حابس ثابت نہ ہو اس میں رجوع کر سکتا۔^(۲)

تشریح: عیب دار مبیع میں جب مشتری کوئی ایسا تصرف کر لے جس سے نفس مبیع کو واپس کرنا ممتنع ہو جائے تو اب وہ نفس مبیع کو تو واپس نہیں کر سکتا، البتہ عیب کی وجہ سے اس کو جو نقصان ہوا اس قدر ثمن بائع کے پاس سے واپس لے سکتا ہے، اس کو ”رجوع بالنقصان“ یا ”ہرجانہ“ کہتے ہیں۔

لیکن یہ رجوع کا حق مطلقاً نہیں، بلکہ اس تصرف میں رجوع کر سکتا ہے جس میں اس کی جانب سے بائع کو مبیع واپس کرنے میں کوئی رکاوٹ نہ آئی ہو، اگر اس کی جانب

(۱) (بدائع: ۵۵۷/۴، ہندیہ: ۷۵/۳)

(۲) ان المشتري متى كان حابساً للمبيع لا يرجع بنقصان العيب ومتى لم يكن حابساً له يرجع. (ہدایہ: ۴۲/۳، حاشیہ)

سے کوئی رکاوٹ آجائے تو وہ حابس (مبیع کو روکنے والا) ثابت ہوگا اور اس کو رجوع بالنقصان کا حق نہ ہے گا۔ اس پر بہت سے مسائل متفرع ہوتے ہیں، من جملہ یہ ہیں:

(۱) مشتری نے مبیع کو بیچ دیا یا ہدیہ کر دیا پھر عیب پر مطلع ہوا تو اب رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا، کیونکہ مبیع واپس کرنے میں رکاوٹ اس کی جانب سے آئی ہے، پس وہ حابس ہوا۔^(۱)

(۲) کپڑا خریدا اور اس کو رنگ دیا، یا گیسوں خریدے اور اس کا ستونہ دیا، پھر عیب پر مطلع ہوا تو اس کو رجوع بالنقصان کا حق ہوگا، کیونکہ مبیع واپس کرنے میں مشتری کی جانب سے کوئی رکاوٹ نہیں ہے، رکاوٹ شریعت کی طرف سے ہے، کیونکہ اس زیادتی کے ساتھ مبیع واپس کرنے میں (وہ زیادتی بلا عوض ہونے کی وجہ سے) شرعاً سود ہو جاتا ہے جو ممنوع ہے، پس مشتری حابس نہ ہوا۔^(۲)

(۳) کپڑا خریدا اور اس کو کاٹ کر سی دیا، یا گیسوں خریدے اور ان کو پیس دیا، یا آٹا خریدا اور اس کی روٹیاں بنادی، یا گوشت خریدا اور اس کو بھون دیا، پھر عیب پر مطلع ہوا تو رجوع بالنقصان کر سکتا ہے، کیونکہ اصل مبیع واپس کرنے میں اس کی طرف سے کوئی رکاوٹ نہیں ہے، رکاوٹ بائع کی جانب سے ہے کہ وہ اس حالت میں قبول نہیں کر رہا ہے، پس اس میں مشتری حابس نہیں ٹھہرا۔^(۳)

(۱) ولو باعہ المشتري أو وهبه ثم علم بالعيب لم يرجع بالنقصان ، لأن امتناع الرد ههنا من قبل المشتري . (بدائع : ۴ / ۵۶۸) (۲) : فإن قطع الثوب وخاطه أو صبغه أحمر أولت السوق بسمن ثم اطلع على عيب رجع بنقصانه لأن امتناع الرد بسبب الزيادة الخ (هدايه : ۳ / ۴۲) (۳) كما إذا كان المبيع ثوباً فقطعه أو خاطه أو حنطه فطحنها أو دقيقاً فخبزه أو لحماً فشواه فإنه يرجع بالنقصان لأن امتناع الرد في هذه المواضع من قبل البائع (بدائع الصنائع : ۴ / ۵۶۸ - الدر المنختر على هامش رد المحتار : ۷ / ۱۸۸ - ۱۸۹)

(۴) لیکن اگر کپڑا پہن کر پرانا کر دیا، اسی طرح کھانے کی کوئی چیز تھی اور اس کو کھالیا، پھر عیب پر مطلع ہوا تو اس میں اختلاف ہے، امام صاحب کے نزدیک رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا ہے، جبکہ صاحبین کے نزدیک اس کو رجوع کا حق ہوگا، درمختار میں ہے کہ فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔^(۱)

(۵) کپڑا خریدا اور اس کو اپنے چھوٹے بچہ کا لباس بنانے کے لئے کاٹ دیا، پھر عیب پر مطلع ہوا تو رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا ہے، اور اگر بڑے لڑکے کے لئے کاٹا ہو تو رجوع بالنقصان کر سکتا ہے، کیونکہ چھوٹے بچہ کے لئے محض کاٹ دینے سے وہ بچہ کے لئے ہدیہ اور تسلیم (سپرد کرنا) دونوں ثابت ہو جاتا ہے اور باپ (اس کا والی ہونے کی وجہ سے) اس کی جانب سے قبضہ کرنے والا متصور ہو جاتا ہے، تو جب مشتری کی جانب سے ہدیہ تام ہو گیا تو اب وہ حابس (روکنے والا) ثابت ہو گیا اور رجوع بالنقصان نہیں کر سکتا ہے۔ برخلاف بڑے لڑکے کے کہ اس کیلئے کاٹنے سے تسلیم (سپرد کرنا) ثابت نہیں ہوتا کیونکہ بڑا لڑکا خود مختار ہونے کی وجہ سے باپ کا اس کی جانب سے قبضہ متصور نہیں ہوتا، پس یہاں ہدیہ نہ ہونے سے مشتری حابس نہ ٹھہرے گا اور اس کو رجوع بالنقصان کا حق ہوگا۔^(۲)

(۶) جانور خریدا اور وہ خود اپنی موت مر گیا، یا اس کو ذبح کیا پھر اس میں کسی ایسے عیب پر مطلع ہوا جو بائع کے پاس سے آیا تھا تو مشتری کو نقصان کے رجوع کا حق ہوگا،

(۱) أو كان المبيع طعاماً فأكله أو بعضه أو لبس الثوب حتى تخرق لبانه يرجع بالنقصان استحساناً عندهما وعليه الفتوى. (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۱۹۲/۷ - بدائع الصنائع: ۵۶۹/۴)

(۲) وعن هذا قلنا إن من اشترى ثوباً فقطعه لباساً لولده الصغير وخاطه ثم اطلع على عيب لا يرجع بالنقصان ولو كان الولد كبيراً يرجع لأن التملك حصل في الأول قبل الخياطة وفي الثاني بعده بالتسليم إليه. (هدايہ: ۴۲/۳)

کیونکہ جانور مر جانے کی صورت میں بیع واپس کرنے میں جور کاوٹ ہے وہ حکمی ہے خود مشتری کے فعل سے نہیں ہے۔ اور ذبح کرنے کی صورت میں مشتری نے اس جانور کو اس مقصد میں استعمال کیا ہے جس کے لئے وہ پیدا کیا گیا ہے، کیونکہ جانور کو بار برداری، سواری، دودھ، گوشت وغیرہ انسانی نفع کے لئے پیدا کیا گیا ہے، پس دونوں صورتوں میں وہ حابس نہ ٹھہرے گا (برخلاف غلام کے اگر خود مر گیا تو رجوع کر سکتا ہے اور قتل کیا تو رجوع نہیں کر سکتا ہے، فرق واضح ہے) (۱)

۳۲۳- **ضابطہ:** خیاری عیب موت سے باطل نہیں ہوتا، برخلاف خیاری رویت

اور خیاری شرط کے۔

تشریح: پس خواہ بائع کی موت ہو یا مشتری کی خیاری عیب باطل نہ ہوگا (بلکہ بیع اگر جاندار ہو تو اس کی موت سے بھی خیاری عیب باطل نہیں ہوتا) — پس مشتری کی موت کی صورت میں اس کے ورثاء کو خیاری عیب کی وجہ سے بیع واپس کرنے کا اختیار ہوگا، اور بائع کی موت کی صورت میں اس کے ورثاء عیب دار بیع واپس لینے سے انکار نہیں کر سکتے۔

برخلاف خیاری رویت اور خیاری شرط کے اس میں من لہ الخیار کی موت سے (نہ کہ من علیہ الخیار کی موت سے) خیاری باطل ہو کر معاملہ پختہ ہو جاتا ہے۔ اس میں وراثت جاری نہیں ہوتی — البتہ خیاری تعیین کہ اگرچہ وہ خیاری شرط ہی کے قریب ایک صورت ہے، لیکن خیاری عیب کی طرح وہ موت سے باطل نہیں ہوتا، اس میں ورثاء کو تعیین کا اختیار ہوگا۔ (۲)

(۱) اشتری حیواناً فذبحہ بنفسہ فإذا أمعاؤه فاسدة فساداً قديماً رجع بالنقصان

عندہما، وعليہ الفتویٰ. (ہندیہ: ۸۴/۳، شامی: ۱۸۸/۷)

(۲) وتم العقد بموته لا يخلفه الوارث كخیار الرویۃ..... وأما خیار العیب

والتعیین..... فیخلفه الوارث فیہما. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ←

خیار مغنون کا بیان

تمہید: مغنون کے معنی وہ شخص: جس کو دھوکا لگ گیا ہو یا دھوکا دیا گیا ہو۔ خیار مغنون یہ ہے کہ کسی نے بیع کی اور بیع کے اندر اس کو دھوکا ہو گیا (بلکہ صحیح روایت کے مطابق دھوکا دیا گیا) یعنی بازار کے نرخ سے اگر بائع ہو تو کم میں بیچ دیا اور مشتری ہو تو زائد میں خرید لیا تو اس صورت میں اس کو خیار حاصل ہوگا یعنی اگر وہ چاہے تو بیع کو فسخ کر دے یا باقی رکھے۔

لیکن یہ خیار صرف غبن فاحش میں حاصل ہوگا غبن یسیر میں حاصل نہ ہوگا۔ اور فاحش و یسیر کی تحدید میں ضابطہ یہ ہے کہ:

۳۲۳- **ضابطہ:** جو قیمت مقومین (قیمت لگانے والوں) کے اندازہ کے دائرے میں نہ آتی ہو وہ غبن فاحش ہے اور جو قیمت ان کے دائرہ میں آ جاتی ہو وہ غبن یسیر ہے۔^(۱)

تشریح: جیسے دس روپے میں کوئی چیز خریدی لیکن اس کی قیمت سات آٹھ روپے اور زیادہ سے زیادہ نو روپے تک لگائی جاتی ہے کوئی اس کی قیمت دس روپے نہیں لگاتا تو وہ غبن فاحش ہے۔ اور اگر اس کی قیمت کوئی آٹھ روپے کوئی نو روپے اور کوئی دس روپے بھی لگاتا ہے تو چونکہ یہ قیمت مقومین کے اندازے میں آ جاتی ہے اس لئے غبن یسیر ہے۔

→ ۱۳۱/۷ تا ۱۳۴، بدائع: ۵۳۴/۴ (و یتیم العقد ایضاً بموت من له الخيار) وفی قد بموت من له الخيار لأن الخيار لا یبطل بموت من علیه الخيار اتفاقاً.
(مجمع الانهر: ۴۳/۳)

(۱)..... بغبین فاحش: هو مالا یدخل تحت المقومین (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۳۶۳/۷)

لیکن جیسا کہ ظاہر ہے اس تحدید میں عام لوگوں کے لئے خاصی دشواری ہے اس لئے لوگوں کی سہولت کے پیش نظر ”مجلۃ الاحکام“ کے مرتبین نے ان حضرات کی رائے کو ترجیح دی ہے جنہوں نے آسان عددی تحدید کو پیش کیا ہے، اور سہولت کے لئے فقہاء ایسی تحدید بیان کرتے ہیں اس کی مثال شرعی حوض کی پیمائش وغیرہ ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ میں انہوں نے یہ ضابطہ بیان کیا ہے کہ:

۳۲۵- **ضابطہ:** جب غبن: منقول اشیاء میں پانچ فیصد؛ جانوروں میں دس فیصد؛ اور زمین مکانات وغیرہ میں بیس فیصد پہنچ جائے تو خیار حاصل ہوگا، اس سے کم میں حاصل نہ ہوگا۔^(۱)

تشریح: پانچ فیصد کا مطلب ہے بائع نے کوئی چیز ایک سو پانچ میں دی جبکہ بازار میں اس کی عام قیمت سو روپے ہے — اسی طرح دس فیصد اور بیس فیصد کو سمجھ لیجئے۔

ملفوظہ: یہ خیار اس وقت حاصل ہوگا جبکہ اس کو دھوکا دیا گیا ہو یعنی کہا ہو کہ ”بازار کا دام یہ ہے“ پھر بعد میں وہ دام نہ نکلا۔ اور اگر سامنے والے نے بازار کا دام وغیرہ کچھ نہ کہا ہو ویسے ہی کسی کو بیع میں دھوکا لگ گیا (جیسا کہ عامتہ ہوتا ہے) تو اس میں اختیار نہ

(۱) الغبن الفاحش: غبن علی قدر نصف العشر فی العروض والعشر فی الحيوانات والخمس فی العقار أو زیادة. وربع العشر فی الدراهم بالنظر إلی قیم الأشياء الحقيقية ایضاً، یعنی: أن إعطاء العشرة بعشرة وربع، أو أخذ العشرة وربع بعشرة فی الدراهم وإعطاء مائتة عشرة بعشرة ونصف، أو أخذ مائتة العشرة ونصف بعشرة فی العروض وإعطاء مائتة عشرة بأحد عشر، أو أخذ مائتة أحد عشر بعشرة فی الحيوانات وإعطاء مائتة عشرة باثنی عشر وأخذ مائتة اثنی عشر بعشرة فی العقار يعدّ غبناً فاحشاً (در الاحکام فی شرح مجلۃ الاحکام: ۱/ ۲۶۵، المادة: ۱۶۵)

ہوگا، یہی مفتی بہ ہے۔ تاہم ایک روایت کے مطابق مطلقاً (خواہ دھوکا دیا گیا ہو یا دھوکا لگ گیا ہو) اختیار حاصل ہوتا ہے اور اس پر بھی فتویٰ نقل کیا گیا ہے، مگر علامہ شامی نے اس پر نقد کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ تصحیح جس مفتی بہ قول کی گئی ہے وہ تفصیل کا ہے نہ کہ مطلق اختیار کا۔ اور جس نے مطلقاً اختیار کا فتویٰ دیا اس نے خطا فاحش کی۔^(۱)

فائدہ: قیمت کے علاوہ بیع کے منافع وغیرہ میں دھوکا دیا مثلاً بیس ۱۵ لیرہ دودھ دیتی ہے، یہ گاڑی ۸۰ کیلو میٹر کی ایوریج دیتی ہے وغیرہ اور حقیقت میں ایسا نہ ہو تو مشتری کو اس میں بھی اختیار ہوگا کہ بیع فسخ کر دے، کیونکہ اس میں بائع کی طرف سے دھوکا دیا گیا اور مشتری کا وصف مرغوب فوت ہوا۔

لیکن مشتری جب بیع لینا ہی چاہے، فسخ پر راضی نہ ہو تو اب اس کو پوری قیمت پر ہی لینا ہوگا، قیمت کم نہیں کروا سکتا، اس لئے کہ وصف کے فوت ہونے پر ثمن کم نہیں کیا جاتا، کیونکہ اوصاف کے مقابلہ میں ثمن کا کوئی حصہ نہیں آتا ہے۔ البتہ بائع خود سمجھ کر راضی خوشی سے قیمت کم کر دے تو حرج نہیں کہ وہ اس کا حق ہے اور آدمی اپنا حق ساقط کر سکتا ہے۔^(۲)

(۱)..... ویفتی بالرد وفقاً بالناس وعلیه اکثر روایات المضاربة وبہ یفتی. ثم رقم وقال إن غره ای غر المشتري البائع أو العکس أو غره الدلال فله الرد وإلا لا وبه أفتی صدر الإسلام وغیره (الدر المختار) وهو الصحيح كما یأتی..... فمن أفتی فی زماننا بالرد مطلقاً فقد أخطأ خطأ فاحشاً لما علمت من أن التفصیل هو المصحح المفتی به. (شامی: ۳۶۳/۷-۳۶۴)

(۲) ومن باع عبداً علی أنه خباز أو كاتب وکان بخلافه فالمشتري بالخيار إن شاء أخذه بجميع الثمن وإن شاء ترك لأن هذا وصف مرغوب فيه..... وإذا أخذه أخذ بجميع الثمن لأن الأوصاف لا یقابلاها شيء من الثمن. (ہدایہ: ۳/۳۵)

خیار مجلس کا بیان

۳۲۶- **ضابطہ:** بیع میں خیار مجلس مشروع نہیں، صفتتہ ہو جانے پر بیع تام

ہو جاتی ہے۔

تشریح: جب ایجاب و قبول پایا گیا تو بیع تام ہو گئی، اب مجلس کے بقاء کا کوئی اختیار نہ ہوگا، برخلاف شوافع اور حنابلہ کے کہ ان کے نزدیک جب تک مجلس عقد باقی ہے ہر دو فریق کو اختیار باقی رہتا ہے کہ وہ اس معاملہ کو ختم کر دے۔^(۱)

نوٹ: بیع میں خیارات سے متعلق ایک نقشہ کتاب کے آخر میں ہے۔

اقالہ کا بیان

تمہید: اقالہ کے معنی ہیں ”ختم کرنا، ساقط کرنا“ اصطلاح میں اقالہ کہتے ہیں: معاملہ ہو جانے کے بعد بائع اور مشتری کا باہمی رضامندی سے معاملہ کو ختم کر دینا۔

۳۲۷- **ضابطہ:** ثمن کا ہلاک ہونا اقالہ کی صحت کو مانع نہیں، بیع کا ہلاک ہونا

مانع ہے۔^(۲)

تشریح: اقالہ میں شرط ہے کہ بیع موجود ہو، اگر بیع ہلاک ہو گئی تو اقالہ کی گنجائش نہ رہے گی کیونکہ بیع ہی محل بیع و فسخ ہے، لیکن ثمن کا بعینہ موجود رہنا ضروری نہیں وہ ہلاک ہو جائے تب بھی اقالہ صحیح ہے جیسا کہ بیع صحیح ہوتی ہے۔

اگر بعض بیع ہلاک ہو گئی اور بعض باقی ہے تو جس قدر باقی ہے اس کے حصہ ثمن پر اقالہ درست ہوگا۔

اگر بیع مقایضہ ہو (یعنی دونوں جانب سامان ہو کسی جانب کرنسی یا سونا چاندی نہ ہو)

(۱) (کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ: ۲/ ۱۵۴-۱۵۷)

(۲) (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۷/ ۳۴۳)

جیسے گیہوں کے بدلہ چاول خریدے) تو بد لین میں سے کسی ایک کے ہلاک ہونے بعد بھی اقالہ جائز ہوگا، ایک کے ہلاک ہونے سے اقالہ باطل نہ ہوگا، کیونکہ ان میں سے ہر ایک میں بیع بننے کی صلاحیت ہے، لہذا جو ہلاک ہوا اس کو ثمن تصور کریں گے اور جو باقی ہے اس کو بیع۔ پس بیع باقی ہے تو اقالہ صحیح ہوگا۔^(۱)

۳۲۸- **ضابطہ:** بیع میں ہر وہ اضافہ جو خیار عیب کی صورت میں بیع لوٹانے کو مانع بنتا ہے وہ (اضافہ) اقالہ کو بھی مانع ہوگا، اور جو وہاں مانع نہیں ہوتا وہ یہاں بھی مانع نہ ہوگا۔^(۲)

تشریح: خیار عیب میں کونسا اضافہ مانع ہوتا ہے اور کونسا نہیں؟ اس کے متعلق خیار عیب میں ایک ضابطہ گذر چکا ہے۔ چونکہ وہ اس ضابطہ کا موقوف علیہ ہے اس لئے اس کو پھر سے یہاں نقل کیا جاتا ہے (اقالہ کو اس پر قیاس کر لیا جائے)

ضابطہ: مشتری کے پاس بیع میں ہر ایسا اضافہ (زیادتی) جو اصل سے متصل بھی ہو اور اس سے پیدا شدہ بھی (جیسے موٹا پا، عمر میں اضافہ وغیرہ) یا وہ اضافہ اصل سے علاحدہ ہو مگر اس سے پیدا شدہ نہ ہو (جیسے گاڑی کی آمدنی، جانور کی کمائی وغیرہ) وہ خیار عیب کے لئے مانع نہیں (یعنی اس اضافہ کے باوجود عیب کی وجہ سے بیع واپس کر سکتا ہے)۔ اور جو اضافہ اصل سے متصل ہو مگر اس سے پیدا شدہ نہ ہو (جیسے کپڑے کی رنگائی، شجر کاری، زمین پر تعمیر وغیرہ) یا برعکس ہو، یعنی اصل سے علاحدہ

(۱) و هلاك الثمن لا يمنع صحة الإقالة كما لا يمنع صحة البيع وهلاك المبيع يمنع منها، لأنه محل البيع والفسخ، فإن هلك بعض المبيع جازت الإقالة في باقيه لقيام المبيع فيه، ولو تقايضا تجوز الإقالة بعد هلاك أحدهما ولا يطل بهلاك أحدهما، لأن كل واحد منهما مبيع فكان البيع باقيا. (اللباب في شرح الكتاب: ۲۱۸/۱) (۲)..... عن الخلاصة: أن ما يمنع الرد بالعيب يمنع الإقالة.....

الخ. (شامی: ۳۳۸/۷)

ہو مگر اسی سے پیدا شدہ ہو (جیسے جانور نے بچہ دیا، درخت نے پھل دیا وغیرہ) تو وہ خیاب
عیب کے لئے مانع ہے (اس صورت میں بیع واپس نہیں کر سکتا۔ البتہ نقصان عیب
کو رجوع کر سکتا ہے) ^(۱)

۳۲۹- **ضابطہ:** اقالہ متعاقدین کے حق میں تو فسخ ہے اور ان کے علاوہ (یعنی

فریق ثالث) کے حق میں بیع جدید ہے۔ ^(۲)

پس اس پر یہ احکام متفرع ہوں گے:

(۱) کسی نے زمین یا مکان فروخت کیا پھر اقالہ کر کے اس کو واپس لے لیا تو اس زمین
یا مکان کے پڑوس میں جو شخص ہوگا اس کو حق شفعہ حاصل ہوگا کیونکہ اس کے حق میں یہ
اقالہ بیع جدید ہے اور زمین یا مکان کی بیع سے پڑوسی کو حق شفعہ حاصل ہوتا ہے۔ ^(۳)

(۲) مشتری نے زید سے کوئی چیز خریدی اور کسی کے ہاتھ اس کا سودا کر دیا، پھر ان
دونوں نے اقالہ کر لیا، اقالہ کے بعد معلوم ہوا کہ اس میں کوئی عیب ہے جو اصل بائع
(زید) کے پاس سے آیا ہے، تو مشتری عیب کی وجہ سے وہ بیع زید کو لوٹا نہیں سکتا، اس
لئے کہ فریق ثالث (زید) کے حق میں یہ اقالہ بیع جدید ہے، پس گویا زید کے حق میں
مشتری اپنے مشتری سے خریدنے والا ہو گیا (نہ کہ خود زید سے) پس اس صورت میں
ظاہر ہے کہ مشتری عیب کی بنا پر یہ بیع زید کو نہیں لوٹا سکتا، اور اپنے مشتری کو بھی نہیں
لوٹا سکتا کیونکہ یہ عیب اس کی جانب سے نہیں آیا۔ ^(۴)

(۱) (ہندیہ: ۳/۴۸-۷۷) (۲) وہی فسخ فی حق المتعاقدين، بیع جدید
فی حق غیرهما۔ (القدوری علی هامش الباب: ۱/۲۱۸، قاتار خانہ
(جدید): ۹/۳۱۲، مکتبہ زکریا) (۳) لو کان المبیع عقاراً فسلم الشفع
الشفعة ثم تقایلا قضی له بها لکونه بیعاً جدیداً۔ (الدر المختار علی هامش
ردالمحتار: ۷/۳۴۲) (۴) لا یرد البائع الثانی علی الأول بعیب علمہ
بعدها لأنه بیع فی حقہ۔ (الدر المختار علی هامش ردالمحتار: ۷/۳۴۲)

(۳) زید نے خالد کو کوئی چیز ہدیہ کی، خالد نے اس کو کسی کے ہاتھ بیچ دیا، پھر کسی وجہ سے اس بیع کا اقالہ کر لیا تو اب واہب (زید) کے لئے جائز نہیں کہ موہوب لہ (خالد) سے شئی موہوب کو رجوع کرے (مطالبہ کرے) کیونکہ زید کے حق میں جو کہ فریق ثالث ہے یہ اقالہ بیع ہے، تو گویا خالد نے اپنے مشتری سے اقالہ نہیں کیا بلکہ اس کو خریدا ہے اور شئی موہوب اس کے پاس ملک جدید سے لوٹی ہے اور یہ چیز زید کے لئے رجوع سے مانع بنے گی۔^(۱)

(۴) زید نے خالد کے ہاتھ کوئی چیز بیچی، خالد نے ابھی اس کا ثمن ادا نہیں کیا تھا اس سے پہلے اس نے دوسرے شخص مثلاً حامد کے ہاتھ اس کو وہ چیز بیچ دی، پھر کسی وجہ سے اس بیع ثانی کا اقالہ ہو گیا تو اب بائع اول (زید) کے لئے جائز ہے کہ اپنے مشتری (خالد) سے واپس وہ چیز اس ثمن سے کم میں خریدے جو پہلی بیع میں طے ہوا تھا۔ اس میں اگرچہ ”شراء باقل مما باع قبل نقد الثمن“ لازم آتا ہے جو کہ جائز نہیں، لیکن وہ یہاں جائز ہوگا اس لئے کہ خالد اور حامد کے مابین جو اقالہ ہوا وہ بائع اول (زید) کے لئے جو کہ فریق ثالث ہے بیع جدید ہے، گویا اس صورت میں بیع زید کے پاس ملک جدید سے لوٹ رہی ہے، تو اب اس کے لئے مذکور صورت جائز ہوگی۔^(۲) (شرنبلائیہ میں ہے کہ یہ ایک ناجائز صورت ”شراء باقل.. الخ“ کا حیلہ بھی ہے۔^(۳) پس بوقت ضرورت اس حیلہ سے کام لیا جاسکتا ہے، بلا ضرورت حیلوں کا استعمال جائز نہیں)

(۱) ليس للواهب الرجوع إذا باع الموہوب له الموہوب من آخر ثم تقايلا،
لأنه كاللمشتری من المشتری منه (الدر المختار علی هامش ردالمحتار:
۳۴۲/۷) (۲)...المشتری إذا باع المبيع من آخر قبل نقد الثمن جاز للبائع
شرائه منه بالأقل. (أی بعد الإقالة. اسامه) (الدر المختار علی هامش ردالمحتار:
۳۴۲/۷) (۳)...وهذه كما فی الشرنبلالية: حيلة للشراء بأقل مما باع قبل
نقد ثمنه. (شامی: ۳۴۲/۷)

(۵) بیع صرف (سونا چاندی کی بیع) میں جب اقالہ کیا جائے تو اس وقت بد لین پر قبضہ مجلس میں شرط ہے (جیسا کہ اس کی بیع میں شرط ہے) اس لئے کہ یہ شرط شریعت کا حق ہے، پس گویا شریعت کے حق میں یہ اقالہ بیع جدید ہے (یہاں فریق ثالث شریعت ہے) ^(۱)

(۶) کوئی چیز مثلاً گھر خریدا، پھر اس کو رہن (گروی) رکھا، یا اس کو کرایہ پر دیا، پھر اس گھر کا جو سودا ہوا تھا اس کا اقالہ کرنے کا ارادہ ہوا تو مرتہن (جس کے پاس وہ گھر گروی رکھا ہے) یا مستأجر (جس کو کرایہ پر دیا ہے) کی اجازت شرط ہے، اس کے بغیر اقالہ صحیح نہ ہوگا، کیونکہ ان دونوں کے حق میں یہ اقالہ بیع جدید ہے۔ پس جس طرح اس گھر کو دوسری جگہ بیچنا ہو تو ان دونوں کی اجازت شرط ہے تو اقالہ میں بھی شرط ہوگی۔ ^(۲)

ربا (سود) کا بیان

۳۳۰۔ ضابطہ: جو زیادتی عقد میں بلا معاوضہ حاصل ہو وہ سود ہے۔ ^(۳)

تشریح: جیسے ایک من گندم دے کر ایک من ایک سیر گندم لینا۔ دس تولہ چاندی دے کر گیارہ تولہ چاندی لینا۔ پانچ تولہ سونا دے کر ساڑھے پانچ تولہ سونا لینا یا جیسے ایک ہزار روپے دے کر گیارہ سو روپے لینا وغیرہ — سب سود ہے۔

(۱)..... ویزاد التقابض فی الصرف (الدر المختار)..... قال فی الفتح: لانه

مستحق فی الشرع فکان بیعاً جدیداً فی حق الشرع. (شامی: ۷/۳۴۲)

(۲) لو اشتری داراً فأجرها أو رهنها، ثم تقابلا مع البائع ذکر فی النهر أخذاً

من قولهم إنها بیع جدید فی حق ثالث أنها تتوقف علی إجازة المرتهن، أو

قبضة دینہ وعلی إجازة المستاجر. (شامی: ۷/۳۴۳)

(۳) وهو فی الشرع عبارة عن فضل مالا یقابله عوض فی معاوضة مال

بمال. (ہندیہ: ۳/۱۱۷)

اور مدت (مہلت) کو اس زیادتی کا عوض قرار دینا صحیح نہیں، کیونکہ مدت محل عوض نہیں، یعنی مستقلاً اس کا عوض لینا جائز نہیں۔

اور ادھار بیع میں زیادہ قیمت لینے کی جو اجازت ہے، اس میں درحقیقت زیادہ قیمت مہلت کا عوض نہیں، بلکہ نفس ہی کی قیمت ہوتی ہے اور مہلت کا اعتبار ضمناً ہوتا ہے اگرچہ دیتے وقت مہلت بھی پیش نظر ہو، اور وہ بھی صرف اس صورت میں جائز ہے جبکہ عروض (سامان) کا نقد (سونا چاندی یا روپے) سے تبادلہ ہو۔ اگر عروض کا عروض سے یا نقد کا نقد سے تبادلہ ہو (جیسا کہ اوپر کی مثالوں میں ہے) تو وہاں ادھار میں زیادہ قیمت لینا جائز نہیں، کیونکہ اس وقت وہ زیادتی نفس مہلت ہی کا عوض ہوگی، اور مہلت کا مستقلاً عوض لینا جائز نہیں۔

۳۳۱- **ضابطہ:** جس چیز میں قدر اور جنس دونوں وصف موجود ہوں ان میں ربا الفضل اور ربا النسیئہ دونوں متحقق ہوتے ہیں اور جس میں صرف ایک وصف ہو اس میں صرف ربا النسیئہ متحقق ہوتا ہے ربا الفضل متحقق نہیں ہوتا۔^(۱)

تشریح: قدر سے مراد اس چیز کا کیلی و وزنی ہونا ہے اور جنس سے مراد دو چیزوں کا ہم جنس ہونا ہے۔

اور ربا الفضل یہ ہے کہ: اموال ربوہ میں معاملہ کمی بیشی کے ساتھ کیا جائے۔ اور ربا النسیئہ یہ ہے کہ: اموال ربوہ میں معاملہ ادھار کیا جائے یعنی کسی ایک عوض کو ادھار رکھا جائے۔ (اور اگر دونوں عوض ادھار ہو تو یہ بیع الکالی بالکالی ہے اور یہ بھی ناجائز ہے)

پس جن دو عوضوں میں یہ دونوں علتیں موجود ہوں یعنی دونوں ہم جنس ہوں اور

(۱) فإن وجد الوصفان حرم الفضل والنساء وإن علما حلا وإن أحدهما فقط حل الفضل لا النساء. (ملتی الأبحر علی هامش مجمع الأنہع: ۳/ ۱۲۱- الباب

فی شرح الكتاب: ۱/ ۲۲۱)

دونوں قدری یعنی مکملی یا موزونی ہوں جیسے گندم کا گندم کے عوض، یا تیل کا تیل کے عوض بیچنا تو ان میں ربا کی دونوں صورتیں جائز نہ ہوں گی یعنی نہ ربا الفضل جائز ہوگا اور نہ ربا النسیئہ۔

اور جس میں صرف ایک علت ہو جیسے زمین کا زمین کے عوض یا بکری کا بکری کے عوض یا کپڑے کا کپڑے کے عوض تبادلہ (کہ اس میں صرف جنسیت ہے قدرت نہیں) یا گیہوں کا چاول کے عوض تبادلہ (کہ اس میں صرف قدرت ہے جنسیت نہیں) تو اس میں ربا الفضل (نقد کی بیشی) تو جائز ہوگا، ربا النسیئہ (ادھا معاملہ) جائز نہ ہوگا۔

اور جس میں ایک بھی علت نہ ہو جیسے چاندی کا تیل کے عوض بیچنا تو اس میں تفاضل اور نسیئہ دونوں صورتیں جائز ہوں گی، کیونکہ ان دونوں میں اختلاف جنس کے ساتھ قدرت کا بھی اختلاف ہے، قدرت کا اختلاف اس طرح کہ چاندی وزنی ہے اور تیل کیلی ہے، جبکہ قدرت میں اتفاق ضروری ہے یعنی دونوں وزنی ہوں یا دونوں کیلی ہوں۔ ایک وزنی ہو اور دوسرا کیلی ہو تو ان میں علت قدرت شمار نہ ہوگی۔^(۱)

فائدہ: دو ایسی چیزیں جن کی اصل الگ الگ ہو جیسے گائے کا گوشت اور دنبہ و بکرے کا گوشت ان کی جنس الگ متصور ہوگی۔ اسی طرح دو ایسی چیزیں جن کا مقصود مختلف ہو جیسے دنبہ کے اون اور بکری کے بال ان کی جنس بھی جدا گانہ شمار ہوگی۔^(۲)

سوال: پھٹے ہوئے یا پرانے نوٹوں کو اچھے نوٹوں کے بدلہ میں یاریز گاری کو نوٹوں کے بدلہ میں کمی بیشی کے ساتھ بیچنے کو مفتیان کرام ناجائز کہتے ہیں (یعنی اس میں

(۱)..... "وعلة القدر" هو القدر المتفق كبيع موزون بموزون أو مكيل بمكيل

بخلاف المختلف كبيع مكيل بموزون نسيئة فإنه جائز..... الخ (شامی:

۷/۴۰۵) (۲)..... والحاصل أن الاختلاف باختلاف الأصل أو المقصود الخ

(الدر المختار) (باختلاف الأصل) ك... لحم البقر مع لحم الضأن (أو المقصود)

كشعر المعز وصفو الغنم. (شامی: ۷/۴۱۸)

برابری ضروری ہے) جیسا کہ فتاویٰ دارالعلوم، فتاویٰ رحیمیہ، فتاویٰ محمودیہ وغیرہ میں ہے۔^(۱) حالانکہ مذکور ضابطہ کے اعتبار سے یہ تبادلہ جائز ہونا چاہئے کیونکہ اس میں پہلی صورت (نوٹ کا نوٹ سے تبادلہ) میں علت ”قدریت“ اور دوسری صورت (نوٹ کا ریزگاری سے تبادلہ) میں دونوں ہی علتیں نہیں پائی جاتیں، جس کا تقاضہ یہ ہے کہ نقد کی بیشی تو کم از کم جائز ہو۔

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ پیسے ”ثمن“ ہیں اور ثمن میں اوصاف: ہدر (یعنی ناقابل اعتبار) ہوتے ہیں، پس ان کے باہم تبادلہ میں جو زیادتی ہوگی وہ بلا عوض رہے گی اور وہی اصل سود ہے جو قرآن نے حرام کیا ہے، یعنی زیادة بلا عوض، برخلاف ثمن کے علاوہ دیگر چیزوں میں کہ (جب تک علت ربانہ ہو) ان میں اوصاف معتبر ہوتے ہیں پس ان میں جو زیادتی ہوتی ہے وہ کسی وصف کے مقابل ہوتی ہے اور بلا عوض نہیں رہتی۔

استدراک: لیکن اگر کسی کے پاس پھٹی پرانی نوٹ ہو جو بازار میں کوئی لینے کو تیار نہ ہو اور بینک وغیرہ سے اس کے تبادلہ میں کوئی اس کا پورا روپیہ نہ دے تو اپنا حق کچھ کم لے لینا جائز ہے۔ جیسا کہ فتاویٰ دارالعلوم میں ہے کہ ”نوٹ کے لین دین میں زیادہ و کم لینا بقاعدۃ شریعت جائز نہیں، لیکن بہ مجبوری نوٹ کے بھنانے میں اگر پورا روپیہ کوئی نہ دے تو اپنا حق کچھ کم لے لینا درست ہے۔“^(۲)

۳۳۲- ضابطہ: دو ہم جنس میں ایسا تفاوت جو خلقی (قدرتی) ہو (جیسے خشک وتر ہونا، عمدہ و گھٹیا ہونا) باب رہا میں اس کا اعتبار نہیں ہوتا، اور جو تفاوت بندوں کے فعل سے ہو (جیسے گیہوں اور گیہوں کا آٹا، بھونے ہوئے گیہوں اور سادہ گیہوں) اس کا

(۱) (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۴/۴۵۵-۴۵۶، رحیمیہ: ۵/۳۱۸، محمودیہ:

۳/۵۹، حاشیہ ۱، کتاب الزکوۃ)

(۲) (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۴/۴۵۵-۴۵۶)

اعتبار ہوتا ہے (یعنی وہ فساد پیدا کرتا ہے) ^(۱)

تفریع: پس گیہوں کو گیہوں کے عوض یا کھجور کو کھجور کے عوض باہم برابری کے ساتھ بیچنا جائز ہے، اگرچہ ایک طرف عمدہ ہو اور دوسری طرف گھٹیا ہو یا ایک طرف خشک ہو اور دوسری طرف تر ہو، کیونکہ یہ تفاوت خلقی ہے اور خلقی تفاوت کا باب رہا میں اعتبار نہیں۔

لیکن گیہوں کو گیہوں کے آٹے کے عوض یا بھونے ہوئے گیہوں کو سادے گیہوں کے عوض بیچنا بالکل جائز نہیں خواہ کمی بیشی سے بیچا جائے یا برابری سے، کیونکہ ان میں جو تفاوت ہے وہ بندوں کے فعل سے ہے اور ایسا تفاوت معتبر ہوتا ہے، یعنی اس کی وجہ سے فساد پیدا ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ان میں — یعنی گیہوں اور اس کے آٹے وغیرہ میں — من وجہ مجانست باقی ہے جس کا باب رہا میں احتیاطاً اعتبار ہوتا ہے، ایسی صورت میں تساویاً جائز ہونا چاہئے، مگر ان کا پیمانہ کیل ہوتا ہے جس کی وجہ سے برابری پیدا کرنا ممکن نہیں، کیونکہ آٹے کو پیمانہ میں ٹھوس ٹھوس کر بھرا جاسکتا ہے اور گیہوں کے دانوں کے درمیان خلار ہوتا ہے اس لئے ان کو ٹھوس کر نہیں بھرا جاسکتا ہے، پس ان میں کمی بیشی رہے گی۔ اور یہ تفاوت چونکہ بندوں کا پیدا کردہ ہے اس لئے اس کا اعتبار ہوگا، قدرتی ہوتا جیسا کہ تر و خشک کی وجہ سے کمی بیشی رہنا تو اس کا اعتبار نہ ہوتا اور کیل کی ہی برابری کافی رہتی اگرچہ وزن میں کم و بیش ہو۔

پھر اس میں (یعنی گیہوں کو اس کے آٹے کے عوض وغیرہ میں) وزن سے بھی برابر کر کے بیچنا جائز نہ ہوگا کیونکہ کیلی چیز کو اس کے ہم جنس کے عوض وزن سے بیچنا جائز نہیں۔

ملحوظہ: یہ ساری تفصیل طرفین کے مسلک کے موافق ہے، اور چونکہ اکثر فقہ کی

(۱) کل تفاوت خلقی كالرطب والتمر والجید والردیء لہو ساقط الاعتبار،

وكل تفاوت بصنع العباد كالحنطة بالدقیق والحنطة المقلية بغيرها یفسد

(الدرا المختار علی هامش ردالمختار: ۷/ ۴۱۶ - ۴۱۷)

کتابوں میں یہ مذکور ہے اور بہت سے مسائل کا حل اس پر موقوف ہے اس لئے اس کو ذکر کیا گیا، ورنہ تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک پیمانے اور وزن میں مطلقاً عرف کا اعتبار ہے یعنی عرف میں کوئی چیز وزنی ہے تو وزنی شمار ہوگی اور کیلی ہے تو کیلی شمار ہوگی خواہ اس کا کیلی یا وزنی ہونا ہونا منصوص ہو یا غیر منصوص، پس اس اعتبار سے گہیوں کو آٹے کے عوض، یا بھونے ہوئے گہیوں کو سادے گہیوں کے عوض وزنا برابر طریقہ سے بیچنے میں کوئی حرج نہ ہوگا، پھر خلقی تفاوت اور مصنوعی تفاوت کے مابین کا فرق بھی ساقط الاعتبار ہوگا۔ علامہ کمال الدین نے امام ابو یوسفؒ کے قول کو رائج قرار دیا ہے اور علامہ شامی نے بھی دلائل کے بعد لکھا ہے کہ امام ابو یوسفؒ کے قول کا قوی ہونا مخفی نہیں۔^(۱)

۳۳۳- ضابطہ: ہر وہ چیز جس کے کھلی کی بھی قیمت آتی ہو اس کو اس کے مغز (گری) کے عوض بیچا جائے تو ضروری ہے کہ وہ ”مغز“ اس چیز میں موجود ”مغز“ سے مقدار میں زیادہ ہو (تاکہ زیادتی کھلی کے عوض آجائے) ورنہ بیچنا جائز نہ ہوگا، سود ہو جائے گا۔ اور جس کے کھلی کی کوئی قیمت نہ ہو اس کو اس کے ”مغز“ کے عوض

(۱) ومانص الشارع علی کونہ کیلیاً... او وزنیاً فهو کذا لک ابدأ..... وعن الثانی اعتبار العرف مطلقاً، ورجحه الکمال وخرج علیہ سعید أفندی... الخ (الدرالمختار) وفي الشامية: وحاصله توجيه قول أبي يوسف أن المعبر العرف الطاریء بأنه لا ینخالف النص بل یوافقہ، لأن النص علی کیلة الأربعة ووزنية الذهب والفضة مبنی علی ماکان فی زمنہ صلی اللہ علیہ وسلم من کون العرف کذا لک، حتی لو کان العرف إذ ذاک بالعکس لورد النص موافقاً له، ولو تغير العرف فی حیاته صلی اللہ علیہ وسلم لنص، علی تغير الحکم. وملخصه: أن النص معلول بالعرف، فيکون المعبر هو العرف فی ای زمن کان، ولا ینخفی أن هذا فیہ تقوية لقول أبي يوسف، فافهم.

بیچنا مطلقاً جائز نہیں۔ (۱)

تشریح: پس زیتون کو ”زیتون کے تیل“ کے عوض اور تیل کو ”تیل کے تیل“ کے عوض بیچنا جائز ہے تو ضروری ہے کہ وہ خالص تیل اس زیتون اور تیل میں موجود تیل کے مقابلہ میں زیادہ ہو، تاکہ جو زائد تیل ہے وہ کھلی کے مقابل ہو جائے اور چونکہ تیل اور کھلی دو مختلف جنس ہیں اس لئے رہا متحقق نہ ہوگا، لیکن اگر زیتون اور تیل میں موجود جو تیل ہے وہ خالص تیل کے مقابلہ میں زیادہ ہو یا برابر ہو تو یہ بیع جائز نہ ہوگی، کیونکہ ادھر کھلی یا کھلی کے ساتھ تیل کی جو زیادتی ہوگی ادھر (خالص تیل کی جانب) اس کا کوئی عوض نہ رہے گا، پس یہ زیادتی بلا عوض ہو کر سود پیدا کر دے گی۔ — یہی حکم ہوگا کھجور کو اس کے شیرہ کے عوض، اور بادام یا اخروٹ کو اس کے تیل کے عوض اگر بیع کی جائے، یعنی اگر شیرہ اس سے زائد ہو جو کھجور میں ہے اور تیل اس سے زائد ہو جو بادام یا اخروٹ میں ہے تو بیع جائز ہوگی، ورنہ جائز نہیں، بلکہ دوسری دھات سے مرکب سونا چاندی کو غیر مرکب سونا چاندی کے عوض بیچنا ہو تو اس میں بھی یہ شرط ہے کہ غیر مرکب زیادہ ہو، ورنہ جائز نہ ہوگا، بلکہ یہ حکم ہر اس بیع میں جاری ہوگا جو کسی دوسری چیز سے مرکب ہو مثلاً ایک ٹوکری میں کھجور اور گندم مکس ہے اور اس کی قیمت کھجور کی صورت میں مقرر کی تو یہ بیع اس وقت جائز ہوگی جب کہ ٹوکری والی کھجور کم ہو اور جو کھجور بطور ثمن کے دی جا رہی ہے وہ زائد ہو، تاکہ کھجور کا کھجور کے ساتھ تماشل ہو جائے اور زائد کھجور گندم کے عوض ہو جائے۔

(۱) ولا الزیتون بزیت والسمسم بحل... حتی یکون الزیت والحل اکثر مما فی الزیتون والسمسم لیكون قدره بمثله والزائد بالثفل، وكذا کل مالثفه قیمۃ کجوز بدھنہ ولبن بسمنہ وعنب بعصیرہ، فإن لاقیمۃ لہ کبیع تراب ذہب بذهب فسد بالزیادۃ لربہ بالفضل. (الدر المختار علی هامش رد

اور اگر کوئی چیز ایسی ہو جس کے کھلی کی کوئی قیمت نہ آتی ہو جیسے سونے کی مٹی (یعنی جس مٹی میں سونے کے ذرات ہوں) کو سونے کے عوض بیچا جائے تو یہ بیع مطلقاً جائز نہ ہوگی یعنی نہ کمی بیشی سے جائز ہوگی اور نہ برابر طریقہ پر، کیونکہ ذرات اگرچہ مقوم ہیں لیکن نفس مٹی کی کوئی قیمت نہیں ہے اس مٹی کے مقابل میں کچھ سونا نہیں کیا جاسکتا۔ اب اگر برابر طریقہ پر بیچے تو ادھر مٹی غیر مقوم ہونے کی وجہ سے کمی رہے گی اور اگر مٹی کی نفی کر کے خالص سونا کو ذرات کے مقابل کیا جائے تو سوال یہ ہے کہ مقابل کس طرح کیا جائے؟ کیونکہ ذرات کی قطعی مقدار معلوم نہیں، پس شبہ رہا پیدا ہوگا اور شبہ رہا بھی جائز نہیں (اس میں جائز طریقہ یہ ہے کہ سونے کی مٹی کو پیسوں سے یا مخالف جنس مثلاً چاندی وغیرہ سے بیچا جائے) ^(۱)

۳۳۳- ضابطہ: باب رہا میں عقد کے وقت تماثل کا اعتبار ہے، عقد کے بعد نہیں۔ ^(۲)

تفریع: پس رطب (ترکھجور) کو تمر (خشک کھجور) کے عوض تساویا بیچا، پھر بعد میں سوکھنے سے کمی بیشی ہوگئی تو کوئی فرق نہ آئے گا، رہا نہ ہوگا۔ لیکن بھونے ہوئے گیہوں کی بغیر بھونے ہوئے گیہوں سے بیع مطلقاً جائز نہ ہوگی، کیونکہ ان میں فی الحال تماثل نہیں، کیونکہ بھونے ہوئے میں تخلخل ہوتا ہے برخلاف بغیر بھونے ہوئے میں کہ ان میں ٹھوس پن ہوتا ہے پس کیل سے ناپنے میں ضرور کمی بیشی ہوگی۔

سوال: رطب کی تمر کے عوض بیع میں بھی تو رطب پیانہ میں کم آئے گی اور تمر زیادہ آئے گی کیونکہ رطب موٹی ہوتی ہے اور تمر ٹھوس اور خشک ہوتی ہے۔ پھر یہ بیع کیوں جائز ہے؟ اور بھونے ہوئے گیہوں کی جائز نہیں؟

(۱) (بدائع: ۴/۲۲۲) (۲) فابو حنیفۃ يعتبر المساواة فی الحال عند العقد ولا يلتفت إلى النقصان فی المال. (بدائع الصنائع: ۴/۹۰۹)

جواب: بھونے ہوئے گیہوں اور رطب میں فرق ہے کہ بھونے ہوئے گیہوں جو پھولے ہوئے ہوتے ہیں ان میں ہوا بھری ہوئی ہوتی ہے جو کہ غیر منفع بہ ہے، اور رطب جو پھولی ہوئی ہوتی ہے اس میں شیرہ بھرا ہوا ہوتا ہے جو منفع بہ ہے (البتہ بعد میں یہ شیرہ سوکھ جاتا ہے، لیکن اس کا اعتبار نہیں، عقد کے وقت تماشل کا اعتبار ہے) پس گیہوں کو کھجور پر قیاس کرنا درست نہیں۔

رطب اور تمر کی مثال ایسی ہے جیسے چھوٹی اور بڑی کھجور کی بیج کی جائے تو ظاہر ہے کہ بڑی کھجوریں صاع میں کم آئیں گی اور چھوٹی زیادہ آئیں گی، لیکن یہ صورت جائز ہے کیونکہ اس صورت میں بڑی کھجوروں میں جو کمی ہے وہ منفع بہ چیز کے عوض ہے، برخلاف بھونے ہوئے گیہوں اور غیر بھونے ہوئے گیہوں کے کہ وہاں بھونے ہوئے گیہوں میں جو کمی ہے وہ صرف ہوا کی وجہ سے جو کہ غیر منفع بہ ہے۔^(۱)

۳۳۵- ضابطہ: جہاں مفاضلت (کمی بیشی) جائز ہے وہاں مجازفت (اٹکل) جائز ہے اور جہاں مفاضلت جائز نہیں وہاں مجازفت جائز نہیں۔^(۲)

تفریع: پس اموال ربوہ میں مثلاً گیہوں کو گیہوں کے عوض یا چاول کو چاول کے عوض یا سونے کو سونے کے عوض بیچا جائے تو اندازے سے (بغیر ناپے) بیچنا جائز نہیں۔ اور اگر ان کو غیر جنس سے بیچا جائے یا پیسوں سے بیچا جائے تو اندازہ بیچنا جائز ہے۔

۳۳۶- ضابطہ: جو بھی قرض نفع کھینچ کر لائے وہ سود ہے، اور حرام ہے۔^(۳)

(۱) (مستفاد: اسلام اور جدید معاشی (مفتی تقی صاحب مدظلہ): ۱۱۴/۲)

(۲) والأصل فیہ أن کلما جازت فیہ المفاوضة جاز فیہ المجازفة ومالا فلا (بدائع: ۴۱۸/۴)

(۳) کل قرض جر نفعاً فهو ربا حرام. (قواعد الفقہ: ۱۰۲، قاعدہ: ۲۳۰) (کنز

العمال رقم الحدیث: ۱۵۵۱۶ ج: ۶ ص ۲۳۸-اعلاء السنن ۱۴/۹۸)

تفریحات:

(۱) قرض اور بیع جائز نہیں یعنی قرض دے کر مقروض کو کوئی چیز زیادہ قیمت پر بیچنا جائز نہیں، مثلاً ایک شخص کو پچاس ہزار روپے قرض چاہئے، قرض دینے والے نے یہ شرط لگائی کہ آپ کو میری یہ بھینس پچیس ہزار میں خریدنی ہوگی جبکہ اس بھینس کی قیمت بیس ہزار ہے، مگر چونکہ وہ مجبور ہے اسے قرض چاہئے اس لئے اس نے بیس ہزار کی بھینس پچیس ہزار میں خرید لی، یہ جائز نہیں کیونکہ بائع نے پانچ ہزار کا جو نفع کمایا ہے وہ قرض کی بنیاد پر کمایا ہے اور ضابطہ ہے جو بھی قرض نفع کھینچ کر لائے وہ سود ہے۔

(۲) بینک میں فلکسڈ ڈپازٹ رکھنا جائز نہیں، کیونکہ بینک اس رقم کو بطور قرض لیتی ہے اور اس پر کچھ معین رقم سود دیتی ہے۔ بلکہ بینک کا ہر سود خواہ سیونگ اکاؤنٹ کا ہو یا فلکسڈ ڈپازٹ کا مذکور ضابطہ کے تحت آکر ناجائز و حرام ہے۔ اسی بنا پر ہمارے اکابرین کا فتویٰ ہے کہ بلا شدید مجبوری کے بینک میں رقم جمع رکھنا جائز نہیں، کہ اس میں اعانت علی المعصیت ہے (فقراء اور غرباء کی امداد کی نیت سے بھی بینک میں رقم جمع کرنا) یا جمع رکھنا) جائز نہیں، کیونکہ ان کی امداد جائز طریقہ سے کرنے کا حکم ہے نہ کہ ناجائز طریقہ اختیار کر کے)

(۳) جس شخص کو مکان کرایہ پر دے رکھا ہے اس سے قرض مانگا، اس نے کہا میں قرض دیتا ہوں لیکن شرط یہ ہے کہ اس کرایہ میں سے اتنی مقدار کم کر دو، تو یہ جائز نہیں کیونکہ یہ قرض نفع گھسیٹ کر لا رہا ہے، پس سود ہو جائے گا۔

(لیکن اگر کرایہ دار ویسے ہی قرض دے یعنی اس قرض دینے میں نہ کرایہ کی کمی اور نہ اور کوئی رعایتی شرط عقد میں لگائی جائے تو پھر کوئی حرج نہیں)

فائدہ: ہندوستان میں بعض سرکاری قرض ایسے ہیں جن میں سرکار کی طرف سے کچھ چھوٹ دی جاتی ہے (جسے سب سیڈی کہا جاتا ہے) اس قسم کے پلان (اسکیم) سے حکومت کا مقصد سود خوری نہیں ہے بلکہ بے روزگاروں کو روزگار مہیا کرنا ہے، اس

لئے اگر کوئی شخص حکومت سے اس قسم کی اسکیم کے تحت قرض لے اور حکومت کی طرف سے اس پر کچھ رقم چھوٹ ملے اور بقیہ رقم حکومت مع سود وصول کرے تو اگر وہ سود کی رقم چھوٹ میں ملی ہوئی رقم (یعنی سب سیڈی) سے ادا ہو جاتی ہو، اپنے پاس سے زائد رقم دینا نہ پڑتی ہو تو اس تاویل سے کہ حکومت نے بطور تعاون جو رقم دی تھی اس شخص نے اسی تعاون والی رقم میں سے کچھ رقم واپس کر دی مذکورہ اسکیم کے تحت قرض لینے کی گنجائش ہے، اور اگر سود کی رقم چھوٹ میں ملی ہوئی رقم (یعنی سب سیڈی) سے زیادہ دینی پڑے تو پھر یہ معاملہ سودی کہلائے گا اور جائز نہ ہوگا۔^(۱)

۳۳۷- ضابطہ: رہا القرض اس وقت بنتا ہے جب قرض میں زیادتی کو شرط

کر دیا جائے ورنہ تبرع ہے۔^(۲)

تشریح: پس اگر قرض میں زیادتی شرط نہیں کی مگر مقروض اپنی خوشی سے زیادہ واپس کرے تو حرج نہیں (سود نہ ہوگا) بلکہ - خندہ پیشانی سے - زیادہ دینا مستحب ہے، رسول اللہ ﷺ قرض میں مقدار واجب سے زیادہ ادا فرماتے اور فرماتے کہ یہ تمہارا حق ہے اور اس قدر مزید میری طرف سے عطا ہے، چنانچہ ابوداؤد کی حدیث ہے: ”عن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان لی علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دین فقصی لی وزادنی“ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ذمہ میرا کچھ قرض تھا، آپ نے مجھے وہ ادا کیا اور زیادہ دیا۔^(۳)

(۱) (فتاویٰ رحیمیہ: ۳۱۲/۵، ملخصاً) (۲) (ہندیہ ۲۰۲/۳)

(۳) (مشکوۃ: ۱/۳۵۳، بحوالہ ابوداؤد) وفي المراقبة: من استقرض شيئاً فرد أحسن أو أكثر منه من غير شرطه كان محسناً ويحل ذلك للمقرض، وقال النووي رحمه الله تعالى: يجوز للمقرض أخذ الزيادة سواء زاد في الصفة أو في العدد ومذهب مالك أن الزيادة في العدد منهي عنها، وحجة أصحابنا عموم قوله صلى الله تعالى عليه وسلم: ”فإن خير“

انتباہ: ضابطہ میں ”ربا القرض“ کی قید اس لئے کہ یہ حکم اسی کے ساتھ خاص ہے۔ مطلق عقد کا یہ حکم نہیں ہے، کیونکہ عقد میں تو زیادتی مشروط نہ ہوتی ہے سود ہو جاتا ہے، صرف اس کا عقد کے ضمن میں آ جانا ہی کافی ہے۔ اسی وجہ سے دو ہم جنسوں کو مجازاً (اندازاً) بیچنا جائز نہیں ہوتا (البتہ اگر وہ زیادتی عقد میں مشروط نہ ہو اور نہ اس کے ضمن میں آئے بلکہ عقد کے بعد الگ سے ہدیہ کے طور پر اس کو دیا جائے تو پھر حرج نہیں) ^(۱)

۳۳۸- ضابطہ: جو بھی چیز ناجائز طریقہ سے حاصل ہو اس کا شرعی راستہ اس کو اس کے مالک تک پہنچا دینا ہے۔ ^(۲)

تشریح: پس چوری یا غصب کیا ہو مال یا سود سے حاصل شدہ مال کو مالک تک پہنچانا لازم ہے، اس کے علاوہ کوئی اور طریقہ درست نہیں۔

البتہ اگر مالک کا علم نہ ہو تو پھر اجر و ثواب کی نیت کے بغیر گویا اپنے اوپر سے ایک بوجھ ہٹا رہے ہو یہ سمجھ کر غرباء و مساکین پر اس کو صدقہ کرنا لازم ہے۔ لیکن بینک کے انٹرسٹ (سود) کے متعلق بوجہ مصلحت مفتیان کرام کا فتویٰ یہ

→ الناس أحسنهم قضاء “وفی الحدیث دلیل علی أن رد الأجود فی القرض أو الدين من السنة ومکارم الأخلاق وليس هو من قرض جر منفعة (مرقاۃ المفاتیح: ۱۱۷/۶، باب الافلاس، الفصل الثالث)

(۱) (مشروط) ترکہ اولیٰ، فإنه مشعر بأن تحقق الربا يتوقف عليه وليس كذلك..... فإن الزيادة بلا شرط ربا أيضاً إلا أن يهبها. (شامی: ۷/ ۴۰۰) والقصد أن ذکر هذا القيد لا يكون أن التعريف تاماً إلا بقصد أن المراد به أن الفضل ذکر لأحد المتعاقدين في ضمن العقد لأنه شرط صراحة كما هو المتبادر من لفظ المشروط (تقریرات الرافعی علی هامش الشامی: ۱۶۱)

(۲) ما حصل بسبب خيث فالسبيل رده. (قواعد الفقہ ص: ۱۱۵، قاعدہ:

ہے کہ اس کو بینک میں نہ چھوڑا جائے، بلکہ اسے نکال کر غرباء پر بغیر ثواب کی نیت کے (کہ مال حرام میں ثواب کی نیت صحیح نہیں) خرچ کر دیا جائے۔ بعض حضرات نے رفاہی کام، مثلاً سڑک بنانے میں، سڑکوں پر روشنی کرنے میں، مسافر خانہ یا کنواں بنانے میں یا سروجنگ، ہسپتال تعمیر کرنے میں یا اس جیسی دیگر ضرورت میں بھی سود کو استعمال کرنے کی اجازت دی ہے۔

مگر اپنی ذاتی استعمال میں لانا بالکل جائز نہیں، البتہ شدید و انتہائی مجبوری میں اس نیت سے خود استعمال کر سکتا ہے کہ گنجائش ہو جانے پر بعد میں اتنی ہی رقم صدقہ کر دے گا، لیکن اس کا پورا حساب رکھنا اور ضرورت رفع ہو جانے پر صدقہ کرنا ضروری ہوگا۔^(۱)
نوٹ: باب رباعی سے متعلق ایک نقشہ کتاب کے آخر میں ہے۔

بیع صرف کا بیان

تمہید: سونا چاندی کی ایک دوسرے سے خرید و فروخت کو ”عقد صرف“ کہتے ہیں۔ اگر دونوں طرف ایک ہی جنس ہو مثلاً سونے کا سونے سے یا چاندی کا چاندی سے تبادلہ تو دونوں کا برابر ہونا ضروری ہے ورنہ سود ہو جائے گا اور اگر الگ الگ جنس ہو یعنی سونے کا چاندی سے تبادلہ ہو تو برابری لازم نہیں، البتہ ادھار بیع بہر صورت ناجائز ہے، یعنی خواہ الگ جنس سے تبادلہ ہو یا ایک ہی جنس سے اور خواہ برابری کے ساتھ ہو یا کمی بیشی سے۔^(۲)

۳۳۹- ضابطہ: عقد صرف میں خیار شرط صحیح نہیں (اس سے عقد فاسد

(۱) والملك الخبیث سبیلہ التصدق، ولو صرفه فی حاجة نفسه جاز، ثم إن كان غنیاً تصدق بمثلہ وإن كان فقیراً لا تصدق. (الاختیار لتعلیل المختار:

۶۱/۳ اوائل کتاب الغصب)

(۲) (دررالحکام شرح غرر الأحکام: ۶/۴۱۷)

ہو جائے گا)

تشریح: کیونکہ عقد صرف میں فوری بیع کا ہو جانا ضروری ہے یہی وجہ ہے کہ اس میں کوئی مدت مقرر کرنا درست نہیں، مجلس میں بد لین پر قبضہ لازم ہوتا ہے، جبکہ خیاء شرط میں بیع ”من له الخيار“ پر موقوف ہوتی ہے، فوری طور پر لازم نہیں ہوتی۔

اور خیاء شرط کی قید لگائی، اس لئے کہ اس میں (عقد صرف میں) خیاء رویت و خیاء عیب دونوں درست ہے۔^(۱)

۳۴۰- ضابطہ: ثمن خلقیہ میں صرف کے احکام جاری ہوتے ہیں ثمن اعتباریہ میں نہیں۔

تشریح: ثمن خلقیہ سے مراد سونا اور چاندی ہے، کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے ان کو پیدا ہی ثمن بننے کے لئے کیا ہے۔ اور ثمن اعتباریہ ہے کہ رواج کی وجہ سے یا کسی قانون نے اس کو ثمن بنا دیا ہو، جیسے آج کل کاغذ کے روپے (نوٹ) اسی طرح پیتل، تانبہ اور دھات وغیرہ کے سکے۔

تفریع: پس سونا چاندی (جو کہ ثمن خلقی ہیں) کی آپس میں ایک دوسرے سے بیع کی جائے تو مجلس میں قبضہ شرط ہے ورنہ بیع جائز نہ ہوگی کیونکہ یہ بیع صرف ہے اور بیع صرف میں مجلس میں قبضہ شرط ہے۔ لیکن اگر سونا چاندی کی بیع روپے پیسوں (جو کہ ثمن اعتباریہ ہے) سے کی جائے تو اس میں مجلس میں قبضہ شرط نہیں، ادھار بیع بھی جائز ہے، کیونکہ درحقیقت یہ بیع صرف نہیں ہے۔^(۲)

۳۴۱- ضابطہ: ہر ملک کی کرنسی ایک مستقل (علاحدہ) جنس ہے۔^(۳)

(۱) (الحوالۃ السابقة: ۶/۲۳۴) (۲) (مستقاد: اسلام اور جدید معاشی مسائل (مفتی

تقی صاحب): ۲/۸۸۵، ملخصاً، احسن الفتاویٰ: ۶/۵۱۸)

(۳) (نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے: ۱۲۳، دوسرا فقہی سیمینار (دہلی) بتاریخ ۸-۱۱ جمادی

الاولیٰ ۱۴۱۰ھ، مطابق ۸-۱۱ دسمبر ۱۹۸۹) اسلام اور جدید معاشی (مفتی تقی صاحب): ۲/۸۴۲)

تفریع: پس ایک ملک کی کرنسی کا تبادلہ اسی ملک کی کرنسی سے کمی بیشی کے ساتھ جائز نہیں، خواہ نقد تبادلہ ہو یا ادھار۔

اور دو ملکوں کی کرنسیاں مثلاً انڈین یا پاکستانی روپیوں کا ڈالر یا ریال سے تبادلہ فریقین کی آپسی رضامندی سے۔ کہ وہ جو بھی مقرر کریں۔ کمی بیشی سے جائز ہے، کیونکہ دو ملکوں کی کرنسیاں مختلف جنس ہے۔

البتہ ان میں ادھار معاملہ میں (سد باب کیلئے) ثمن مثل کی شرط لگانی ہوگی یعنی مختلف کرنسیوں کے تبادلہ میں ادھار معاملہ اس شرط کے ساتھ جائز ہوگا کہ ثمن مثل سے بیچا جائے اپنی طرف سے کوئی زیادہ قیمت مقرر نہ کی جائے، مثلاً آج ڈالر کو روپیوں میں بیچنا ہو تو جو چاہے قیمت مقرر کر لو، لیکن اگر دو مہینے کے بعد بیچنا ہے تو ثمن مثل سے بیچنا ضروری ہوگا یعنی فی الحال بازار میں جو قیمت چل رہی ہو اس کو مقرر کرنا ضروری ہوگا، تاکہ ربا کا ذریعہ نہ بنے۔^(۱)

دین اور قرض کا بیان

۳۳۲- ضابطہ: ہر ”دین حال“ کی تاخیر (مدت مقرر کرنا) صحیح ہے سوائے قرض کے کہ اس میں تاخیر صحیح نہیں۔^(۲)

تشریح: فقہ کی اصطلاح میں ”دین“ کا لفظ عام ہے اور ”قرض“ کا لفظ خاص ہے۔ دین ان تمام صورتوں کو شامل ہے جن میں ایک شخص کی کوئی چیز دوسرے کے ذمہ واجب الادا ہو، چاہے وہ بطور قرض ہو یا کسی مال کے عوض ہو یا کسی غیر متقوم شئی مثلاً انسانی جان یا عصمت کے بدلہ میں ہو۔ اور قرض وہ مال یا روپیہ پیسہ ہے جو کسی کو اس

(۱) (مستفاد: اسلام اور جدید معاشی مسائل) (مفتی تقی صاحب): ۸۵/۲-۸۶ ملخصاً

(۲) کل دین حال إذا اجله صاحبه صار مؤجلاً إلا القرض فإن تأجيله لا یصح

(فتوری علی هامش الجوهرۃ النيرة: ۱/ ۲۷۲ مکتبہ میر محمد کراچی)

نیت سے دیا جائے کہ وہ بعد میں ادا کر دے گا۔ پس دونوں میں عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، کہ ہر قرض دین ہے، لیکن ہر دین قرض نہیں مثلاً دیت، مہر، نذر وغیرہ کہ وہ قرض نہیں صرف دین ہے۔^(۱)

اب ضابطہ کی تشریح یہ ہے کہ: ہر وہ دین جو فی الحال لازم ہو جیسے بیوعات کا ثمن، ہلاک کرنے والی چیز کا عوض وغیرہ اس میں مدیون کی رعایت میں کوئی مدت مقرر کرنا صحیح ہے، پھر جو بھی مدت مقرر کی جائے اس کی رعایت من لہ الدین پر لازم ہے، وقت سے پہلے اس کا مطالبہ جائز نہ ہوگا، اگر وہ مطالبہ کرے تو مدیون قاضی کے سامنے حجت پیش کر سکتا ہے۔ لیکن دیون میں قرض ایک ایسی چیز ہے کہ اس میں تاخیر صحیح نہیں یعنی بطور لزوم کوئی مدت مقرر کرنا کہ اس سے پہلے مطالبہ درست نہ ہو ایسا نہیں ہے، بلکہ اگر کوئی مدت مقرر کر بھی لی جائے تو وہ لازم نہ ہوگی، مقرض (قرض دینے والا) مقرض سے فوری مطالبہ کر سکتا ہے اور مقرض کے لئے ادا کرنا لازم ہوگا اور جو مدت بیان کی گئی ہے اس کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ قرض ابتداء میں اعارہ اور صلہ ہے یہاں تک کہ لفظ ”اعارہ“ سے صحیح ہو جاتا ہے اور اس کا مالک نہیں ہوتا ہے وہ شخص جو تبرع کا مالک نہیں ہوتا ہے جیسے بچہ اور وصی، اور انتہاء میں قرض معاوضہ ہے، پس ابتداء کا اعتبار کرتے ہوئے اس میں تاخیر لازم نہیں ہونی چاہئے جیسا کہ اعارہ میں، کیونکہ تبرع میں جبر نہیں ہوتا ہے اور انتہاء کا اعتبار کرتے ہوئے تاخیر صحیح ہی نہ ہونی چاہئے کیونکہ یہ پیسوں کی پیسوں کے بدلہ میں یا جنس کی جنس کے بدلہ میں ادھار بیع ہو جاتی ہے اور یہ سود ہے۔^(۲)

(۱) (مستفاد: التعریفات الفقہیة (ملحق بقواعد الفقہ): ۱۱۶، کشاف

اصطلاحات الفنون: ۲ / ۵۰۲، شامی: ۷ / ۳۸۳)

(۲) لآلہ اعارة وصلة فی الابتداء حتی تصح بلفظ الاعارة ولا یملک من

لا یملک التبرع کالصبی والوصی ومعاوضة فی الانتہاء فعلى اعتبار ←

البتہ اخلاقی تقاضہ یہ ہے مقرض (قرض دینے والے) کو جب گنجائش ہو تو دی ہوئی مدت کی رعایت کرے، کہ قرض دار کو مہلت دینے میں بڑا ثواب ہے۔

فائدہ: فقہاء کے یہاں دین کی ایک اور اصطلاح بھی ہے وہ یہ کہ جو چیز ذمہ میں ثابت ہو اور معین و مشخص نہ ہو جیسے سونا چاندی روپیہ پیسہ (یعنی جو چیز ثمن زر بننے کی صلاحیت رکھتی ہے) اس کو دین کہتے ہیں اور جو چیز معین و مشخص ہو جاتی ہو، جیسے گےہوں، چاول، زمین، مکان وغیرہ وہ عین کہلاتی ہے، پس اس تفصیل کے مطابق فقہاء عین کے مقابلہ میں لفظ دین اور دین کے مقابلہ میں لفظ عین استعمال کرتے ہیں۔

۳۴۳- **ضابطہ:** مدیون کی موت سے تا جیل باطل ہو جاتی ہے نہ کہ دائن کی

موت سے۔ (۱)

تفریع: پس اگر کسی نے کوئی چیز ادھار قیمت میں خریدی اور مدت مثلاً دو مہینہ مقرر کی، ابھی وہ مدت پوری نہیں ہوئی تھی کہ اس سے پہلے مشتری کا انتقال ہو گیا (جو کہ من علیہ الدین ہے) تو اب وہ تا جیل (مدت) باطل ہو گئی، بائع اس کے ورثاء سے ثمن کا فوری مطالبہ کر سکتا ہے، کیونکہ تا جیل مشتری کا حق تھا اور صاحب حق کے موت سے اس کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔ برخلاف اگر بائع (جو کہ من لہ الدین ہے) کا انتقال ہو جائے تو مشتری کا حق تا جیل باطل نہ ہوگا، پس بائع کے ورثاء مشتری سے جب تک مدت ختم نہ

→ الابتداء لا يلزم التأجيل فيه أي لمن أجله إبطاله كما في الإعارة إذ لا إجبار في التبرع وعلى اعتبار الانتهاء لا يصح تأجيله لأنه يصير بيع الدرهم بالدرهم نسئنه وهو ربوا (الجوهرة النيرة: ۱ / ۲۷۳ مکتبہ میر محمد کراچی)

(۱) والأصل أن موت من عليه الدين يبطل الأجل لأن الأجل من حقه وقد يبطل حقه بموته وموت من له الدين لا يبطل الأجل لأن الأجل من حق المطلوب وهو حي وليس لورثته أن يطالبوه قبل الأجل. (الجوهرة النيرة: ۱ / ۲۷۲ مکتبہ میر محمد کراچی)

ہو جائے شمن کا مطالبہ نہیں کر سکتے۔

۳۴۳- **ضابطہ:** قرض فقط ذوات الامثال کا جائز ہے، ذوات القیم کا جائز نہیں۔^(۱)

تشریح: ذوات الامثال سے مراد ایسی چیزیں ہیں جن کی ہر طرح سے تعیین ہو سکتی ہو، اور وہ چار چیزیں ہیں: ملکات، موزونات، مزروعات (گڑ سے نانے کی چیزیں) اور معدودات متقاربہ (یعنی ایسی گننے کی چیزیں جن کے افراد میں کم تفاوت ہوتا ہو جیسے انڈے، اخروٹ وغیرہ) ان کے علاوہ سب چیزیں ذوات القیم ہیں ان کا قرض جائز نہیں، کیونکہ ان میں باہم تفاوت کی وجہ سے واپسی کے وقت فریقین میں نزاع پیدا ہو سکتا ہے۔ (اور اگر نزاع کا امکان نہ ہو جیسے آج مشینی دور میں ایک طرح کی مصنوعات ہوتی ہیں تو ان کا قرض جائز ہونا چاہئے، مؤلف)

تفریع: پس حیوان کا قرض جائز نہیں، کیونکہ وہ ذوات القیم میں سے ہے ایک ہی نوع کے حیوان میں واضح فرق ہوتا ہے اور ان کی قیمتیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ اور ان کے گوشت کا قرض مفتی بہ قول کے مطابق جائز ہے، کیونکہ گوشت (بوجہ موزون کے) ذوات الامثال میں سے ہے۔^(۲)

اسی طرح آٹا، چینی، تیل وغیرہ کا قرض جائز ہے، کیونکہ یہ ذوات الامثال میں سے ہیں۔ اور روٹی کے قرض میں اختلاف ہے "تخین" کے نزدیک جائز نہیں یہی قیاس ہے، اور امام محمد کے نزدیک (تعامل کی بنا پر) جائز ہے، فتویٰ اسی پر ہے۔^(۳)

فائدہ: عامتا گھروں میں یہ جو رواج ہے کہ آٹا، چینی وغیرہ ختم ہونے پر پڑوس

(۱) وصح القرض فی مثلی..... لافی غیرہ من القیمات (الدر المختار علی هامش

رد المختار: ۷/۳۸۸- ہندیہ: ۳/۲۰۱) (۲) (فتح القدیر: جلد ۷، ۸۰-۸۱

باب السلم) (۳) ویستقرض الخبز وزناً وعدداً عند محمد وعلیہ الفتویٰ ابن

ملك. واستحسنه الكمال واختاره المصنف تیسراً (شامی: ۷/۳۸۹)

میں سے ایک معین مقدار لیتے ہیں، پھر مہیا ہو جانے پر اتنا واپس کرتے ہیں تو یہ جائز ہے کوئی حرج نہیں، کیونکہ یہ درحقیقت بیع نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے ”ربا نسیمہ“ صادق آئے بلکہ قرض ہے، چنانچہ اس لین دین کے وقت بیع کا وہم و گمان بھی نہیں ہوتا ہے، بلکہ قرض ہی مقصود ہوتا ہے۔

احسن الفتاویٰ میں ہے: ”اگر جنس لے کر وہی جنس واپس لینے کا معاملہ کیا ہو مگر بیع یا مبادلہ یا معاوضہ کے الفاظ نہیں کہے تو یہ قرض ہے خواہ قرض کا لفظ کہے یا نہ کہے اور یہ بلاشبہ جائز ہے“ (۱)

۳۲۵- ضابطہ: قرض میں مثل واپس کرنا ضروری ہے اور مثل میں اعتبار مقدار کا ہے نہ کہ شمیت کا۔ (۲)

تشریح: پس اگر کسی نے ایک من گندم کسی سے قرض لئے اور ایک سال کے بعد وہ گندم واپس لے رہا ہے، دیتے وقت اس کی قیمت دو سو روپیہ تھی، اور ایک سال کے بعد قیمت چار سو روپیہ ہو گئی تو اب وہ ایک من گندم ہی واپس لے سکتا ہے، اس کی قیمت (چار سو روپیہ) کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ قرض میں مثل واپس کیا جاتا ہے نہ کہ اس کی قیمت۔ اسی طرح اگر قیمت کم ہو جائے مثلاً دو سو روپیہ کی بجائے سو روپیہ ہو جائے تب بھی وہ ایک من گندم ہی واپس لے گا، قرض دینے والے کے لئے یہ جائز نہیں کہ دو من گندم کا مطالبہ کرے، یعنی کہے کہ چونکہ قیمت گر گئی ہے لہذا اسی حساب سے مجھے دو من واپس کرو، کیونکہ قرض میں مثل واپس کرنا ضروری ہے اور مثل میں اعتبار

(۱) (احسن الفتاویٰ: ۷/۱۷۴)

(۲) (والذی یتحقق من النظر فی دلائل القرآن والسنة ومشاهدة معاملات الناس أن المثلیة المطلوبة فی القرض هی المثلیة فی المقدار والکمیة، دون المثلیة فی القيمة والمالۃ). (بحوث فی قضایا لفہیة معاصرة، ص: ۱۷۴، دارالعلوم کراچی)

مقدار کا ہے، نہ قیمت و ثمنیت کا۔^(۱)

یہی وجہ ہے کہ آج سے پچیس سال پہلے اگر کسی نے سو روپیہ قرض دیا ہو تو آج وہ اتنے ہی واپس لے سکتا ہے کرنسی کا ویلیو گھٹ جانے (ڈاؤن ہونے) کی وجہ سے دوسرے کی بجائے دس ہزار کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہے، کیونکہ مثل کی واپسی لازم ہے خواہ اس کا ویلیو (حیثیت) کچھ بھی ہو جائے۔ اور جہاں تک قیمتیں گرنے کی بات ہے تو وہ بازار کے حالات سے یا حکومت کی پالیسیوں سے گرتی ہے مقروض کا اس میں کوئی دخل نہیں ہوتا، پس اس کے اوپر کوئی ضمان لازم نہیں کیا جاسکتا۔ شرعاً کسی کو قرض دینا تو ایسا ہی ہے جیسا کہ کوئی شخص اپنے صندوق یا الماری میں پیسے رکھ کر لاک لگا دے (بند کر دے)، اب ظاہر ہے کہ ایک سال کے بعد اس کا ویلیو گھٹ جائے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہی ہے نہ کہ کوئی دوسرا، اسی طرح کسی کو قرض دیا ہے تو مانگنے والے نے کوئی زبردستی تو نہیں کی تھی، آپ نے کھلی آنکھوں سے دیا ہے، اب اگر اس کی قیمت میں کوئی نقصان ہو جائے تو اس کی ذمہ داری مقروض پر نہیں ڈالی جاسکتی۔

استدراک: لیکن اگر بازار میں مثل منقطع ہو جائے تو پھر مقروض پر یہ لازم ہے کہ آخری رواج کے وقت اس چیز کی جو قیمت تھی اس کے حساب سے قیمت ادا کرے، یہی مفتی بہ ہے۔^(۲)

۳۴۶- ضابطہ: قرض شرط فاسد سے فاسد نہیں ہوتا، بلکہ وہ شرط خود فاسد

(۱) وفي العتابة: من استقرض فغلت أو رخصت فعليه مثل ما قبض ولا ينظر إلى الغلاء أو الرخص، كمن استقرض حنطة فارتفع سعرها وغلا أو رخص (تاتارخانية: ۳۹۴/۹، مکتبہ زکریا)

(۲) ولو استقرض الفلوس أو العدالي فكسدت وقال محمد قيمته في آخر يوم كانت رائجة وعليه الفتوى. (ہندیہ: ۳/۲۰۴، شرح المجلة: ۴۹۰، رقم المادة ۸۹۱، مکتبہ حنفیہ، کوئٹہ)

ہو جاتی ہے (جیسا کہ نکاح وغیرہ کا حکم ہے)

تفریع: پس اگر قرض میں میلے پرانے پیسے ادا کئے اور شرط لگائی کہ اچھے اور بالکل نئے پیسے ادا کرنے ہوں گے، یا غلہ قرض لیا اور شرط لگائی کہ اس جگہ کے علاوہ کسی اور جگہ میں اس کو ادا کرنا ہوگا وغیرہ تو ایسی شرط لغو ہوگی، مقروض کے لئے اس پر عمل ضروری نہ ہوگا اور قرض صحیح رہے گا۔^(۱)

۳۴۷- **ضابطہ:** مدیون جب ٹال مٹولی کرتا ہو تو صاحب دین اپنا بجنسہ دین جس طرح بھی ممکن ہو وصول کر سکتا ہے۔^(۲)

تشریح: جس طرح سے مراد یہ ہے کہ اس سے وہ دین چھین لیا یا خفیہ طور پر اس سے اپنی وہ چیز حاصل کر لی وغیرہ۔ لیکن وصولی کے لئے اس کا کوئی جانی یا مالی نقصان کرنا یعنی اس پر ظلم و زیادتی کرنا جائز نہ ہوگا۔

اور ضابطہ میں ”بجنسہ“ کی قید اصل مسئلہ کے اعتبار سے ہے، ورنہ بدلے ہوئے حالات کی بنا پر مفتی بہ قول یہ ہے کہ غیر جنس سے بھی قرض یا دین وصول کرنا جائز ہے، کیونکہ اب حقوق العباد میں غفلت عام ہو گئی ہے، باوجود گنجائش کے بہت سے جلدی قرض ادا کرنا نہیں چاہتے۔^(۳)

(۱) القرض لا یعلق بالجائز من الشروط فالفساد منها لا یبطله ولكنه یلغو شرط رد شیء آخر، فلو استقرض الدراهم المكسورة علی أن یؤدی صحیحاً كان باطلاً وكذا لو أقرضه طعاماً بشرط رده فی مكان آخر (الدرالمختار علی هامش رد المحتار: ۷/۳۹۴) (۲) لصاحب الدین إذا ظفر بجنس حقه أن یأخذه (قواعد الفقہ ص: ۱۰۳، قاعدہ: ۲۳۹) (۳) قال الحموی:..... إن عدم جواز الأخلع من خلاف الجنس كان فی زمانهم لمطاوعتهم فی الحقوق والفتویٰ الیوم علی جواز الأخذ عند القدرة من أى مال كان، لاسیما فی دیارنا لمداء متهم العقوق (شامی: ۲۲۱/۹، کتاب الحجر - حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار: ۸۶/۴ کتاب الحجر)

۳۳۸- **ضابطہ:** ایسی چیزیں جن میں قرض جاری ہو سکتا ہے، عاریت پر لینا قرض کے حکم میں ہوتا ہے، اور جن میں قرض جاری نہیں ہوتا مثلاً حیوان وغیرہ ان کو عاریت لینا عاریت ہی رہتا ہے۔^(۱)

تشریح: عاریت یہ ہے کہ بلا عوض کسی چیز کے نفع کا کسی کو مالک بنانا، مثلاً گھر دیا تاکہ اس میں رہائش کرے، یا جانور دیا تاکہ اس کے دودھ سے فائدہ حاصل کرے، یا گاڑی دی تاکہ اس پر سواری کرے اور اس پر اس سے کسی قسم کا عوض نہ لیا جائے۔

اس میں مالک کو جب وہ مطالبہ کرے بعینہ وہی چیز واپس کرنا لازم ہوتا ہے، اور اگر مستعیر (عاریت لینے والے) کے پاس وہ چیز ضائع ہو جائے تو اس کا ضمان اس پر واجب نہیں ہوتا، بشرطیکہ اس کی طرف سے اس میں تعدی نہ ہوئی ہو، یعنی مالک کی ہدایت سے تجاوز کر کے اس کو استعمال نہ کیا ہو اور نہ عرف کے خلاف اس کو استعمال کیا ہو۔^(۲) برخلاف قرض کہ اس میں مثل واجب ہوتا ہے، اور واپسی بہر صورت لازم ہوتی ہے، خواہ مقروض کے پاس وہ چیز ہلاک ہو جائے یا باقی رہے۔

اس تمہید کے بعد اب ضابطہ کی تشریح یہ ہے کہ جن چیزوں میں قرض جاری ہوتا ہے (یعنی ذوات الامثال میں) ان کو عاریت پر لینا قرض کے حکم میں ہوتا ہے اور قرض کے جو احکام ہوتے ہیں وہ اس پر جاری ہوں گے اور جن میں قرض جاری نہیں ہوتا (یعنی ذوات القیم میں) ان کو عاریت پر لینا عاریت ہی رہتا ہے اس میں قرض کے احکام جاری نہ ہوں گے، بلکہ عاریت ہی کے احکام جاری ہوں گے۔

نوٹ: ذوات الامثال اور ذوات القیم کی تشریح ضابطہ نمبر ۳۴۴ کے تحت ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) عاریۃ کل شیء یجوز قرضہ عاریۃ کل شیء لایجوز قرضہ عاریۃ.

(ہندیہ: ۳/۷۰۷) (۲) ولا تضمن بالهلاك من غیر تعد. الخ (الدر المختار

علی هامش الرد: ۸/۴۷۶، کتاب العاریۃ)

۳۴۹- ضابطہ: قرض کی بیع جائز نہیں۔^(۱)

تشریح: اس کی صورت یہ ہے کہ: کسی کو مثلاً ایک لاکھ روپے قرض دئے ہیں، اور مقروض میں فوری دینے کی استطاعت نہیں ہے، بلکہ وہ ایک سال بعد دینے کو کہتا ہے، لیکن مالک کو فی الحال رقم کی ضرورت ہے، تو وہ اپنے اس ایک لاکھ کو کسی تیسرے شخص کے ہاتھ ننانوے ہزار میں بیچ دے کہ تم فلاں سے ایک سال کے بعد ایک لاکھ وصول کر لینا جو میرے اس کے ذمہ ہے اور مجھے ابھی ننانوے ہزار دیدو تو یہ جائز نہیں۔

معاویہ چیک کے خرید و فروخت کا بھی یہی حکم ہے یعنی مثلاً دس ہزار کے چیک کو جو دو مہینے کے بعد پے ہوگا کسی کو نو سو پچاس میں بیچ دیا تو جائز نہیں۔

اور یہ بیع بظاہر ”بیع الجامیہ“ کے مرادف ہے، جامیہ کہتے ہیں محکمہ و بیت المال وغیرہ سے جو سالانہ یا ماہانہ وظائف دئے جاتے ہیں۔ اور بیع جامیہ یہ ہے کہ کوئی ”وظیفہ یاب“ قبل از وقت روپیہ کا ضرورت مند ہو اور وہ کسی آدمی سے کہے کہ تم اس قدر روپیہ ادا کر کے میرا وظیفہ خرید لو جو وقت پر حاصل کر لو گے تو فقہاء نے لکھا ہے کہ یہ بیع باطل ہے، اس لئے کہ خاص مقروض کے علاوہ دوسرے سے ”دین“ کی بیع درست نہیں۔^(۲)

البتہ فتاویٰ دارالعلوم میں دین و قرض کی بیع کے سلسلہ میں جواز کی یہ صورت بیان کی ہے کہ: جس سے قرض لیا جائے اس کو اپنے قرض کے وصول کا وکیل بنا دیا جائے اور بحیثیت وکیل اس کے لئے کوئی اجرت مقرر کی جائے، مثلاً کہا تم مجھے ابھی اتنا قرض دو اور میرا جو قرض جو فلاں کے ذمہ ہے اس کے وصول کے وکیل بن جاؤ میں اس پر اجرت دوں گا تو یہ درست ہے۔^(۳) گویا یہ جواز کا ایک حیلہ ہے جو بوقت مجبوری استعمال

(۱) الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۷/۳۳

(۲) وافقی المصنف بطلان بیع الجامیہ لما فی الأشباه: بیع الدین إنما یجوز من المدیون (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۷/۳۳، والتفصیل فی رد المحتار)

(۳) (فتاویٰ دارالعلوم: ۱۴/۲۹۰، ملخصاً)

کیا جاسکتا ہے، بلا مجبوری اس طرح کے حیلے جائز نہیں، مؤلف)

قمار (جوا) کا بیان

۳۵۰- **ضابطہ:** ہر وہ معاملہ جو نفع و نقصان کے درمیان دائر ہو وہ قمار اور میر

(اور اردو زبان میں ”جوا“ یا ”سقا“) کہلاتا ہے۔^(۱)

جیسے:

(۱) دو شخص (یا دو ٹیمیں) آپس میں بازی لگائیں کہ اس کھیل میں تم جیت گئے تو

میں تم کو ایک ہزار روپے دوں گا اور میں جیت گیا تو تمہیں ایک ہزار روپے دینے پڑیں

گے۔ یا اس طرح کہ اگر فلاں ٹیم جیت گئی تو تم ایک ہزار روپے مجھے دو گے اور اگر

ہار گئی میں تمہیں دوں گا تو یہ دونوں صورتیں قمار کی ہیں۔

البتہ اگر ایک طرف شرط ہو مثلاً زید آگے بڑھ گیا تو عمر اس کو ایک ہزار روپے دے گا

اور اگر عمر آگے بڑھ گیا تو زید پر کچھ لازم نہیں، یا کسی تیسرے شخص کی طرف سے جیتنے

والے کے لئے کوئی انعام مقرر ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں جائز ہے۔ بلکہ دو طرفہ

شرط بھی احناف کے یہاں ایک خاص صورت میں جائز ہے وہ یہ کہ فریقین تیسرے

شخص مثلاً خالد کو داخل کر دیں جس پر کچھ دینا لازم نہ ہو، اس کی دو صورتیں ہیں:

الف: زید آگے بڑھے تو عمر اس کو ایک ہزار روپے دے اور عمر آگے بڑھ جائے

تو اتنی رقم زید اس کو ادا کرے اور اگر خالد آگے بڑھ جائے تو اس کو کچھ دینا کسی کے ذمہ

نہ ہو۔

ب: شرط اس طرح ہو کہ خالد آگے بڑھ جائے تو زید و عمر دونوں اس کو ایک ہزار

روپے دیں اور اگر زید و عمر دونوں یا دونوں میں سے کوئی ایک آگے بڑھ جائے تو خالد پر

(۱) (جواہر الفقہ : ۲ / ۳۳۶، شامی : ۵۷۷/۹، کتاب المحظر والاباحۃ،

فصل فی البیوع)

کچھ دینا لازم نہ ہو، لیکن زید و عمر میں باہم جو آگے بڑھ جائے تو دوسرے پر اس کو ایک ہزار ادا کرنا لازم ہو۔

ان دونوں صورتوں میں تیسرا آدمی جو شریک کیا گیا ہے اس کو اصطلاح میں ”مخلّل“ کہتے ہیں۔ اس محلّل کا مساوی حیثیت رکھنا ضروری ہے یعنی اس کے آگے بڑھ جانے اور پیچھے رہ جانے کے دونوں احتمال مساوی ہوں، ایسا نہ ہو کہ کمزوری یا عیب کی وجہ سے اس کا پیچھے رہ جانا یقینی ہو یا زیادہ قوی یا چالاک ہونے کی وجہ سے اس کا آگے بڑھ جانا یقینی ہو ورنہ اس طرح کرنا جائز نہ ہوگا۔^(۱)

(۲) بند ڈبے ایک مقررہ قیمت پر مثلاً دس روپے فی ڈبہ کے حساب سے بیچے جائیں، کسی ڈبہ میں پانچ روپے کی چیز ہو، کسی میں دس اور کسی میں پندرہ روپے کی اور کسی میں بیس روپے کی چیز ہو تو اس طرح نفع و نقصان کے درمیان دائر صورت کے ساتھ بیچنا قمار ہے۔^(۲)

(۳) دس آدمیوں نے دس دس روپے نکالے، کل سو روپے ہوئے، اب اس پر قرع اندازی کی گئی اور جس کا نام نکل آیا وہ ان سو روپیہ کا مالک ہو گیا (جیسا کہ لاٹری میں ہوتا ہے) تو یہ قمار ہے۔

البتہ مروجہ کمیٹی جسے سوسائٹی اور میسی بھی کہتے ہیں، کہ جس میں چند آدمی رقم جمع کرتے ہیں پھر قرع اندازی کے ذریعہ کسی ایک کو وہ رقم دے دی جاتی ہے یہاں تک کہ باری باری سب کو ان کی رقم واپس مل جاتی ہے تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں، جائز ہے، کہ یہ قرض کے لین دین کا معاملہ ہے۔^(۳)

(۱) (مستفاد جواہر الفقہ: ۲/۳۴۹، م: تفسیر القرآن دیوبند، الدر المختار

علی هامش رد المختار: ۹/۵۷۷، کتاب الحظر والاباحۃ، فصل فی البیع)

(۲) (جواہر الفقہ: ۲/۳۴۴) (۳) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/۲۷۰، م:

دارالکتب دیوبند)

(۴) امداد باہمی کے نام سے ”انشورنس“ کی جتنی صورتیں ہیں: خواہ مالی انشورنس ہو یا جانی سب قمار کے دائرے میں آتے ہیں اور ناجائز ہیں۔^(۱) البتہ مالی و میڈیکل انشورنس کو ضرورت و حالات کی بنا پر مفتیان کرام نے کچھ شرائط کے ساتھ گنجائش دی ہے۔^(۲)

(۵) اخباری معمرہ حل کر کے اس طرح انعام حاصل کرنا کہ اس کے ساتھ کچھ فیس (روپیہ یا دو روپیہ) بھی بھیجنا شرط ہو (خواہ اس فیس کا عنوان داخلہ فیس وغیرہ کچھ بھی رکھ لیا جائے) تو یہ قمار ہے۔^(۳)

البتہ اگر فیس لازم نہ ہو اور اخبار میں یہ اشتہا ہو کہ جو بھی اس معمرہ کو حل کر دے گا اس کو انعام دیا جائے گا پھر کسی نے حل کر دیا اور انعام حاصل کیا تو یہ جائز ہے، اس انعام کو استعمال کر سکتا ہے۔^(۴)

(۶) چند آدمی مل کر روزانہ قرع اندازی کریں اور جس کا نام قرع میں نکل آئے وہ سب کی کھانے کی دعوت کرے تو یہ جائز نہیں، قمار ہے۔

البتہ اگر یہ صورت ہو کہ جس کا نام ایک بار نکل آئے آئندہ اس کا نام قرع اندازی میں شامل نہ کیا جائے یہاں تک کہ تمام رفقاء کی باری پوری ہو جائے تو یہ جائز ہے، کہ اس صورت میں قرع سے صرف ترتیب نکالی ہے نہ کہ نفع و نقصان کو اخذ کیا ہے۔^(۵)

(۷) کبھی چائے پتی وغیرہ خریدنے میں کمپنی کی طرف سے انعام ملتا ہے اور کبھی

(۱) (جواہر الفقہ: ۲/۳۴۵)

(۲) (تفصیل کے لئے دیکھئے: ایضاح النوادر (مفتی شبیر صاحب) ص: ۱۴۱- نئے مسائل اور فقہ اسلامی کے فیصلے ص: ۱۴۳- فتاویٰ دارالعلوم: ۱۳/۵۰۹، حاشیہ)

(۳) (جواہر الفقہ: ۲/۳۴۳، فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/۴۴۲)

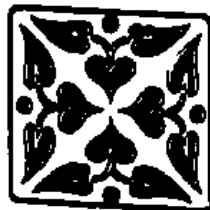
(۴) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/۴۴۳-۴۴۴)

(۵) (آپ کے مسائل اور ان کا حل: ۶/۲۶۳، مکتبہ: دارالکتاب دیوبند)

نہیں ملتا ہے تو اس میں مدارنیت پر ہوگا اگر موہوم انعام کی غرض سے پتی یا چینی خریدی ہے تو یہ ایک گونہ قمار کا ارتکاب کرنا ہے جو ناجائز ہے اور جس کے پیش نظر صرف چینی، پتی خریدنی ہے انعام کی ہوس پیش نظر نہیں پھر اتفاقاً انعام بھی مل گیا تو وہ قواعد کی رو سے قمار سے بھی نکل گیا۔^(۱)

(۸) آج کل یہ کاروبار عام ہے کہ مثلاً موٹر سائیکل کے خریدار کمپنی میں ہر ماہ (ایک طے شدہ مدت تک) قسط وار پیسے جمع کرتے ہیں اور ہر ماہ قرض اندازی ہوتی ہے اگر کسی کا نام قرض میں نکل آیا تو موٹر سائیکل اسے دیدی جاتی ہے اور بقیہ تمام اقساط معاف کردی جاتی ہیں اور اگر اخیر تک قرض اندازی میں خریدار کا نام نہ نکلا تو پھر اس کو وہ موٹر سائیکل دیدی جاتی ہے، اور اس کی آخری قسط تک بھری ہوئی رقم موٹر سائیکل کی وہ قیمت ہوتی ہے جو مارکیٹ میں چل رہی ہوتی ہے۔ تو اس طرح کا معاملہ قواعد کی رو سے جائز ہے کیونکہ یہ قیمت میں کمپنی کی طرف سے رعایت ہے اور کس خریدار کو رعایت دی جائے اس کا انتخاب وہ بذریعہ قرض اندازی کرتے ہیں اس میں کسی کا کوئی نقصان نہیں، اگرچہ ابتداء میں ثمن غیر متعین ہوتا ہے لیکن قرض میں جب نام نکل آئے گا اس وقت ثمن متعین ہو جائے گا اس لئے انجام کار یہ معاملہ درست ہو جاتا ہے۔

یہ تو معاملہ کی ایک ظاہری صورت ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ کاروبار کے اس طریقہ کے پیچھے ذہن قمار ہی کا کارفرما ہوتا ہے، اس لئے ایسے معاملہ سے احتیاط کرنی چاہئے اور موجود حالات کو دیکھتے ہوئے کم از کم یہ کراہیت سے خالی نہیں ہے۔^(۲)



(۱) (جواہر الفقہ: ۲ / ۳۴۵ ملخصاً)

(۲) (مستفاد: احسن الفتاویٰ: ۶ / ۵۱۸، اسلام اور جدید معاشی مسائل ص: ۲۷۶)

کتاب الإجارة

۳۵۱- ضابطہ: ہر وہ چیز جو شرعاً قابل انتفاع ہو اس کا اجارہ (بیع) جائز ہے۔^(۱)

۳۵۲- ضابطہ: ہر وہ چیز جو بیع میں ثمن بننے کی صلاحیت رکھتی ہے، اجارہ میں اجرت بننے کی صلاحیت رکھتی ہے۔^(۲)

تشریح: ثمن سے مراد بدل ہے، پس اس میں اعیان: گےہوں، چاول، تیل یعنی ملکیتی و موزونی چیزیں اور جانور، گھر وغیرہ بھی داخل ہوں گے، کیونکہ بیع مقایضہ میں وہ بدل بننے کی صلاحیت رکھتے ہیں تو اجارہ میں اجرت کی بھی صلاحیت رکھیں گے۔^(۳)

استدراک: لیکن اس ضابطہ میں عکس جاری نہ ہوگا، یعنی یہ نہیں کہہ سکتے: ”جو چیز بیع میں ثمن بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی وہ اجارہ میں اجرت بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی“ کیونکہ منفعت کا منفعت کے ذریعہ اجارہ درست ہے جبکہ دونوں کی جنس مختلف ہو اور بیع میں منفعت کو ثمن (بدل) بنانا قطعاً درست نہیں۔^(۴)

(۱) کل ما ینتفع به فحائز بیه والإجارة علیہ. (القواعد الفقہیة: ۱۲۸، دار القلم، دمشق) (۲) کل ما صلح ثمنای بدلاً فی البیع صلح اجرة. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۵۹-۶۰، بدائع ۴/۴۸) (۳) (ای بدلاً فی البیع) فدخل فیہ الأعیان، فإنها تصلح بدلاً فی المقایضة فصلح الاجرة. (شامی: ۶/۹) (۴) ولا ینعکس کلیاً، فلا یقال مالا یجوز ثمناً لایجوز اجرة لجوز إجارة المنفعة بالمنفعة إذا اختلفا. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۶/۹)

۳۵۳- **ضابطہ:** معقود علیہ کی ہم جنس سے منفعت کو اجرت بنانا درست

نہیں۔^(۱)

جیسے میں یہ گاڑی کرایہ پر دیتا ہوں اور اس کا کرایہ یہ ہے کہ تمہاری گاڑی استعمال کروں گا، یا میں گھر کرایہ پر دیتا ہوں اور اس کی اجرت یہ ہے کہ میں تمہارے فلاں گھر میں رہوں گا وغیرہ۔ تو یہ اجارہ درست نہیں۔

اور ”معقود علیہ کی ہم جنس کی“ قید اس لئے کہ اگر منفعت اس جنس کی نہ ہو بلکہ خلاف جنس کی ہو تو وہ اجرت بن سکتی ہے، جیسے میں یہ گاڑی کرایہ پر دیتا ہوں اور اس کا کرایہ یہ ہے کہ تمہارے گھر میں رہوں گا تو یہ اجارہ صحیح ہے، کیونکہ گاڑی اور گھر دونوں الگ الگ جنس ہیں، یا جیسے میں یہ بیل اجرت پر دیتا ہوں اور اس کی اجرت یہ ہے کہ تمہارے گدھے سے سواری یا بوجھ اٹھانے کا کام لوں گا تو درست ہے کیونکہ بیل اور گدھے کی جنس مختلف ہے۔^(۲)

۳۵۴- **ضابطہ:** جس چیز کا اجارہ ہو رہا ہے، ضروری ہے کہ عرف میں اس کا

اجارہ ہوتا ہو، ورنہ اجرت لینا صحیح نہ ہوگا۔^(۳)

جیسے تم میرے درخت سے سایہ حاصل کرو گے اور اس کی اجرت یہ ہوگی، یا میرے

(۲) ومنها أن لا تكون الأجرة منفعة هي من جنس المعقود عليه (ہندیہ: ۴ / ۱۱۹)

(۳) إجارة المنفعة بالمنفعة تجوز إذا اختلفا جنساً كاستجار سكنى داراً بزرعة

أرض، وإذا اتحدا لا تجوز كإجارة السكنى بالسكنى واللبس باللبس والركوب

بالركوب ونحو ذلك. (المرامح المختار) وفي الشامية: ومعاوضه البقر بالبقر في

الأكدا لا تجوز لاتحاد الجنس والبقر بالحمير يجوز لاختلاف الجنس. (شامی:

۸۵ / ۹) (۳) ومنها أن تكون المنفعة مقصودة معتاداً استيفاءً بها بعقد الإجارة

ولا يجرى بها التعامل بين الناس فلا يجوز استئجار الأشجار لتجفيف الثياب

عليها. (ہندیہ: ۴ / ۱۱۹، بدائع ۴ / ۶۶)

گھریا دکان کی روشنی میں اپنا کام کرو گے اور اس کا معاوضہ یہ ہوگا وغیرہ تو ایسا اجارہ صحیح نہیں، اس پر معاوضہ لینا جائز نہ ہوگا۔

۳۵۵-ضابطہ: زینت و تجل کے لئے کسی چیز کو کرایہ پر لینا جائز نہیں۔^(۱)

تشریح: پس گھر وغیرہ کو محض سجانے کے لئے جھاڑ فانوس، برتن، پھول وغیرہ کرایہ پر لیا تو درست نہیں، اگر لیا تو دینے والا کرایہ کا مستحق نہ ہوگا، کیونکہ منافع کی بیع ضرورت کی وجہ سے ہے اور زینت و تجل میں کوئی خاص ضرورت نہیں۔

استدراک: لیکن اگر اس کا عرف ہو جائے جیسا کہ شادی وغیرہ کے موقع پر پنڈال والے فانوس وغیرہ سے محفل سجاتے ہیں اور اس کا کرایہ لیتے ہیں تو یہ ایک کونہ ضرورت میں داخل ہوگا اور اس کی گنجائش ہوگی۔

۳۵۶-ضابطہ: اجارہ صحیحہ میں جب منفعت پر قدرت حاصل ہو جائے تو

(وقت گزرنے پر) کرایہ لازم ہو جاتا ہے، خواہ منفعت حاصل کی ہو یا نہ کی ہو۔^(۲)

تشریح: پس مکان، دکان یا گاڑی وغیرہ کو کرایہ پر لیا اور مالک نے اس پر قدرت بھی دیدی تو جو کرایہ طے ہوا ہو (وقت گزرنے پر) وہ لازم ہوگا خواہ کرایہ دار نے اس چیز کو استعمال کیا ہو یا نہ کیا ہو۔^(۳)

اور اجارہ صحیحہ کی قید اس لئے کہ اجارہ فاسدہ میں کرایہ اس چیز کو استعمال کرنے

(۱) استیجار الآنیۃ والظروف لوضعها فی البیت لأجل التجمّل والزینۃ دون الاستعمال والانفعا بھا غیر جائز. (الفتاویٰ الہندیہ: ۴/۵۵۴) - الدر المختار

علی هامش رد المختار: ۵/۹

(۲) تلزم الأجرة أيضاً فی الإجارة الصحیحۃ بالاعتدال علی استیفاء

المنفعة. (شرح المجلۃ: ۱/۲۶۳ - رقم المادۃ: ۴۷)

(۳) مثلاً لو استاجر أحد داراً باجارة صحیحۃ، فبعد قبضها یلزمه إعطاء

الأجرة وإن لم یسکنها. (شرح المجلۃ: ۱/۲۶۳ - رقم المادۃ: ۴۷)

سے لازم ہوتا ہے، محض قدرت سے لازم نہیں ہوتا۔^(۱)

۳۵۷- **ضابطہ:** مکان یا دکان کے اجارہ میں ہر وہ عمل جو تعمیر کو کمزور کرتا ہو یا کوئی نقصان کرتا ہو (جیسے بڑی چکی چلانا؛ لوہار جیسا کام کرنا؛ دیوار میں کوئی الماری نکالنا وغیرہ) اس کو مالک کی اجازت کے بغیر کرنا جائز نہیں، اور جس سے کوئی نقصان نہ ہوتا ہو (جیسے ضرورت کے وقت چھوٹی موٹی کیل لگانا جو عمارت کو نقصان نہ کرے؛ ہاتھ کی چھوٹی چکی استعمال کرنا؛ آئین میں سے ریت لینا؛ جانور باندھنا وغیرہ غرض عرف عام میں جس کو کرایہ دار کرتے رہتے ہیں) مطلق عقد ہی میں اس کی اجازت شامل ہوتی ہے اور کرایہ دار اس کا مستحق ہوتا ہے (اس میں مالک سے الگ اجازت لینے کی ضرورت نہیں)^(۲)

۳۵۸- **ضابطہ:** جو شخص عقد اجارہ سے کسی منفعت کا مالک ہوا، اس کے لئے اس منفعت کو اس (طے شدہ چیز) سے یا اس کے مثل سے مکمل حاصل کرنا یا کم حاصل کرنا تو جائز ہے، لیکن زیادہ حاصل کرنا جائز نہیں۔^(۳)

(۱) اما فی الفاسدة فلا یجب الأجر إلا بحقیقة الانتفاع. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۱۵/۹)

(۲) کل ما یوہن البناء أو فیہ ضرر لیس له أن یعمل فیہا إلا بإذن صاحبہا، وکل ما لا ضرر فیہ جاز له بمطلق العقد واستحقاقہ بہ. (شامی: ۳۸۹، ہندیہ: ۴/۷۰) ولہ أن یعمل فیہما ای الحانوت والدار کل ما أراد فیتد ویربط دوابہ ویکسر حطبہ ویستجی بجدارہ ویخذ بالوعة إن لم تضر.. وبہ یفتی (الدر المختار) وفی الخلاصة: لا یمنع من رخی الید إن کان لا یضر.. الخ. (شامی: ۳۷/۹)

(۳) والأصل أن من استحق منفعة مقدرة بالعقد فاستوفیها أو مثلها أو دونها جاز، ولو اکثر لم یجز. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۴۸/۹)

تفریعات:

(۱) پس گاڑی یا جانور کو مثلاً پچاس کیلو گیسوں لادنے کیلئے کرایہ پر لیا تو اتنے ہی گیسوں یا اس کے مثل چاول یا رائی وغیرہ کا (جو نقصان نہ کرتا ہو) لادنا تو جائز ہے، اسی طرح اس سے کم لادنا بھی بدرجہ اولیٰ جائز ہے، لیکن پچاس کلو سے زیادہ کسی چیز کا لادنا بالکل جائز نہیں، جس قدر زیادتی ہوگی اس کا کرایہ لازم ہوگا اور اگر اس کی وجہ سے گاڑی یا جانور ہلاک ہو گیا تو اس کے حساب سے تاوان بھی آئے گا۔^(۱)

(۲) ٹرین یا بس کی فل ٹکٹ پر (اگر قانوناً اجازت ہو) تو ہاف ٹکٹ والا شخص سفر کر سکتا ہے حرج نہیں، لیکن بڑی عمر والے کو گیارہ سال کا بچہ بتا کر نصف کرایہ ادا کرنا بالکل جائز نہیں، نصف کرایہ ذمہ میں باقی رہے گا۔

۳۵۹- **ضابطہ:** اجرت کی تعجیل یا تاخیل کے متعلق عاقدین میں جو کچھ طے

ہو اس کا اعتبار ہوگا۔^(۲)

تشریح: تعجیل سے مراد کرایہ پیشگی ادا کرنا اور تاخیل سے مراد کرایہ تاخیر سے ادا کرنا۔ پس عاقدین (اجریر و مستاجر) کل کرایہ کو پیشگی یا بعد میں، یا کچھ کرایہ کو پیشگی اور کچھ کو بعد میں دینے کے متعلق جو کچھ بھی طے کریں وہ درست ہے اور اس کی رعایت دونوں پر لازم ہے۔

تفریع: پس پگڑی (حق خلو) کو اگر پیشگی کرایہ کا کچھ حصہ تسلیم کر لیا جائے تو حرج نہیں، اس کی گنجائش معلوم ہوتی ہے۔^(۳)

۳۶۰- **ضابطہ:** جتنے کرایہ پر مکان یا دکان وغیرہ کو لیا ہے اس سے زیادہ کرایہ پر کسی اور کو دینا جائز نہیں، مگر یہ کہ خلاف جنس سے کرایہ مقرر کرے، یا اس میں اس نے

(۱) (شامی: ۹/۴۹) (۲) يعتبر ویراعی کل ما اشترط العاقدان فی تعجیل

الأجرة وتاجیلها. (شرح المجلة: ۱/۲۶۵، رقم المادة ۴۷۳)

(۳) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۶/۵۸۲ - ۵۸۴)

ایسی اصلاح و مرمت کی ہو جو قائم ہو (خارج میں موجود ہو) (۱)

تشریح: خلاف جنس سے کرایہ مقرر کرنا: مثلاً اس نے کرایہ پیسوں سے ادا کیا ہے تو دوسرے کو دینے میں سونا، چاندی یا چاول یا گیہوں وغیرہ مقرر کرے تو پھر زیادہ کرایہ پر دینا جائز ہے۔

یا کرایہ اسی جنس سے ہو لیکن اس دکان یا مکان میں ایسی اصلاح کی ہو جو قائم ہو یعنی اس عمل کا خارجی وجود ہو جیسے اس نے کرایہ پر لینے کے بعد چونا لگوا یا، یا کلر کروایا، یا الماریاں لگوا دیں یا کوئی اور کام کیا جس سے دکان کی شان بلند ہو گئی تو اس کے موافق دوسرے کو زیادہ کرایہ پر دینا جائز ہے۔

جھاڑ و لگوانا، صاف صفائی کرنا یا اصلاح میں سے نہیں ہے، اس کی وجہ سے زیادہ کرایہ پر دینا جائز نہیں، کیونکہ اس اصلاحی عمل کا کوئی خارجی وجود نہیں ہے۔

۳۶۱- ضابطہ: اجیر کے لئے دوسرے سے کام لینا جائز ہے، مگر یہ کہ مالک نے خود اسی کو کام کرنے کی شرط لگائی ہو۔

تشریح: پس دھوبی، درزی وغیرہ کو دوسرے شخص سے کپڑا دھلوانا، یا سلوانا جائز ہے، مگر یہ کہ مستاجر (مالک) نے خود اسی کو کام کرنے کی شرط لگائی ہو تو پھر دوسرے سے کرانا جائز نہ ہوگا۔

البتہ دائی (دودھ پلانی والی عورت) مستثنیٰ ہے، کہ اس کے لئے باوجود شرط کے جائز ہے کہ بچہ کو دوسری عورت کا دودھ پلائے، کیونکہ انسان کو عوارض پیش آتے رہتے

(۱) ولو آجر باكثر تصدق بالفضل إلا فی مسئلتین: إذا آجرها بخلاف الجنس أو أصلح فيها شيئاً (الدرا المختار) بأن جصصها أو فعل فيها مسنة وكذا كل عمل قائم، لأن الزيادة بمقابلة ما زاد من عنده حملاً لأمره على الصلاح كما في المبسوط والكنس ليس بإصلاح. (شامی: ۹/ ۴۸- وكذا فی الہندیہ: ۴/ ۲۵- و خلاصۃ الفتاوی: ۳/ ۱۴۵)

ہیں، بسا اوقات عورت کو دودھ پلانا مشکل ہو جاتا ہے، ایسی صورت میں اس شرط پر عمل بچہ کے لئے نقصان دہ ہوگا، لہذا اس شرط کا اعتبار نہ ہوگا۔^(۱)

۳۶۲- ضابطہ: اجیر کے جس عمل سے عین مال میں اثر پیدا ہو جائے اس میں اجرت لینے کیلئے وہ مال کو روک سکتا ہے، اور جس عمل سے عین مال میں اثر پیدا نہ ہو اس میں روکنا درست نہیں۔

تفریع: پس ورزی نے کپڑا سیا، یا رنگریز نے کپڑا رنگا، یا دھوبی نے کپڑا دھویا تو ان کو اختیار ہے کہ جب تک اپنی مزدوری وصول نہ کریں مالک کو کپڑا نہ دیں (بلا مزدوری دئے مالک کو ان سے زبردستی کپڑا لینا جائز نہیں) کیونکہ ان کے عمل سے اس کپڑے میں ایک نیا اثر پیدا ہوا ہے۔ اور اگر حمال (قلی) نے سامان اٹھایا، یا گاڑی والے نے اپنی گاڑی پر کسی کا سامان لادنا تو ان کو اختیار نہیں ہے کہ اپنی اجرت لینے کے لئے سامان روک لیں، کیونکہ ان کے اٹھانے اور لادنے کی وجہ سے سامان میں کوئی نئی بات پیدا نہیں ہوئی۔^(۲)

۳۶۳- ضابطہ: اجرت کا استحقاق عمل سے ہوتا ہے، نہ کہ محض قول سے۔^(۳)

(۱) وإذا شرط عمله بنفسه بأن يقول له اعمل بنفسك أو بيدك لا يستعمل غيره إلا الظئر فلها استعمال غيرها بشرط وغيره. وإن أطلق كان له أي للأجير أن يستأجر غيره (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۲۴/۹-۲۵-البحر الرائق: ۵۹۶/۷) (۲) القصار والصباغ وسائر المحترفين اللذين لعلمهم أثر في العين، لهم أن يحبسوها بعد أن يفرغوا عن عملهم حتى يستوفي المستأجرون الأجور، أما المحترفون اللذين ليس لعملهم أثر في العين فليس لهم أن يحبسوها للأجور مثل الحمالين والملاحين. (شرح البدایہ: ۳/۳۸۰ - الدر المختار على هامش رد المحتار: ۲۳/۹، بدائع: ۶۴/۴)

(۳) استحقاق الأجرة بعمل لا بمجرد قول (قواعد الفقه ص: ۵۷ قاعدہ: ۲۵)

تفریعات:

(۱) پس کسی کی کوئی چیز گم ہوگئی اس نے زید سے کہا اگر تم اس کا پتہ مجھے بتا دو تو تمہیں اتنی اجرت دوں گا تو اگر زید نے اس کیلئے چل پھر کر اس کا پتہ بتایا تو وہ (بوجہ عمل) اجرت مثل کا مستحق ہوگا (اجرت مثل اس لئے کہ یہ اجارہ فی نفسہ فاسد ہے کیونکہ جگہ معین نہ ہونے سے عمل کی مقدار معلوم نہیں اور اجارہ فاسدہ میں اجرت مثل ہوتی ہے) اور اگر بغیر چلے یا کوئی عمل کئے بغیر صرف زبانی رہنمائی کہ وہ چیز فلاں جگہ ہے وہاں سے لے لو، تو اس سے اجرت کا مستحق نہ ہوگا کیونکہ محض قول سے آدمی اجرت کا مستحق نہیں ہوتا۔^(۱)

(۲) ایک شخص کو زمین خریدنی تھی وہ دلال کے پاس آیا، دلال نے کہا فلاں شخص کو زمین بیچنی ہے اس سے خرید لو، میری اس سے دشمنی ہے میں اس سے کچھ بات وغیرہ نہیں کروں گا، غرض دلال نے سودا نہیں کروایا اور نہ اس کیلئے چلا اور نہ کوئی عمل کیا بلکہ صرف زبانی رہنمائی کی اور مشتری نے جا کر زمین خرید لی تو یہ دلال اجرت (دلالی) کا مستحق نہ ہوگا۔

(۳) مفتی سے کسی نے زبانی فتویٰ پوچھا، اور اس نے جواب دیا تو اس پر کوئی اجرت لینا جائز نہیں، اور اگر فتویٰ تحریری ہو اور لکھ کر جواب دیا تو اس پر اجرت و معاوضہ لینا جائز ہے کیونکہ یہ عمل ہے اور پہلا قول ہے۔^(۲)

(۱) من دلتی علی کذا فله کذا فله اجر مثله ان مشی لأجله. (الدر المنختل) وفي الشامية:.... وان قال علی سبیل الخصوص بأن قال لرجل بعینه: ان دلتی علی کذا فله کذا: ان مشی له فله فله اجر المثل للمشی لأجله لأن ذالك عمل يستحق بعقد الإجارة إلا أنه غیر مقرر بقر فیجب أجر المثل وان دله بغیر مشی فهو والأول سواء. (شامی: ۹/ ۱۳۰ - ۱۳۱) (۲)..... کجواب المفتی بالقول وأما بالکتابه ليجوز لهما. (الدر المنختار علی هامش رد المحتار: ۸/ ۱۷۲، کتاب القضاء)

مستثنیات: البتہ جھاڑ پھونک کا حکم یہ ہے کہ اگر کچھ پڑھ کر جھاڑ دیا (پھونک مار دی) تو باوجودیکہ وہ قول ہے اس پر اجرت لینا جائز ہے، اس لئے کہ جھاڑ پھونک تداوی و علاج میں سے ہے، تو گویا یہ عمل کے قائم مقام ہے۔^(۱)

اسی طرح کسی عالم یا مفتی نے اگر اپنا کوئی خاص وقت لوگوں کیلئے فارغ کیا ہو اور اس وقت میں کسی نے آکر زبانی فتویٰ پوچھا، تو اس کی اجرت لینا جائز ہے، کہ یہ اجرت قول کی نہیں بلکہ جس وقت کی ہے جیسا کہ قاضی کے متعلق حکم ہے۔^(۲)

اسی طرح نکاح خوانی کہ وہ بھی قول کے قبیل سے ہے لیکن اس کی اجرت جائز ہے، وجہ یہ ہے کہ نکاح خواں دلہا اور دلہن کے مابین ایک عقد کرواتا ہے، دونوں کو ایک بندھن میں باندھتا ہے، تو اس کی یہ سعی عمل کے قائم مقام ہے پس اس پر وہ اجرت لے سکتا ہے، جیسا کہ دلال بائع اور مشتری کے درمیان عقد (سودا) کرواتا ہے اور اس پر وہ ایک یا دونوں سے طے شدہ اجرت لیتا ہے۔^(۳)

۳۶۴- ضابطہ: ہر وہ چیز جس کے استعمال سے تبدیلی نہیں آتی عقد اجارہ میں اس کو استعمال نہ کرنے کی قید لگانا باطل ہے، اور جس کے استعمال سے تبدیلی آتی ہے، اس کی قید لگانا صحیح ہے۔^(۴)

(۱) جَوَزُو الرِّقَّةَ بِالْأَجْرَةِ وَلَوْ بِالْقُرْآنِ كَمَا ذَكَرَهُ الطَّحَاوِيُّ، لِأَنَّهَا لَيْسَتْ عِبَادَةً مُحَضَّةً بَلْ مِنَ التَّدَاوِيِّ. (شامی: ۷۸/۹) (۲) (احسن الفتاوی: ۷/۳۳۸-۳۳۹) (۳) وَلَا يَحِلُّ لَهُ أَخَذُ شَيْءٍ عَلَى النِّكَاحِ إِنْ كَانَ نِكَاحًا يَجِبُ عَلَيْهِ مَبَاشَرَتُهُ كَنِكَاحِ الصِّغَارِ وَفِي غَيْرِهِ يَحِلُّ. (خلاصة الفتاوی: ۴۸، کتاب القضاء- وكذا في فتاوی محمودیه ۹۸/۱۷- كفايت المفتی: ۵/۱۵۰) (۴) وكذا كل مالا يختلف بالمستعمل يبطل التقييد لأنه غير مفيد، بخلاف ما يختلف به. (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۳۸/۹ - ۴۷-۴۸، قواعد الفقہ، ص: ۱۰۲، قاعدہ: ۲۳۱)

تفریعات:

(۱) گھر کرایہ پر لیا اور مالک مکان نے یہ شرط لگائی کہ اس میں تین آدمی سے زیادہ نہیں رہیں گے، حالانکہ گھر ایسا ہے کہ اس میں زیادہ رہنے سے کچھ نقصان نہیں ہو سکتا تو یہ قید (شرط) باطل ہے، کرایہ دار کے لئے تین سے زیادہ افراد کا رکھنا بھی جائز ہے۔^(۱)

(۲) مالک دکان نے شرط لگائی کہ اس دکان میں لوہار وغیرہ کو جس کے پیشہ سے عمارت کو نقصان ہوتا ہے نہیں رکھ سکتے تو یہ قید صحیح ہے، کرایہ دار کے لئے اس کا لحاظ ضروری ہے، اگر اس کے خلاف کیا اور عمارت کو نقصان ہوا تو تاوان لازم ہوگا۔^(۲)

(۳) جانور یا گاڑی کو کرایہ پر لیا، مالک نے شرط لگائی کہ خود ہی استعمال کرو گے دوسرے کو نہیں دے سکتے، تو یہ شرط صحیح ہے اس کی رعایت لازم ہوگی، کیونکہ اس میں تجربہ و عدم تجربہ کی وجہ سے ایک دوسرے کے استعمال میں فرق پڑتا ہے۔^(۳)

۳۶۵- ضابطہ: اجرت اور تاوان دونوں ایک ساتھ جمع نہیں ہوتے، مگر یہ کہ

سبب مختلف ہو۔^(۴)

تفریعات:

(۱) کسی نے جانور سواری کے لئے کرایہ پر لیا، اور اس پر بوجھ لا دنا شروع کر دیا جس کی وجہ سے وہ جانور مر گیا تو فقط قیمت کا تاوان لازم ہوگا، کرایہ واجب نہ ہوگا۔

(۱) وفي شرح الزيلعي: للمستاجر أن يسكن غيره معه أو منفرداً، لأن كثرة السكان لا تضر بها بل تزيد في عمارتها، لأن خراب المسكن بترك السكن اه (شامی: ۹/ ۴۸) (۲) غير أنه لا يسكن.. حداً أو قصاراً أو طحاناً من غير رضا المالك أو اشتراطه ذلك في عقد الإجارة، لأنه يوهن البناء. (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۹/ ۳۷-۳۸) (۳)..... بخلاف ما يختلف كالركوب واللبس. (شامی: ۹/ ۳۸) (۴) الأجر والضمان لا يجتمعان. (قواعد الفقه

(۲) گھریا دکان کو کرایہ پر لیا اور اس میں بلا اجازت ایسا کام کرنے لگا جو عمارت کو نقصان کرتا ہے، مثلاً لوہاری کا کام کرنے لگا جس سے عمارت گر گئی تو صرف قیمت کا تاوان واجب ہوگا، کرایہ لازم نہ ہوگا۔^(۱)

لیکن اگر اجرت اور ضمان کا سبب مختلف ہو تو پھر اپنے اپنے سبب سے دونوں جمع ہو جائیں گے، جیسے جانور خود سواری کیلئے کرایہ پر لیا اور دوسرے کو بھی اپنے ساتھ سوار کر لیا جس کی وجہ سے جانور مر گیا تو نصف قیمت کا تاوان اور اجرت دونوں لازم ہوں گے، کیونکہ دونوں کا سبب الگ الگ ہے، تاوان تو غیر کے سوار کرنے کی وجہ سے لازم ہوا، اور اجرت خود کے سوار ہونے سے۔^(۲)

۳۶۶- **ضابطہ:** اجیر سے کوئی چیز ضائع ہو تو اجیر مشترک پر تو اس کا ضمان (تاوان) آئے گا، اجیر خاص پر نہیں آئے گا۔

تشریح: اجیر مشترک: وہ ہے جس کے معاملہ کی بنیاد کام ہو، وقت نہ ہو جیسے درزی، رنگریز، دھوبی وغیرہ کہ وہ کام کے پابند ہیں وقت کے نہیں، چونکہ ان کا کوئی وقت کسی ایک کے لئے خاص نہیں ہوتا، بلکہ تمام مستاجرین کا مشترک ہوتا ہے اس لئے اس کو مشترک کہتے ہیں۔ اور اجیر خاص: وہ ہے جس کے معاملہ کی بنیاد وقت ہو، جیسے مدرس، کمپنی کا ملازم، وہ تعمیری مزدور جس کا وقت مقرر ہوتا ہے وغیرہ کہ یہ سب وقت کے پابند ہیں، اس معین وقت میں خواہ وہ کام زیادہ کریں یا کم، اجرت کے مستحق ہوتے ہیں بلکہ کسی وجہ سے کام کی نوبت نہ بھی آئے اور وقت پر حاضری دیدیں تب بھی وہ اجرت کے مستحق ہوتے ہیں، اور چونکہ اس اجیر کا وقت کسی معین شخص یا انجمن یا کمپنی کے

(۱) ولو فعل ماليس له لزمه الأجر، وإن أتهدم به البناء ضمنه ولا اجر لأنهما

لا يجتمعان. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۳۸/۹)

(۲) لا يقال: كيف الأجر والضمن، لأننا نقول: إن الضمان لركوب غيره

والاجر لركوب بنفسه. (شامی: ۵۰/۹)

طرف سے تعدی ہو تو پھر بوجہ تعدی اس پر ضمان لازم ہوگا۔^(۱)

فاسد اور باطل اجارہ کا بیان

۳۶۷- **ضابطہ:** وہ تمام شرطیں جو بیع کو فاسد کر دیتی ہیں اجارہ کو بھی فاسد کر دیتی ہیں۔

تشریح: اجارہ چونکہ بیع کی ایک قسم ہے کیونکہ اس میں بھی منافع کی بیع ہوتی ہے اس لئے وہ تمام چیزیں جو بیع کو فاسد کر دیتی ہیں اجارہ کو بھی فاسد کر دیتی ہیں، جیسے ماجور (کرایہ پر لی ہوئی چیز) کا مجہول ہونا مثلاً کرایہ کا گھریہ ہے یا وہ؟ اس کو واضح نہیں کیا؛ یا اجرت (کرایہ) کا مجہول ہونا یعنی کرایہ کتنا ہے؟ وہ معلوم نہیں؛ یا مدت کا مجہول ہونا یعنی کتنی مدت کے لئے اس کو کرایہ پر دیا ہے؟ وہ پتہ نہیں؛ یا عمل کا مجہول ہونا یعنی یہ مزدور کیا مزدوری کرے گا؟ اس کی وضاحت نہیں کی؛ یا جیسے گھریا دکان کی مرمت و اصلاح کی کرایہ دار پر شرط لگانا، یا اس کے مصارف کی اس پر شرط لگانا وغیرہ تمام صورتیں اجارہ کو فاسد کر دیتی ہیں۔^(۲)

۳۶۸- **ضابطہ:** اجارہ فاسدہ میں کام یا استعمال سے اجرت مثل واجب ہوگی اور اجارہ باطلہ میں کچھ اجرت لازم نہ ہوگی۔^(۳)

(۱) (والثانی) وهو الأجير (الخاص)..... (ولا یضمن مالهک فی یدہ أو بعمله) کخریق الثوب من دقہ إلا إذا عمل الفساد فیضمن کالمودع. (الدر المختار علی هامش رد المختار: ۹۴/۹-۹۷ مجمع الضمانات: ۱۷۶/۱)

(۲) تفسد الإجارة بالشروط المخالفة للمقتضى العقد فکل ما فسد البیع مما مر یفسدها کجهالة ماجور أو اجرة أو مدة أو عمل، کشرط طعام عبد و علف دابة و مرمة الدار أو مغارمها. (الدر المختار علی هامش رد المختار: ۶۴/۹)

(۳) (و حکم الأول وهو الفساد وجوب أجر المثل بالإستعمال.. بخلاف الثانی وهو الباطل فإنه لا أجر فيه بالإستعمال. (الدر المختار علی هامش رد المختار: ۶۲/۹)

تشریح: اجارہ فاسدہ یہ ہے کہ: عقد اپنی اصل کے اعتبار سے تو جائز ہو لیکن کسی عارض کے پیش آنے سے اس میں کوئی فساد آ گیا ہو، عارض جیسے مدت یا کرایہ وغیرہ کا مجہول ہونا، یا مقتضی عقد کے خلاف کوئی شرط لگانا وغیرہ جس کی کچھ تفصیل اس سے قبل ضابطہ کے تحت گذر چکی۔

اور اجارہ باطلہ یہ ہے کہ: وہ عقد اپنے اصل کے اعتبار سے ہی جائز نہ ہو، اس لئے کہ وہ چیز یا تو ناجائز ہوتی ہے، جیسے نغمہ و سرور اور رقص وغیرہ پر اجارہ کرنا؛ یا اس پر اجرت لینے کو شریعت نے منع کیا ہے، جیسے زکوٰۃ پر چھوڑنے کی اجرت لینا۔^(۱)

اس تمہید کے بعد جاننا چاہئے کہ: اجارہ فاسدہ میں مزدور (کام کے بعد) یا مالک مکان (مکان استعمال کے بعد) اجرت مثل (یعنی اتنے کام کے لئے جو اجرت کا دستور ہو یا ایسے گھر کے لئے جو کرایہ کا دستور ہو) کا مستحق ہوگا، طے شدہ اجرت کا مستحق نہ ہوگا (ہاں مگر طے شدہ اجرت اجرت مثل سے کم ہو تو پھر اس کا مستحق ہوگا)

اور اجارہ باطلہ میں مزدوری کے بعد یا استعمال کے بعد بھی کچھ اجرت ثابت نہ ہوگی، نہ مقررہ اجرت اور نہ اجرت مثل۔

۳۶۹- **ضابطہ:** (بجائے منفعت کے) استہلاک عین پر اجارہ باطل ہے۔^(۲) جیسے باغ کرایہ پر لیا تاکہ اس کے درختوں کے پھل کھائے، یا بکری، گائے وغیرہ کو اجارہ پر لیا تاکہ اس کا دودھ پئے یا اس سے بچہ حاصل کرے، یا جیسے نہر، کنواں وغیرہ اجارہ پر لیا تاکہ اس کا پانی استعمال کرے تو یہ سب اجارے باطل ہیں، کیونکہ ان میں استہلاک عین پایا جاتا ہے، اس لئے کہ پھل، دودھ، بچہ، پانی وغیرہ اعیان کے قبیل سے ہیں اور کرایہ دار ان کو استعمال کر کے یا تو ہلاک کر دیتا ہے یا مالکانہ قبضہ کر لیتا ہے، تو یہ درحقیقت بیع کی صورت ہے اجارہ نہیں ہے، کیونکہ اجارہ میں اعیان کے منافع کی

(۱) (الدرو الشامی: ۶۲/۹) (۲) الإجارة علی استهلاك الأعیان باطلۃ. (الفتاویٰ

ملکیت ثابت ہوتی ہے نہ کہ اعیان کی — پھر اس عقد باطل کو بیع تسلیم کر کے بھی صحیح نہیں کہہ سکتے کیونکہ اس میں بیع (دودھ، پانی وغیرہ) کی مقدار مجہول ہے، جس سے بیع باطل ہو جاتی ہے، اس لئے بہر حال ایسے عقد کو ختم کرنا لازم ہے۔^(۱)

۳۷۰- **ضابطہ:** ہر ایسا اجارہ جس میں بطور اجرت صرف مأجور کو کھانا کھلانا

طے کیا گیا ہو وہ درست نہیں۔^(۲)

جیسے جانور کو اجارہ پر لیا اور اجرت یہ مقرر کی میں اس کو گھاس چارہ ڈالوں گا، یا جیسے امام کے لئے مسجد والوں نے یہ طے کیا کہ ہم صرف دو وقت کھانا کھلائیں گے اور وہی اس کی اجرت ہوگی اور کوئی تنخواہ مقرر نہیں کی تو ایسا اجارہ جائز نہیں۔

(لیکن اگر کھانے کے ساتھ کچھ قلیل یا کثیر اجرت و تنخواہ بھی مقرر کر لی جائے تو پھر

جائز ہے)^(۳)

۳۷۱- **ضابطہ:** جس اجارہ میں نتیجہ عمل کو اجرت بنایا جائے وہ جائز نہیں۔

جیسے کسی شخص کو گندم دیئے اور کہا اس کو پیس دو، جو آٹا ہوگا اس کا ایک قفیز یا ایک کلو تمہاری اجرت ہوگی، یا دھاگا دیا اور کہا کپڑا بناؤ جو کپڑا بناؤ گے اس کا ایک گز تمہارا

(۱) سنلت فیمن استاجر بستاناً لیاکل ثمرة أشجاره من نخل وزیتون ولیمون: هل يجوز ذلك؟ فاجبت: بأنه لا يجوز، وسند ذلك ما فی شرح الطحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ: الإجارة علی استهلاك الأعیان باطلۃ، كما لو استاجر كرمًا مدة معلومة لیاكل ثماره، أو استاجر غنماً لیاكل لبنها وسمنها، أو استاجر المرعى لیرعى البهائم، وما أشبه ذلك لم تصح الإجارة، فهذا صریح فی أن الإجارة باطلۃ. (الفتاویٰ الکاملۃ، ص: ۱۹۱) ولا يجوز إجارة ماء فی نهر أو قناة أو بئر، وإن استاجر النهر والقناة مع الماء لم یجز أيضاً، لأن فیہ استهلاك العین اصلاً. (الفتاویٰ الہندیہ: ۴/۴۴۱) (۲) کل إجارة فیہا رزق أو علف فهو فاسد. (الفتاویٰ الہندیہ: ۴/۴۴۲) (۳) (فتاویٰ محمودیہ: ۱۷/۵۳)

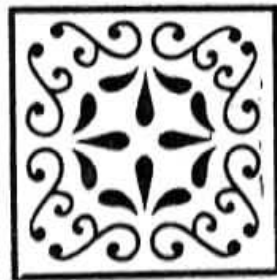
ہوگا، یا روئی دی اور کہا روئی دھنو، جتنی روئی دھنو گے اس کی دس فیصد تمہاری ہوگی، یا کھیتی کاٹنے کے لئے دی اور کہا جو کاٹو گے اس میں سے ایک من یا پانچ فیصد تمہاری ہوگی، یا جیسے بکری پالنے کے لئے دی اور کہا جو بچے پیدا ہوں گے اس کے نصف تمہارے رہیں گے، یا مدرسہ وغیرہ کے چندہ کی ذمہ داری دی اور کہا جس قدر چندہ کرو گے اس کا دس فیصد تمہارا ہوگا، یا جانور ذبح کے لئے دیا اور کہا اس کا چمڑا تمہارا ہوگا یا اس میں سے اتنا گوشت تمہاری اجرت ہوگا۔۔۔ تو یہ سب صورتیں نتیجہ عمل کو اجرت بنانے کی ہیں اور ناجائز ہیں۔^(۱)

البتہ اگر عقد کے وقت اسی میں سے دینے کی شرط نہیں لگائی، بلکہ مطلق کہا، مثلاً کہا تم یہ گیہوں پیس دو اور تمہاری اجرت ایک قفیز آٹا ہوگی، یا یہ گیہوں کی فصل کاٹ دو اور تمہیں پانچ من گیہوں دوں گا، یعنی اسی آٹا میں سے یا گیہوں میں سے دوں گا یہ شرط نہیں لگائی تو یہ صورت جائز ہے، پھر چاہے تو اسی میں سے دیدے، حرج نہیں۔ غرض ناجائز ہونا اس وقت ہے جبکہ اجارہ کے وقت اسی میں سے دینے کی شرط لگائی ہو، اگر ایسا نہیں ہے تو پھر جائز ہے۔^(۲)

(۱) ولو غزلاً لآخر لينسجه له بنصفه أى بنصف الغزل أو استاجر بغلاً ليحمل طعامه ببعضه أو ثوراً ليطحن برّه ببعض دقيقه فسدت فى الكل لأنه استاجره بجزء من عمله (أى ببعض ما يخرج من عمله. شامى) (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۹/ ۷۸- كذا فى الهنديه: ۴/ ۴۴۴ وهدايه: ۳/ ۳۰۵ وبدائع: ۴/ ۴۶) (۲) والحيلة فى ذلك لمن أراد الجواز أن يشترط مماحب الحنطة قفيزاً من الدقيق الجيد ولم يقل من هذه الحنطة أو يشترط ربع هذه الحنطة من الدقيق الجيد لأن الدقيق إذا لم يكن مضافاً إلى حنطة بعينها يجب فى الذمة والأجر كما يجوز أن يكون مشاره إليه يجوز أن يكون ديناً فى الذمة ثم إذا جاز ۲ يجوز أن يعطيه ربع دقيق هذه الحنطة إن شاء، كذا فى المحيط. (الفتاوى الهنديه: ۴/ ۴۴)

فائدہ: یہ اصول قفیز طحان والی حدیث سے ماخوذ ہے، قفیز ایک پیانہ تھا جس سے چیزوں کی مقدار متعین کی جاتی تھی اور طحان کے معنی ہے: آٹا پیسنے والا، پہلے رواج یہ تھا کہ لوگ آٹا پیسنے والے کو گیہوں یا آٹا دیتے اور کہتے کہ اس میں سے اتنے قفیز تمہاری اجرت ہوگی، رسول اللہ ﷺ نے اس صورت کو منع فرمایا، پھر فقہاء نے اس ممانعت کے دائرے کو وسیع کیا اور ایک اصول بنایا کہ جس اجارہ میں نتیجہ عمل کو اجرت مقرر کیا جائے وہ ناجائز ہے، خواہ وہ کوئی سا بھی عمل و اجارہ ہو۔ صاحب ہدایہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ”یہ بہت بڑا اصول ہے، جس سے بہت سے اجارات کے فساد کو جانا جاسکتا ہے، خصوصاً ہمارے دیار میں“ اھ۔^(۱)

نوٹ: اجارہ سے متعلق ایک نقشہ کتاب کے آخر میں ہے۔



(۱) هذا أصل كبير يعرف به فساد كثير من الإجازات لاسيما في ديارنا.

(هدایہ: ۳/۳۰۵)

کتاب الکفالة

۳۷۲- **ضابطہ:** کفالت تبرعات کے قبیل سے ہے۔

تفریع: پس وہ تمام لوگ جن کو تبرع کا حق نہیں جیسے بچہ، غلام اور مجنون؛ ان کا کفیل بننا درست نہیں۔ اسی طرح مرض وفات میں مبتلا شخص صرف اپنے تہائی مال میں کفالت قبول کر سکتا ہے، باقی دو تہائی میں قبول نہیں کر سکتا، کیونکہ دو تہائی میں ورثاء کا حق ثابت ہو گیا، اس میں وہ تبرع نہیں کر سکتا۔^(۱)

نیز اھیل (مدیون) کا عاقل، بالغ یا آزاد ہونا کچھ ضروری نہیں بلکہ میت کی طرف سے بھی کفیل بننا درست ہے، کیونکہ تبرع کے قبول کے لئے تمیز وغیرہ کی کچھ شرط نہیں۔ اسی طرح اس پر یہ بھی متفرع ہوگا کہ اگر کسی کو زبردستی کفیل بنایا گیا تو درست نہیں، اس پر کوئی ذمہ داری نہ آئے گی، کیونکہ تبرعات میں جبر جائز نہیں۔

فائدہ: حوالہ بھی تبرعات میں سے ہے، اس میں بھی محال علیہ (جس نے ذمہ لیا ہے) کے لئے یہ سب احکام جاری ہوں گے۔^(۲)

۳۷۳- **ضابطہ:** کفالت میں وہ تمام شرطیں جو اس کے مقتضا کے موافق ہوں

(۱) لانہا عقد تبرع فلا تنعقد ممن لیس من اهل التبرع. (بدائع: ۶۰۵/۴ -

مجمع الأنهر: ۱۷۲/۳) فلا تنفذ من صبی ولا مجنون ولا من مریض إلا من

الثلث ولا من عبد. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۵۵۷/۷ - بدائع:

۶۰۵/۴) (۲) وكذلك إذا كانت بأمرة، لأنه تبرع بابتدائه فلا يملك

الصبي كالکفالة. (بدائع: ۹/۵، کتاب الحوالة)

درست ہیں اور جو خلاف ہوں وہ درست نہیں۔^(۱)

تشریح: مقتضاء کفالت کے موافق شرطیں: جیسے لزوم حق کی شرط لگائی جائے مثلاً بائع نے مشتری سے کہا اس سامان میں اگر کسی کا حق نکل آیا تو میں اس کا ذمہ دار ہوں، یا ایسی شرط لگائی جائے جس کا مقصد حق کی وصولی میں پیش آنے والی امرکائی دشواری کو دور کرنا ہو مثلاً یہ مدیون اگر اس شہر سے غائب ہو گیا تو میں اس کے دین کا ذمہ دار ہوں، یا کوئی ایسی شرط لگائی جائے جس سے حق کی ادائیگی میں سہولت بہم پہنچ سکتی ہو جیسے اگر فلاں آگیا تو میں اس کا کفیل ہو اور اس فلاں کے ساتھ اس کے تجارتی تعلقات ہوں تو یہ سب شرطیں تقاضائے کفالت کے مناسب ہیں اور درست ہیں۔

اور مقتضاء کے خلاف شرطیں: مثلاً بارش ہوئی تو میں اس کا کفیل ہوں، یا ہوا چلی تو کفیل ہوں، یا آج سورج گہن ہوا تو کفیل ہوں وغیرہ وہ سب شرطیں جو کفالت سے کچھ مناسبت نہیں رکھتیں درست نہیں، ان سے کفالت منعقد نہ ہوگی۔^(۲)

۳۷۴- ضابطہ: مکفول بہ (یعنی جس مال کی کفالت قبول کی جا رہی ہے) کا

قابل ضمانت ہونا ضروری ہے۔^(۳)

(۱) (مجمع الأنهر: ۳/ ۱۸۱-۱۸۲) (۲) أو علقته بشرط صحيح ملائم ای موافق للكفالة بأحد أمور ثلاثة: بكونه شرطاً للزوم الحق نحو قوله إن استحق المبيع أو جحدك المودع... فعلى الدية... أو شرطاً لإمكان الاستيفاء نحو إن قدم زيد فعلى ما عليه الدين... وهو مكفول عنه... أو شرطاً لتعديده أي الاستيفاء نحو إن كان غاب زيد عن المصر فعلى، وأمثله كثيرة، فهذه جملة الشروط التي يجوز تعليق الكفالة بها، ولا تصح إن علقته بغير ملائم نحو إن هبت الريح أو جاء المطر لأنه تعليق بالخطر فبطل، ولا يلزم المال، ومافى الهداية سهو كما حرره ابن كمال (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۷/ ۵۸۷) (۳) (بدائع: ۴/ ۶۰۴-مجمع الأنهر: ۳/ ۱۹۱)

تفریحات:

- (۱) پس امانت کے مال: جیسے ودیعت، شرکت، مضاربیت، اور عاریت کا کفیل بننا درست نہیں، کیونکہ اس میں ضائع ہونے پر امین پر کوئی ضمان نہیں آتا۔^(۱)
- (۲) کسی کی بیوی کے گزشتہ زمانہ کے نفقہ کا کفیل بننا درست نہیں، جب تک کہ قاضی نے فیصلہ سے شوہر پر کوئی نفقہ طے نہ کیا ہو، یا زوجین نے کسی نفقہ پر باہمی مصالحت نہ کی ہو، کیونکہ قاضی کے فیصلے، یا باہمی مصالحت سے پہلے بیوی کا نفقہ قابل ضمان نہیں، چنانچہ گزشتہ کا نفقہ شوہر پر لازم نہیں ہوتا (البتہ مستقبل کے نفقہ کا ضامن ہونا درست ہے، اگرچہ یہ بھی قابل ضمان نہیں، لیکن یہ صورت مستثنیٰ ہے)^(۲)
- (۳) کسی نے کہا تم اپنی مرغی کو یہاں بند کرلو، اگر اس کو بلی کھا گئی تو میں اس کا ذمہ دار ہوں، یا بکری کو یہاں چرایا کرو، اگر اسے بھیڑ یا کھا گیا تو میں اس کا کفیل ہوں تو یہ کفالت و ذمہ داری درست نہیں، اگر درندے نے کھا لیا تو اس کفیل پر کچھ لازم نہ ہوگا، کیونکہ درندے کا فعل غیر مضمون ہے۔^(۳)

فائدہ: اور اگر کہا فلاں انسان نے اس سامان کو یا جانور کو ضائع کر دیا تو میں اس کا

(۱) وعین ہی مضمونة، أما العین التي هی امانة فلا تصح الکفالة بها سواء كانت امانة غیر واجبة التسليم كالودائع ومال الشركات والمضاربة. الخ. (بدائع الصنائع: ۶۰۷/۴)

(۲) وتصح الکفالة أيضاً بالنفقة المستقبلة كما یذکره الشارح بعد أسطر مع أنها لم تصر دیناً اصلاً وأما ما قدمه أول الباب من أنها لا تصح بالنفقة قبل المحکم لمحمول على الماضي لأنها تسقط بالماضي إلا إذا كانت مقررة بالتراضی أو بقضاء القاضي. (شامی: ۵۸۱/۷)

(۳) بخلاف إن أكلت السبع لأن فعله غیر مضمون. (شامی: ۵۸۶/۷ - ہندیہ: ۴۱۳/۴)

ذمہ دار ہوں تو یہ کفالت صحیح ہے، کیونکہ انسان کا فعل قابل ضمانت ہے۔ لیکن اگر کہا کسی انسان نے یا اس بستی والوں نے ضائع کر دیا یعنی مطلق کہا، کسی خاص انسان کی تعیین نہیں کی تو کفالت درست نہیں، کیونکہ مکفولہ عنہ میں جہالت ہے جبکہ مکفول عنہ کا معلوم و معین ہونا بھی ضروری ہے۔^(۱)

۳۷۵- ضابطہ: کفیل مدیون سے وہی رجوع کرے گا جو مدیون کے ذمہ

واجب تھا، نہ کہ وہ جو اس نے ادا کیا ہے۔
جیسے کفیل نے صاحب حق کو عمدہ گیہوں کی بجائے گھٹیا گیہوں پر راضی کر لیا، یا گھی کی بجائے تیل پر راضی کر لیا تو اب وہ مدیون سے عمدہ گیہوں اور گھی وصول کرے گا جو اصل میں اس کے ذمہ واجب تھا، نہ کہ گھٹیا گیہوں اور تیل جو اس نے ادا کیا (حوالہ میں بھی یہی حکم ہے)^(۲)

۳۷۶- ضابطہ: ہر ایسا حق جس کو کفیل سے وصول کرنا ممکن نہ ہو اس میں کفالت درست نہیں، اور جس کا وصول کرنا ممکن ہو (اور کوئی مانع نہ ہو) تو درست

ہے۔
تشریح: پس حدود و قصاص میں کفالت درست نہیں، یعنی کہا اس کی بجائے مجھ پر حد یا قصاص جاری کیا جائے، میں اس کی ذمہ داری لیتا ہوں تو یہ درست نہیں، کیونکہ حد یا قصاص کفیل سے حاصل کرنا شرعاً ممکن نہیں، اس لئے کہ اس میں نیابت جاری

(۱)..... وبخلاف : ماغصبك الناس أو من غصبك من الناس فانا كفيله

فإنه باطل ، كقوله ماغصبك أهل هذه الدار فانا ضامنہ فإنه باطل حتى يسمى إنساناً بعينه (الدر المختار) وفي الشامية: قال في الفتح: قيد بقوله فلاناً ليصير

المكفول عنه معلوماً فإن جهالته تمنع صحة الكفالة. (شامی: ۵۸۶/۷)

(۲)..... ای إن لم يؤدي ماضن لا يرجع بما أدى بل بما ضمن، كما إذا ضمن

بالجيد فادى الأردا أو بالعكس..... الخ (شامی: ۵۹۸/۷)

نہیں ہو سکتی، وہ تو مجرم ہی سے وصول کیا جاسکتا ہے۔^(۱)

اور اگر کہا میں اس مدیون کو حاضر کرنے کی ذمہ داری لیتا ہوں یعنی فلاں وقت یا فلاں تاریخ پر اس کو حاضر کر لوں گا، تو درست ہے کیونکہ یہ کفالت بالنفس ہے اور کفیل سے اس کو وصول کرنا ممکن ہے (اب اگر اس نے حاضر نہیں کیا تو قاضی مناسب مہلت دے گا، پھر بھی حاضر نہیں کیا تو اس کفیل کو قید کر لے گا، مگر یہ کہ قاضی کو قرائن یا گواہوں سے معلوم ہو جائے کہ یہ فی الواقع حاضر کرنے میں عاجز تھا تو اس کفیل کو رہا کر دے گا اور مزید مہلت دے گا)^(۲)

۳۷۷- ضابطہ: اصیل کو بری کرنے سے کفیل بھی بری ہو جاتا ہے، مگر اس کا برعکس نہیں۔

تشریح: یعنی جب صاحب حق نے اصیل (مدیون) کو بری کر دیا تو کفیل بھی بری ہو جائے گا، کیونکہ وہ اس کے تابع ہے۔ لیکن عکس جاری نہ ہوگا یعنی کفیل کو بری کرنے سے اصیل بری نہ ہوگا، بلکہ صرف کفالت ساقط ہوگی، اصیل پر ذمہ باقی رہے گا۔^(۳)

نوٹ: کفالت بالمال سے متعلق ایک نقشہ کتاب کے آخر میں ہے۔

(۱) وکل حق لا یمكن استيفائه من الكفيل لا یصح الكفالة كالحدود والقصاص الخ (ہدایہ: ۱۱۹/۳- الباب فی شرح الكتاب: ۸۰/۲- بدائع الصنائع: ۶۰۹/۴) (۲) وان شرط تسليمه فی وقت بعینه أحضره فیہ إن طلبه کدین مؤجل حلّ، فإن حضره فیها، وإلا حبسه حين یظهر مطله، ولو ظهر عجزه ابتداء لا یحبسه، فإن غاب أمهله مدة ذهابه وإیابه ولولدار الحرب. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۵۶۵/۷- ۵۶۶)

(۳) ولو أبرأ الطالب الأصل بریء الكفيل ولا یعكس لعدم تبعية الأصل للفرع وإذا شرط برأة الكفيل وحده كانت فسخا للكفالة لا إسقاطاً لأصل الدين (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۶۰۲/۷- ۶۰۵)

کتاب الحوالہ

تمہید: جاننا چاہئے کہ کفالہ اور حوالہ بہت سی چیزوں میں (مثلاً شرائط میں، تبرعات میں سے ہونے، مدیون سے رجوع کرنے، وغیرہ میں) دونوں یکساں حکم رکھتے ہیں، پس جو ضوابط و مسائل کفالہ کے بیان میں گذرے اس میں حوالہ کو بھی مد نظر رکھنا چاہئے، اور حوالہ کو سمجھنے کے لئے ان کو ضرور دیکھنا چاہئے۔ البتہ شرائط میں اتنا فرق ہے کہ حوالہ میں اصیل (مدیون) اور محتمل علیہ (جس نے ذمہ لیا ہے) دونوں کا عاقل، بالغ ہونا شرط ہے، جبکہ کفالہ میں صرف کفیل کے لئے یہ شرط ہے، اس میں اصیل کا عاقل، بالغ ہونا ضروری نہیں۔^(۱)

۳۷۸-ضابطہ: کفالت میں اصیل کی براءت کی شرط لگانا حوالہ ہے اور حوالہ میں عدم براءت کی شرط لگانا کفالہ ہے۔^(۲)

تشریح: پہلے کفالہ و حوالہ کا بنیادی حکم جان لیجئے، وہ یہ کہ: کفالت میں صاحب حق کو اختیار رہتا ہے کہ اصیل (مدیون) یا کفیل دونوں میں سے کسی سے بھی اپنے حق کا مطالبہ کرے، جبکہ حوالہ میں صاحب حق اپنا حق صرف محتمل علیہ (جس نے ذمہ لیا ہے) سے ہی وصول کر سکتا ہے، مدیون سے وصول نہیں کر سکتا، پھر حوالہ اور کفالہ دونوں

(۱) وأما حرية الأصل وعقله وبلوغه فليست بشرط لجواز الكفالة. (بدائع الصنائع: ۶۰۶/۴)

(۲) إذا شرط براءة الأصل فتكون حواله كما أن الحواله بشرط عدم براءة المحيل كفاله. (ملقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر: ۱۸۴/۳)

میں قدر مشترک یہ بات ہے کہ: کفیل یا محتال علیہ نے مدیون کی خواہش سے یہ ذمہ داری قبول کی تھی تو ادائیگی کے بعد ان کو مدیون سے رجوع کا حق ہوگا، اور اگر خود سے ذمہ لیا تھا تو رجوع کا حق نہ ہوگا۔^(۱)

اب ضابطہ کی تشریح یہ ہے کہ: جب کفالت کے وقت اصیل (مدیون) کو بری کرنے شرط لگادی گئی ہو تو وہ کفالہ نہیں رہا بلکہ حوالہ ہو گیا، پس اس میں حوالہ کے احکام جاری ہوں گے، چنانچہ صاحب حق کو صرف کفیل سے مطالبہ کا حق ہوگا، اصیل سے مطالبہ نہیں کر سکتا۔

اسی طرح حوالہ میں جب اصیل (محیل) کو بری نہ کرنے کی شرط لگائی تو وہ کفالہ بن گیا، پس اس میں کفالت کے احکام جاری ہوں گے، صاحب حق کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنا حق کفیل سے وصول کرے یا اصیل سے۔

۳۷۹- ضابطہ: ہر ایسا دین جس کا کفالہ جائز ہے حوالہ جائز ہے۔^(۲)

نوٹ: کفالہ کے بیان میں ضابطہ نمبر ۳۷۴ میں گذر چکا کہ کفالہ میں دین کا قابل ضمان ہونا ضروری ہے، جو دین قابل ضمان نہیں ہوتا اس میں کفالہ جائز نہیں، پس حوالہ میں بھی یہ حکم ہوگا، تشریح وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

استدراک: لیکن اس ضابطہ میں عکس جاری نہ ہوگا، یعنی یہ نہ ہوگا کہ: جس میں

(۱) وللطالب مطالبة أي شاء من كفيله وأصيله..... فإن كفله بلا أمره لا يرجع

عليه بما أدى عنه وإن أجازها المكفول عنه وإن كفله بأمره رجع. (ملتقى

الأبحر على المجمع: ۳/ ۱۸۳- ۱۸۴) منها: أن تكون الحوالة بأمر المحيل

فإن كانت بغير أمره لا يرجع... وإن كانت بغير أمره لا يوجد معنى التملك

فلان ثبت ولاية الرجوع. (بدائع: ۵/ ۱۳)

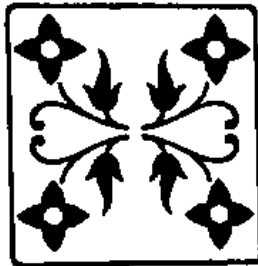
(۲) لكل دين تجوز به الكفالة فالحوالة به جائزة. (الجوهرة النيرة:

حوالہ جائز نہیں اس میں کفالہ جائز نہیں، کیونکہ بعض دین جیسے مال کتابت کہ اس میں حوالہ جائز ہے، کفالہ جائز نہیں۔^(۱)

۳۸۰- ضابطہ: محتمل علیہ کو بری کرنے سے مدیون بھی بری ہو جاتا ہے، جبکہ کفیل کو بری کرنے سے مدیون بری نہیں ہوتا۔^(۲)

تشریح: جس نے ذمہ لیا ہے حوالہ میں اس کو محتمل علیہ کہتے ہیں اور کفالہ میں کفیل کہتے ہیں۔

اگر صاحب حق نے محتمل علیہ کو بری کر دیا تو مدیون بھی بری ہو جائے گا، کیونکہ حوالہ میں ذمہ بلا شرکت مدیون کے محتمل علیہ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے (اسی وجہ سے صاحب حق کو مدیون سے مطالبہ کا حق نہیں رہتا ہے) برخلاف کفالہ کے کہ اس میں کفیل اور مدیون دونوں ذمہ میں شریک رہتے ہیں، پس اس میں کفیل کو بری کرنے سے مدیون بری نہ ہوگا۔



(۱) وقد تجوز الحوالۃ بدین لا تجوز بہ الکفالة کمال الکتابۃ فإن الحوالۃ

تجوز بہ ولا تجوز بہ الکفالة، (الجوہرۃ النیرۃ: ۱ / ۴۰۷)

(۲) وإذا شرط برأۃ الکفیل وحده کانت فسخا للکفالة لا إسقاطاً لأصل الدین

. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۷ / ۶۰۲ - ۶۰۵) ولكن أبرأ

المحتال له المحتال علیہ بریء المحتال علیہ والمحیل عن دین المحتال.

(تاتارخانیۃ: ۱۰ / ۲۹۱، رقم المسئلۃ: ۱۴۷۵۳)

کتاب الوکالة

۳۸۱- **ضابطہ:** وکالت کی صحت کے لئے وکیل کا قبول کرنا شرط نہیں (محض

خاموشی بھی کافی ہے) ^(۱)

تفریع: ایک شخص نے کسی کو اپنی بیوی کی طلاق کا وکیل بنایا، وہ خاموش رہا (یعنی صریحاً قبول نہیں کیا) پھر اس نے اس کی بیوی کو طلاق دی تو استحساناً طلاق واقع ہو جائے گی، اور اس کا یہ طلاق پر اقدام کرنا دلائل وکالت کو قبول کرنا سمجھا جائے گا (لیکن اگر اس نے صریحاً قبول کرنے سے انکار کر دیا، پھر طلاق دی تو اب طلاق واقع نہ ہوگی، کیونکہ صراحت دلالت سے قوی ہے)

اسی طرح بیع وغیرہ کا وکیل بنایا تو اس میں بھی یہی حکم ہوگا۔ ^(۲)

۳۸۲- **ضابطہ:** موکل جس چیز کا وکیل بنا رہا ہے لازم ہے کہ وہ خود بھی اس کا

اختیار رکھتا ہو۔ ^(۳)

تفریعات:

(۱) یتیم کا وصی یتیم کے معاملہ میں ان تمام امور میں کسی کو وکیل بنا سکتا ہے جن

(۱) وقبول الوکیل لیس بشرط لصحة الوكالة استحساناً ولكن إذا رد الوکیل

الوكالة ترتد. (ہندیہ: ۵۶۰/۳)

(۲) (ہندیہ: ۵۶۰-۵۶۱/۳)

(۳) ...بکمل ماعقده بنفسه، أى يجوز التوكيل بكل شيء جاز أن يعقده... الخ

(تبیین الحقائق: ۱۲/۲۲۲ بدائع: ۶/۲۰، الاختیار لتعلیل المختار: ۱/۲۴)

میں وہ خود اختیار رکھتا ہے، اور جن میں وہ خود اختیار نہیں رکھتا (جیسے ناجائز امور میں اس کا مال خرچ کرنا، یا ایسی چیز خریدنا جس میں یتیم کا ذرا بھی نفع نہ ہو) وکیل بنانا درست نہیں۔^(۱)

(۲) اور پاگل و نابالغ سمجھ بچہ کسی کو وکیل نہیں بنا سکتا، کیونکہ یہ دونوں خود کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتے تو دوسرے کو کیسے اختیارات دے سکتے ہیں؟^(۲)

اور سمجھ دار بچے کے لئے ضابطہ ہے کہ:

۳۸۳- ضابطہ: نابالغ سمجھ دار بچہ ان تمام تصرفات کا جو محض ضرر کا باعث ہیں (جیسے طلاق، عتاق، ہبہ، صدقہ وغیرہ) کا مالک نہیں، پس وہ ان میں وکیل نہیں بنا سکتا، اور وہ تصرفات جو محض نفع کے حامل ہیں (جیسے ہدیہ قبول کرنا وغیرہ) کا وہ مالک ہے، پس ان میں وہ وکیل بنا سکتا ہے، اور جو تصرفات نفع و نقصان کے درمیان دائر ہیں (جیسے بیع، اجارہ وغیرہ) ان میں اگر ولی نے پہلے سے اجازت دے رکھی ہے تو وکیل بنا سکتا ہے، ورنہ اس کی توکیل ولی کی اجازت پر موقوف ہوگی، اگر ولی اسے جائز قرار دیدے تو نافذ ہے ورنہ نہیں۔^(۳)

۳۸۴- ضابطہ: وکیل کا یہ جاننا ضروری ہے کہ اس کو وکیل بنایا گیا ہے، اس

(۱) ويجوز لوصى اليتيم ان يوكل بكل مايجوز ان يفعله بنفسه من امر اليتيم .
(ہندیہ : ۳ / ۵۶۲) (۲) (ہندیہ : ۳ / ۵۶۲)

(۳) وكذا من الصبي العاقل بما لا يملكه بنفسه كالطلاق والعتاق والهبة والصدقة ونحوها من التصرفات الضارة المحضة ويصح بالتصرفات النافعة كقبول الهبة والصدقة من غير إذن الولي وأما التصرفات الدائرة بين الضرر والنفع كالبيع والاجارة فإن كان مأذوناً في التجارة يصح منه التوكيل وإن كان محجوراً يعقد موقوفاً على اجازة وليه . (ہندیہ : ۳ / ۵۶۰ - ۵۶۱، الدر المختار علی هامش رد المحتار : ۸ / ۲۴۲)

تیل اس کا کوئی تصرف نافذ نہ ہوگا۔^(۱)

تفریع: پس اگر کسی نے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا کسی کو وکیل بنایا، اور وکیل کو اس کا علم نہیں تھا اور ویسے ہی اس نے اس کی بیوی کو طلاق دیدی تو طلاق واقع نہ ہوگی۔^(۲)

۳۸۵- ضابطہ: مجہول شخص کو وکیل بنانا درست نہیں۔^(۳)

جیسے:

(۱) کسی نے کہا: ”میں تم دونوں میں سے کسی ایک کو فلاں کام کا وکیل بناتا ہوں“ تو یہ درست نہیں کیونکہ اس میں تعین نہ ہونے کی وجہ سے وکیل مجہول ہے۔

(۲) اپنے مقروض سے کہا جو شخص تمہارے پاس فلاں علامت لے کر آئے، یا جو تمہاری انگلی پکڑ لے، یا جو تم سے فلاں بات کہے، اس کو میرے وہ روپے دے دینا جو تمہارے ذمہ ہیں تو یہ صحیح نہیں کیونکہ یہاں بھی وکیل مجہول ہے، پس مقروض ایسے شخص کو دینے سے قضاء بری نہ ہوگا۔^(۴)

۳۸۶- ضابطہ: وکیل کا اپنے قصد و اختیار سے تصرف کرنا ضروری ہے (ورنہ

اس کا تصرف معتبر نہ ہوگا)

تفریع: پس اگر وکیل سے جبر و کراہ کے ذریعہ بیع وغیرہ میں ایجاب و قبول کروایا گیا، یا خود اس نے ازراہ مزاح ایجاب و قبول کیا تو اس کا یہ تصرف مؤکل کے حق میں

(۱) إذا وكل انساناً لا يصير وكلاً قبل العلم وهو المختار. (ہنلیہ: ۵۶۳/۳)

(۲) (ہنلیہ: ۵۶۳/۳، التاتارخانیہ: ۲/۲۴۷)

(۳) لا يصح توكيل مجهول. (قواعد الفقہ، ص: ۱۱۱، قاعدہ: ۲۷۴)

(۴) كقول الدائن لمديونه من جاءك بعلامة كذا أو من أخذ إصبعك أو قال لك

كذا فادفعه مالي عليك إليه لم يصح لأنه توكيل مجهول فلا يبرء بالدفع إليه

(الاشباه ص: ۳۷۰، بحوالہ قواعد الفقہ ص: ۱۱۱ حاشیہ)

(۱) معتبر نہ ہوگا۔

۳۸۷- ضابطہ: حقوق اللہ میں وہ چیزیں جن میں دعویٰ شرط ہے (جیسے حد قذف، حد سرقہ) ان کو ثابت کرنے کیلئے صاحب حق کا کسی کو وکیل بنانا جائز ہے (کہ وہ مؤکل کی طرف سے عدالت میں دعویٰ دائر کرے خواہ مؤکل موجود ہو یا نہ ہو) اور وہ چیزیں جن میں دعویٰ شرط نہیں (جیسے حد زنا، حد خمر) ان میں توکیل درست نہیں — اور حقوق العباد کے اثبات کے لئے مطلقاً توکیل جائز ہے خواہ وہ چیزیں ہوں جو شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں (جیسے قصاص وغیرہ) یا وہ چیزیں ہوں جو شبہ سے ساقط نہیں ہوتیں (یعنی مالی حقوق جیسے دین وغیرہ)

فائدہ: ضابطہ میں حقوق و حدود کے اثبات کی یعنی مقدمہ دائر کرنے (کیس داخل کرنے) کی بات ہے، جہاں تک حدود (خواہ وہ حقوق اللہ میں سے ہو یا حقوق العباد میں سے) کو جاری کرنے و نفاذ کی بات ہے تو اس میں وکالت کے لئے مؤکل (صاحب حق) کا بوقت نفاذ اس جگہ موجود ہونا ضروری ہے ورنہ توکیل جائز نہ ہوگی، پس حد سرقہ، حد قذف اور قصاص کے نفاذ کے وقت مؤکل (یعنی مالک مال، مقدوف اور مقتول کا ولی علی الترتیب) کا موجود ہونا ضروری ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ اجراء سزا کے وقت یہ حضرات موجود ہوں تو اپنے دعویٰ سے رجوع کر لیں (کیس واپس کھینچ لیں) اس احتمال نے ایک گونہ شبہ پیدا کر دیا اور شبہ سے بھی حد ساقط ہو جاتی ہے (پس ان کی عدم موجودگی سے جو شبہ پیدا ہوا وہ نفاذ حد کے لئے مانع ہوگا)

اور حدود کے ماسوا خصوصت میں نفاذ کے وقت مؤکل کی موجودگی میں اختلاف ہے، صاحبین اور دیگر فقہاء کے نزدیک مؤکل کی موجودگی مطلقاً ضروری نہیں، اور امام ابوحنفیہؒ کے نزدیک عام حالت میں اس کا موجود ہونا ضروری ہے، البتہ اگر دوسرا فریق

(۱) والمراد بقصدہ أن یقصد ثبوت الحکم أو الربح للاحتراز عن بیع المکرہ

والہازل فإنه لا یقع عن الأمر. (البحر الرائق: ۷/۲۴۱)

مؤکل کی عدم حاضری پر راضی ہو جائے یا مؤکل بیماری یا طویل مسافت کے سفر کی وجہ سے حاضری سے معذور ہو یا پردہ نشین عورت ہو (خواہ باکرہ ہو یا شیبہ) تو پھر ان صورتوں میں مؤکل کا موجود ہونا مقدمہ کے نفاذ کے لئے ضروری نہیں، تاکہ اس کے حقوق ضائع نہ ہوں۔^(۱)

(۱) هذا التفصيل كله مأخوذ من هذه العبارات: اعلم أن الحقوق نوعان: حق الله وحق العبد، وحق الله نوعان: نوع منه تكون الدعوى فيه شرطاً كحد القذف وحد السرقة فهذا النوع يجوز التوكيل فيه عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى في الإثبات سواء كان المؤكل حاضراً أو غائباً ويجوز في الاستيفاء إذا كان المؤكل حاضراً ولا يجوز إذا كان غائباً ونوع منه لم تكن الدعوى فيه شرطاً كحد الزنا وحد الشرب فهذا النوع لا يجوز التوكيل في إثباته ولا في استيفائه ثم الخلاف إنما هو في حق إثبات الحد أما التوكيل بإثبات المال في السرقة فمقبول بالاجماع. وأما حقوق العباد فعلى نوعين: نوع لا يجوز استيفاؤه مع الشبهة كالقصاص فيجوز التوكيل بإثباته عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى وأما التوكيل باستيفاء القصاص فإن كان المؤكل وهو الولي حاضراً جاز وإن كان غائباً لا يجوز ونوع يجوز استيفاؤه مع الشبهة كالديون والأعيان وسائر الحقوق فيجوز التوكيل بالخصومة في إثبات الدين والعين. هكذا في البدائع. (هنا: ۵۶۳/۳ - ۵۶۴) إلا في الحدود والقصاص فإن الوكالة لا تصح باستيفائهما مع غيبة المؤكل عن المجلس لأنهما تندريان بالشبهات وشبهة العفو ثابتة حال غيبة المؤكل.. الخ (هنا: ۱۷۷/۳) هكذا في الاختيار لتعليل المختار: ۲۴/۱) فدل على الجواز برضا الخصم واختلف في جوازه بغير رضا الخصم قال أبو حنيفة عليه الرحمة: لا يجوز من غير عذر المرض والسفر وقال أبو يوسف ومحمد: يجوز في الأحوال كلها وهو قول الشافعي رحمه الله..... وكذلك إذا كانت المرأة مخدرة مسكرة لأنها تستحي عن ←

۳۸۸- ضابطہ: مباحات میں توکیل معتبر نہیں۔^(۱)

تشریح: مباحات یعنی جس کی عام اجازت ہوتی ہے جیسے نہریا تالاب سے پانی لینا، سرکاری زمین سے گھاس کاٹنا، جنگل میں شکار کرنا، یا لکڑیاں لانا، یا سمندر سے جواہرات نکالنا وغیرہ... پس ان میں توکیل معتبر نہیں، اگر ایسی چیزوں میں کسی کو وکیل بنایا ہے، اور اس نے مثلاً شکار کیا یا سمندر سے جواہرات نکالے تو اس کا یہ عمل خود اس کے لئے سمجھا جائے گا، موکل اس کا حق دار نہ ہوگا۔

۳۸۹- ضابطہ: شہادات (گواہی) میں کسی کو وکیل بنانا درست نہیں۔^(۲)

تشریح: کیونکہ شہادت کسی واقعہ کو آنکھوں دیکھی گواہی کا نام ہے، اور اس کو موکل نے دیکھا ہے نہ کہ وکیل نے، پس اس میں وکالت درست نہیں۔

۳۹۰- ضابطہ: ہر ایسا عقد جس کو وکیل اپنی طرف منسوب کرتا ہے، موکل کی طرف منسوب کرنے کی اس میں حاجت نہیں ہوتی (جیسے بیع، اجارہ، صلح عن اقرار وغیرہ) اس میں تمام حقوق وکیل ہی سے متعلق ہوں گے۔ اور جس عقد کو وہ موکل کی طرف منسوب کرتا ہے، اس کے بغیر وہ عقد انجام نہیں دے سکتا (جیسے نکاح، خلع، ہبہ، صدقہ، اعارہ، رهن، قرض، شرکت، مضاربہ وغیرہ) اس میں وکیل کی حیثیت محض ترجمان اور سفیر کی ہوگی، اور عقد سے متعلق تمام حقوق

→ الحضور لمحافل الرجال وعن الجواب بعد الخصومة بکراً کانت او ثیباً فیضیع حقها. (بدائع الصنائع: ۵/ ۱۹، هكذا فی الدر المختار علی هامش رد المختار: ۸/ ۲۴۳ - ۲۴۴)

(۱) ولا تصح الوکالۃ فی المباحات. (ہندیہ: ۳/ ۵۶۴)

(۲) ولا تصح الوکالۃ فی المباحات کالاحتطاب والاحتشا والاستقاء واستخراج الجواهر من المعادن، لما أصاب الوکیل شیاً من ذالک فہولہ. (ہندیہ: ۳/ ۵۶۴)

موکل ہی سے متعلق ہوں گے۔^(۱)

تشریح: پہلی صورت میں حقوق کا وکیل سے متعلق ہونا جیسے اگر وہ بائع ہے تو بیع کا سپرد کرنا، ثمن پر قبضہ کرنا اور مشتری ہے تو ثمن کا ادا کرنا بیع پر قبضہ کرنا، اور بیع میں کوئی عیب ہے تو اس سلسلہ میں حجت کرنا وغیرہ سب وکیل کی ذمہ داری ہوگی، یہاں موکل اجنبی کے مانند ہوگا، یہاں تک کہ وکیل سے خریدنے والے شخص سے موکل ثمن کا مطالبہ بھی نہیں کر سکتا۔

اور دوسری صورت میں موکل سے حقوق متعلق ہونا جیسے نکاح میں شوہر کا کوئی وکیل ہے تو مہر کا مطالبہ موکل (شوہر) سے ہوگا، وکیل سے نہیں ہوگا، اور اگر عورت کا وکیل ہے تو اس کے ذمہ عورت کی سپردگی وغیرہ لازم نہ ہوگا، اس کا تعلق موکلہ سے ہوگا۔

۳۹۱- **ضابطہ:** خصومت کے وکیل کو سوائے حدود اور قصاص کے تمام مقدمات میں موکل کے خلاف اقرار کا اختیار ہے، مگر یہ کہ موکل نے بوقت وکالت اس کا استثناء کر دیا ہو۔^(۲)

تشریح: اقرار کا مطلب ہے کہ مثلاً کسی نے وکیل بنایا کہ فلاں شخص پر فلاں چیز کا

(۱) وكل عقد يضيفه الوكيل إلى نفسه كالبيع والإجارة والصلح عن اقرار تتعلق حقوقه به من تسليم المبيع ونقد الثمن والخصومة في العيب وغير ذلك..... وكل عقد يضيفه إلى موكله فحقوقه تتعلق بموكله: كالنكاح والخلع والصلح عن دم العمد والعق على مال والكتابة والصلح عن انكار والهبة والصدقة والإعارة والإداع والرهن والإقراض والشركة والمضاربة. (الاختيار لتعليل المختار: ۲۴/۱ - الدر المختار على هامش رد المحتار ۸/ ۲۴۶ -

ہدایہ ۳/ ۱۸۰ - بدائع: ۳۶/۵ - ۳۷)

(۲) وصح اقرار الوكيل بالخصومة لا غيرها مطلقاً بغير الحدود والقصاص على موكله. (الدر المختار على هامش رد المحتار ۸/ ۲۷۰ - ۲۷۱)

دعویٰ کرنا ہے، وکیل نے قاضی کی مجلس میں اپنے موکل (مدعی) کے دعویٰ کے جھوٹا ہونے کا اقرار کر لیا تو یہ اقرار صحیح ہے اور موکل اپنے دعویٰ میں جھوٹا ثابت ہوگا۔ یا اگر مدعی علیہ کی طرف سے وکیل ہو تو مدعی جس چیز کا دعویٰ کر رہا ہے اس کو قبول کر لیا تو یہ اقرار صحیح ہے اور مدعی علیہ کے ذمہ مدعی کو وہ چیز دینی لازم ہو جائے گی۔

لیکن اگر موکل نے بوقت وکالت اقرار کا استثناء کر دیا یعنی تم میرے خلاف کسی چیز کا اقرار نہیں کر سکتے تو یہ استثناء استحساناً صحیح ہے، اب وکیل کو اقرار کا اختیار نہ ہوگا، باوجود اس کے اگر وہ اقرار کرے تو موکل پر اس اقرار کا کچھ اثر نہ ہوگا، بلکہ خود وہ وکیل وکالت سے معزول ہو جائے گا اور اس کا کوئی دعویٰ نہیں سنا جائے گا۔^(۱)

۳۹۲- **ضابطہ:** وکیل کا دوسرے کو وکیل بنانا جائز نہیں، مگر یہ کہ موکل نے صراحۃً اجازت دی ہو یا یوں کہا ہو کہ اپنی رائی و مرضی پر عمل کرنا۔^(۲)
فائدہ: تاہم اگر وکیل نے بلا اجازت دوسرا وکیل بنالیا، تو اگر دوسرے نے پہلے کی موجودگی میں عقد کیا تو اس کا یہ تصرف جائز ہوگا، اور اس کی عدم موجودگی میں کیا تو جائز نہ ہوگا۔^(۳)

اور موکل کی طرف سے اجازت کی صورت میں دوسرا وکیل موکل ہی کی طرف سے

(۱) وكذا إذا استثنى الموكل إقراره بأن قال وكنتك بالخصومة غير جائز الإقرار صح الوكيل والاستثناء على الظاهر. بزاية. فلو أقر عنده أى القاضى لا يصح وخرج به عن الوكالة فلا تجمع خصومته. (الدر المختار على هامش رد المختار ۸/۲۷۱)

(۲) وليس للوكيل أن يوكل فيما وكل به إلا أن يؤذن له الموكل أو بقول اعمل برأيك. (قدوری علی الہدایہ: ۳/۹۹۲)

(۳) لبان وكل بغیر إذن موكله فعقد وكيه بحضوره جاز وإن عقد فى حال غيبته لم يجز (قدوری علی الہدایہ: ۳/۹۹۲)

وکیل شمار ہوگا، یہاں تک کہ وکیل اول اس کو معزول نہیں کر سکتا، اور نہ اس کی موت سے وہ معزول ہوگا، اور موکل کی موت سے دونوں معزول ہو جائیں گے۔^(۱)

۳۹۳- **ضابطہ:** موکل کی لگائی ہوئی قید اگر مفید ہو تو وکیل کے ذمہ اس کا اعتبار مطلقاً ضروری ہے اور مضر ہو تو ضروری نہیں۔ اور اگر من وجہ مفید ہو اور من وجہ مضر ہو تو اگر نفی کے ساتھ مؤکد کیا ہے تو اس کا اعتبار ضروری ہے ورنہ ضروری نہیں۔^(۲)

تشریح: مفید قید کی مثال: جیسے وکیل سے کہا: ”تو اپنے لئے تین دن کے خیار کے ساتھ بیچنا“ تو اس کا اعتبار ضروری ہے، اگر اس کے خلاف کیا تو اس کا تصرف معتبر نہ ہوگا۔

مضر قید کی مثال: جیسے کہا ”تو اس مال کو ادھار بیچنا“ تو اس قید کی رعایت ضروری نہیں، اگر اس مال کو نقد بیچ دیا تب بھی صحیح ہے۔

اور من وجہ مفید اور من وجہ مضر قید کی مثال: جیسے کسی خاص بازار میں بیچنے یا نہ بیچنے کی قید لگائی تو:

اگر نفی کے ساتھ مؤکد کیا یعنی کہا: ”فلاں بازار میں مت بیچنا“ تو اس کی رعایت ضروری ہے، اگر اسی بازار میں بیچا تو اس کا تصرف معتبر نہ ہوگا۔

اور اگر بغیر نفی کے کہا یعنی کہا: ”فلاں بازار میں بیچنا“ تو اس کی رعایت ضروری نہیں، اس سے اچھے بازار میں بھی بیچ سکتا ہے۔^(۳)

(۱) وإذا جاز فی هذا الوجه يكون الثاني وكيلا عن الموكل حتى لا يملك الأول

عزله ولا ينزل بموته وينزلان بموت الأول (هدایہ: ۱۹۲/۳)

(۲) الموكل اذا قيد على وكيله فإن كان مفيداً اعتبر مطلقاً وإلا لا. وإن كان نالعمن وجه وضاراً من وجه فإن أكده بالنفي اعتبر، وإلا لا. (الأشباه والنظائر:

۲۱۱، بیروت) قواعد الفقه: ۱۳۱، قاعدہ: ۳۶۴، ہندیہ: ۵۸۹)

(۳) وعلى القاعدة فروع منها: بعه بخيار فباعه بغيره لم ينفذ لأنه مفيد، ←

۳۹۳- ضابطہ: وکالت مجلس پر منحصر نہیں ہوتی (برخلاف تملیک کے کہ وہ

مجلس پر منحصر ہوتی ہے) (۱)

تفریع: پس جب کسی سے کہا کہ: ”میری بیوی کو طلاق دیدو“ تو یہ توکیل مجلس پر منحصر نہ رہے گی، اس مجلس کے علاوہ بھی وکیل جب چاہے طلاق دے سکتا ہے، جب تک اس کو معزول نہ کیا جائے۔

اور اگر طلاق کا مالک بنایا مثلاً بیوی سے کہا: ”میں نے تم کو طلاق کا اختیار دیا“ تو یہ تملیک (وتفویض) ہے جو مجلس پر منحصر ہوگی، پس اگر عورت نے اسی مجلس میں اپنے اوپر طلاق واقع کر لی تو طلاق واقع ہو جائے گی، ورنہ واقع نہ ہوگی (اور تملیک میں رجوع کا حق نہیں رہتا) (۲)

۳۹۵- ضابطہ: خرید فروخت کی وکالت میں اصل یہ ہے اگر وکالت عامہ کے ساتھ وکیل بنایا مثلاً کہا تم ”میرے لئے جو مناسب سمجھو خرید لو“ یا کہا ”میرے لئے جو کچھ خریدنا چاہو خرید لو“ تو یہ وکالت درست ہے خواہ اس میں کتنا ہی ابہام ہو — اور اگر وکالت خاصہ کے ساتھ وکیل بنایا یعنی مخصوص چیز خریدنے کا حکم دیا اور ”تمہاری جو مرضی ہو“ یا ”جیسا مناسب سمجھو“ وغیرہ الفاظ کے ذریعہ مطلق اختیار نہ دیا تو اگر اس میں جہالت لیسرہ ہو تو درست ہے، جہالت فاحشہ ہو تو درست نہیں اور اگر جہالت

→ ومنها بعه نسيئة له يبعه نقداً، بعه في سوق كذا فباعه في غيره نفذ، لا تبعه إلا في سوق كذا، لا (الأشباه والنظائر: ۲۱۱، دار الكتاب، بيروت - قواعد الفقه ص: ۱۳۱ قاعدة: ۳۶۴، حاشية)

(۱) وكالة لا تقتصر على المجلس بخلاف التملك. (قواعد الفقه ص: ۱۳۸ قاعدة: ۳۹۳) (۲) فإذا قال لرجل طلقها لا تقتصر (وله الرجوع) وطلقى نفسك يقتصر (وليس له الرجوع). (قواعد الفقه: ۱۳۸ حاشية، تحت قاعدة: ۳۹۳، بحواله: الأشباه)

متوسط ہو تو اس چیز کا ثمن یا وصف دونوں میں سے کسی ایک کو بیان کر دیا تو درست ہے ورنہ درست نہیں۔^(۱)

تشریح: جہالت فاحشہ: وہ جنس کی جہالت ہے، جیسے کہا کپڑا خریدو یا جانور خریدو تو یہ وکالت درست نہیں، کیونکہ کپڑے میں مختلف قسمیں ہیں: ریشمی، سوتی، کتان وغیرہ، اور جانور میں بھی گھوڑا، گدھا، بیل، بکری وغیرہ مختلف اقسام ہیں، موکل کی مراد کیا ہے؟ معلوم نہیں، اور یہ چونکہ جنس کی جہالت ہے اس لئے فحش جہالت کہلائے گی جو وکالت کے لئے مطلقاً مانع ہوگی، اگرچہ موکل ثمن بیان کر دے۔

جہالت یسیرہ: وہ نوع کی جہالت ہے، جیسے کہا سوتی کپڑا خریدو، یا گھوڑا خریدو وغیرہ تو اس جہالت میں حرج نہیں، وکالت درست ہے، خواہ موکل اس چیز کا وصف یا ثمن بیان کرے نہ کرے، کیونکہ جب نوع بیان کر دی گئی تو اس کی صفت موکل کے حال سے خود واضح ہوگی، مثلاً موکل عربی ہے اور یہ معلوم ہو کہ وہ عربی ہی گھوڑا استعمال کرتا ہے تو اب وکیل عربی ہی گھوڑا خریدے گا نہ کہ ترکی، اور ثمن کی وضاحت بھی ضروری نہ ہوگی، کیونکہ ثمن صفت سے معلوم ہو جائے گا۔

(۱) الأصل أنها إن عمت أو علمت أو جهلت جهالة يسيرة وهي جهالة النوع المحض صحت وإن فاحشة وهي جهالة الجنس كدابة بطلت وإن متوسطة كعبد فإن بين الثمن أو الصفة كثرة كني صحت وإلا لا... وكله بشراء ثوبه ثوب هروري أو فرس أو بغل صح... وبشراء دار أو عبد جاز إن سمي الموكل ثمناً بخصص نوعاً أو لا... وإلا يسم ذلك لا يصح وألحق بجهالة الجنس وهي حاله وكله بشراء ثوب أو دابة لا يصح وإن سمي ثمناً للجهالة الفاحشة. (الدر المختار) وفي الشاميه: (إن عمت) بأن يقول ابتع لي مارأيت لأنه فوض الأمر إلى رأيه فأى شيء يشتريه يكون ممثلاً، درر. وفي البحر عن البزازية: ولو وكله بشراء أي ثوب شاء صح. (شامی: ۲۴۸/۸ - ہندیہ: ۵۷۳/۳)

(البتہ اگر موکل کی حال سے وصف واضح نہ ہوتا ہو تو پھر نوع کی وضاحت کے بعد بھی اس کا وصف یا ثمن دونوں میں سے ایک کا بیان کرنا ضروری ہوگا، جیسا کہ علامہ کا سانی نے بکری اور گائے میں اس وضاحت کو ضروری قرار دیا ہے) ^(۱)

اور جہالت متوسطہ: وہ جنس اور نوع کے مابین کی جہالت ہے، جیسے کہا میرے لئے فلاں شہر میں کوئی گھر خریدو تو اس میں وصف یا ثمن دونوں میں سے ایک کا بیان کرنا ضروری ہوگا، یا تو ثمن بیان کرے مثلاً کہے دس لاکھ تک کا گھر خریدو، یا وصف بیان کرے اور کہے اس قسم کا فلیٹ خریدو یا روہاؤس خریدو تو وکالت درست ہے اور وہ نوع کی جہالت کے ساتھ ملحق ہوگا، اور اگر گھر کا نہ ثمن بیان کیا اور نہ وصف تو وکالت درست نہیں اور وہ جنس کی جہالت کے ساتھ ملحق ہوگا۔

اسی طرح اگر مکملی اور موزونی چیزوں کے خریدنے کا وکیل بنایا تو دو میں سے ایک چیز کو بیان کرنا ہوگا، یا تو ثمن کی مقدار بیان کرے مثلاً پانچ سو روپے کے گیسوں خریدو، یا ثمن (بیع) کی مقدار کی وضاحت کر دے مثلاً دس کلو گیسوں خریدو، تو وکالت درست ہے، ورنہ درست نہیں۔ ^(۲)

۳۹۶- ضابطہ: تمام امور کا وکیل بنانے میں (جیسے کہا ”تم میرے تمام امور کے وکیل ہو) وکالت کا تعلق عقد معاوضات کے ساتھ ہوگا، عتق، طلاق اور تبرعات اس سے مستثنیٰ ہوں گے۔

(۱) ولو قال اشترى لى شاة ولم يذكر صفة ولا لئماً لا يجوز لأن الشاة والبقرة لاتصير معلومة الصفة بحال الموكل ولا بد أن يكون أحدهما معلوماً لما بينا. (بدائع الصنائع: ۲۲/۵)

(۲) ولو قال اشترى حنطة لا يصح التركيل مالم يذكر أحد شيئين: إما قدر الثمن وإما قدر المئمن وهو المكيل، لأن الجهالة لا تقل إلا بذكر أحدهما وعلى هذا جميع المقدرات من المكيلات والموزونات. (بدائع الصنائع: ۲۲/۵)

تشریح: عقد معاوضات سے مراد بیع، اجارہ وغیرہ ہے پس وکیل عام کو موکل کے ہاں میں سے ان تمام عقود کا جو معاوضات کے قبیل سے ہوں اختیار ہوگا۔

لیکن جو چیزیں تبرعات کے قبیل سے ہیں جیسے موکل کے مال کو ہدیہ کرنا، صدقہ کرنا، زمین یا مکان کا وقف کرنا، قرض دینا وغیرہ کا اس کو اختیار نہ ہوگا، یہی مفتی بہ ہے۔ اسی طرح طلاق اور عتاق کا بھی وہ مالک نہ ہوگا، پس ایسی وکالت کے ذریعہ وہ موکل کی بیوی کو طلاق یا اس کے غلام کو آزاد نہیں کر سکتا، فتویٰ اسی پر ہے۔^(۱)

۳۹۷- ضابطہ: ایک ہی معاملہ میں اگر متعدد وکیل ہوں تو جن امور میں تبادلہ خیال اور غور و فکر کی حاجت ہوتی ہے (جیسے نکاح، خلع، مضاربہ وغیرہ) ان میں تنہا ایک وکیل تصرف کا مجاز نہیں۔ اور جن امور میں تبادلہ خیال کی حاجت نہ ہو بلکہ صرف موکل کے حکم کی تعمیل کرنی ہو (جیسے طلاق، ہبہ، دین کی ادائیگی، امانت کی واپسی وغیرہ) ان میں تنہا ایک وکیل کا تصرف بھی معتبر ہے۔^(۲)

(۱)..... وعام كانت وکيلي في كل شيء عم الكل حتى الطلاق..... وخصه قاضيان بالمعاوضات، فلايلي العتق والتبرعات وهو الملهب (الدبر المختار) وفي الشامية: وفي الذخيرة: أنه توکیل بالمعاوضات لا بالإعتاق والهبات وبه يفتى. وفي الخلاصة كما في البزاية: والحاصل أن الوکیل وكالة عامة يملك كل شيء إلا الطلاق والعتاق والوقف والهبة والصدقة على المفتي به..... وهل له الإقراض والهبة بشرط العوض؟ فإنهما بالنظر إلى الابتداء تبرع... وينبغي أن لا يملكهما الوکیل بالتوکیل العام لأنه لا يملكهما إلا من يملك التبرعات. الخ (شامی: ۲۴۰/۸ - ۲۴۱ - البحر الرائق: ۲۳۶/۷، التاتارخانية: ۲۴۲/۱۲)

(۲) إذا وكل وكيلين فليس لأحدهما أن يتصرف فيما وكل به دون الآخر، هذا في تصرف يحتاج فيه إلى الرأي كالبيع والخلع وغير ذلك..... إلا أن يوكلهما بالخصومة.. أو بطلاق زوجته بغیر عوض أو برد وديعة عنده أو قضاء دين عليه.. الخ. (هدایہ: ۱۹۲ - ہدائع: ۳۵/۵)

۳۹۸- **ضابطہ:** وکالت میں خیار شرط صحیح نہیں (پس وکالت صحیح رہے گی، اور

شرط باطل ہوگی)

تشریح: کیونکہ خیار کی شرط اس عقد لازم میں مشروع ہے جو فسخ کا احتمال رکھتا ہو، اور وکالت غیر لازم ہے۔

پس اگر کہا کہ تو میری بیوی کی طلاق کا وکیل ہے اس شرط کے ساتھ کہ مجھ کو تین دن کا اختیار ہے، یا عورت کو اختیار ہے تو یہ شرط باطل ہوگی اور وکالت صحیح رہے گی، وکیل جب چاہے اس کی بیوی طلاق دے سکتا ہے، جب تک اس کو معزول نہ کیا جائے۔^(۱)

۳۹۹- **ضابطہ:** وکالت میں میراث جاری نہیں ہوتی۔

تشریح: پس اگر موکل یا وکیل کی موت ہوگئی تو توکیل باطل ہوگی، مورث کی یہ وکالت ان کے ورثا کی طرف منتقل نہ ہوگی۔^(۲)

۴۰۰- **ضابطہ:** وکیل کو معزولی کا علم ہونا ضروری ہے خواہ کسی بھی عقد کا وکیل ہو، ورنہ معزول نہ ہوگا۔

تشریح: پس بیع و شراء، نکاح، طلاق بلکہ تمام تصرفات کے وکیل لئے یہ حکم ہے کہ جب تک معزولی کا علم نہ ہو وہ وکیل باقی رہے گا اور وکالت سے متعلق اس کا ہر تصرف صحیح رہے گا، باطل نہ ہوگا۔ مثلاً بیوی کی طلاق کا وکیل بنایا اور پھر تھوڑی دیر کے بعد معزول کر دیا، لیکن وکیل کو معزولی کا علم نہیں ہوا اور اس نے طلاق دیدی تو طلاق واقع ہو جائے گی۔ یا مثلاً خریدنے کا وکیل بنایا، پھر معزول کر دیا لیکن وکیل کو اطلاع دیر سے پہنچی اور

(۱) ولا یصح شرط الخیار فیہا لأن شرط الخیار شرع فی لازم یحتمل الفسخ والوکالة غیر لازمة. حتی أن من قال أنت وکیل فی طلاق امراتی علی انی بالخیار ثلاثة أيام أو علی أنها بالخیار ثلاثة أيام فالوکالة جائزة والشرط باطل. (ہندیہ: ۳/۵۶۷)

(۲) وينعزل بموت أحدهما. (الروا المختار علی هامش رد المحتار ۸/۲۸۹)

مطلوبہ چیز اس نے خرید لی تو وہ موکل ہی کی شمار ہوگی۔^(۱)

۴۰۱- **ضابطہ:** وکیل اور موکل میں اختلاف ہو تو وکیل کا قول یمین کے ساتھ

معتبر ہوگا۔^(۲)

تشریح: یعنی جب موکل اپنے مدعی پر گواہ پیش نہ کر سکے تو اب وکیل کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہوگا، اگر اس نے قسم کھالی تو اس کے حق میں فیصلہ کر دیا جائے گا اور اگر قسم سے انکار کر دیا تو پھر موکل کے حق میں فیصلہ ہوگا۔

لیکن ایک صورت مستثنیٰ ہے وہ یہ کہ: دین کے قبضہ کا وکیل تھا، اور موکل کی موت کے بعد اس نے یہ دعویٰ کیا کہ میں نے موکل کی حیات میں اس دین کا قبضہ کر کے اس کو دے دیا تھا، تو اب اس کا قول معتبر نہ ہوگا، بلکہ دعویٰ پر گواہ پیش کرنا ضروری ہوگا۔^(۳)

نوٹ: وکالت سے متعلق ایک نقشہ کتاب کے آخر میں ہے۔



(۱) ولا یصح عزل الوکیل من غیر علم الموکل ولا ینخرج عن الوکالة عندنا، والوکیل بالبیع والشراء والنکاح والطلاق ومائر التصرفات فی ذالک علی السواء. (التاتاریخانیة: ۱۲/۲۵۳)

(۲) الوکیل یقبل قوله یمینه فیما یدعیہ. (قواعد الفقہ ص: ۱۳۸، قاعدہ: ۳۹۴)

(۳) إلا الوکیل بقض الدین إذا ادعی بعد موت الموکل أنه کان قبضه فی حیاته ودفعه له، فإنه لا یقبل قوله إلا بالبینة. (قواعد الفقہ ص: ۱۳۸ "حاشیة" تحت قاعدہ: ۳۹۴، بحوالہ: الأشباه والنظائر ص: ۳۷۱)

کتاب الودیعة

تمہید: کسی کے پاس امانت کے طور پر مال رکھنے کو ودیعت کہتے ہیں، اصطلاح میں: صاحب مال کو ”مودع“ (بکسر الدال) اور جس کے پاس امانت رکھی جائے اس کو ”امین“ اور ”مودع“ (بفتح الدال) اور مال امانت کو ”ودیعت“ کہا جاتا ہے۔^(۱)

۴۰۲- ضابطہ: ودیعت میں دلالتا ایجاب و قبول بھی کافی ہے۔^(۲)

تشریح: یعنی بغیر کچھ الفاظ کہے جب قرائن سے ایجاب و قبول سمجھا جائے تو ودیعت کا معاملہ ثابت ہو جاتا ہے، صرحاً ایجاب قبول ضروری نہیں۔

تفریعات:

- (۱) کسی نے دکاندار سے کہا میں نماز پڑھنے جاتا ہوں اور اپنا یہ مال یہاں رکھتا ہوں ذرا دیکھنا، دکاندار خاموش رہا، کچھ جواب نہیں دیا، تو یہ اس کی طرف سے قبول مانا جائیگا، اب اگر اس کی غفلت اور بے اعتنائی سے وہ سامان ضائع ہو گیا تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔
- (۲) بلکہ اگر صاحب مال کچھ نہ کہے اور خاموشی سے اپنا مال دیدے اور دکاندار خاموشی سے لے کر رکھ لے تو یہ بھی دلالتا ودیعت کا معاملہ سمجھا جائے گا، اگر دکاندار کی غفلت سے وہ مال ضائع ہو گیا تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔^(۳)

(۱) ... والودیعة ما یتروک عند الامین (ہندیہ: ۴ / ۳۳۸)

(۲) والودیعة تارة تكون بصریح الإیجاب والقبول وتارة بالدلالة. (ہندیہ: ۴ /

۳۳۸) (۳) والدلالة: إذا وضع عنده متاعاً ولم يقل له شيئاً أو قال هذا وديعة

عندك وسكت الآخر صار مودعاً حتى لو غاب الآخر فضاع ضمن لأنه ايداع

وقبول عرفاً. (ہندیہ: ۴ / ۳۳۸ - شامی: ۸ / ۴۵۴)

(۳) کوئی شخص اپنی گاڑی لے کر دوسرے کے مکان کے کپاؤنڈ میں گیا اور کہا کہ: میں اپنی یہ گاڑی کہاں کھڑی کروں، اس نے کہا یہاں کھڑی کر لو اور اپنے کپاؤنڈ میں کوئی جگہ بتلائی اور اس نے وہاں کھڑی کر دی تو یہ دلائل و دلیلت کا معاملہ ہوگا، اگر صاحب مکان کی لاپرواہی سے وہ گاڑی ضائع ہو گئی تو وہ اس کا ضامن ہوگا۔ (۱)

(۴) سفر کے دوران چار ساتھی ایک جگہ بیٹھے ہوئے تھے ان میں سے ایک شخص اپنا سامان سامان چھوڑ کر کھڑا ہوا، تو باقی تین اس کے ذمہ دار ہوں گے، کیونکہ عادتاً دالالت مال سے اس طرح کا سامان و دلیعت سمجھا جاتا ہے۔ اگر انہوں نے اس کے سامان کی حفاظت نہیں کی اور وہ ضائع ہو گیا تو سب پر ضمان آئے گا، اور اگر یکے بعد دیگرے سب اس جگہ سے اٹھ گئے تو ان میں جو سب سے آخر میں مجلس سے اٹھا اس پر ضمان آئے گا۔ (۲)

۴۰۳- **ضابطہ:** حفاظت مال کے لئے مودع (امین) وہ سب طریقے اختیار کر سکتا ہے جو اپنے مال میں کرتا ہے۔ (۳)

جیسے امانت کا مال اپنے پاس رکھے یا اپنی بیوی یا بال بچوں اور زیر پرورش لوگوں کے پاس رکھے، یا اس شخص کے پاس رکھے جس کے پاس عادتاً حفاظت کے لئے رکھا

(۱) وكفوله لرب الخان أين أربطها فقال هناك مكان ايداعاً. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۸/۴۵۵)

(۲) المسئلة مستفاد من هذه العبارة: "لوقام واحد من أهل المجلس وترك كتابه أو متاعه فالباقون مودعون فيه حتى لو تركوا وهلك ضمنوا لأن الكل حافظون فإن قام واحد بعد واحد فالضمان على آخرهم لأنه تعين الآخر حافظاً". (ہندیہ: ۴/۳۳۸)

(۳) أن الملتزم بالعقد هو الحفظ، والإنسان لا يلتزم بحفظ مال غيره عادة إلا بما يحفظ به مال نفسه. (بدائع الصنائع: ۵/۳۰۸)

جاتا ہے جیسے کاروباری پارٹنرز وغیرہ تو اس کی اجازت ہے۔^(۱)

نیز مال کے خطرہ کے وقت جیسے آگ لگ گئی اور پڑوس میں پھینک دیا، یا لوٹ چلی اور حفاظت کے لئے دوسرے کی طرف ڈال دیا، یا سمندر میں کشتی ڈوبنے کا خطرہ ہو اور قریب والی کشتی میں پھینک دیا وغیرہ... وہ تمام صورتیں جو آدمی اپنے مال کی حفاظت کے لئے کرتا ہے و دیعت کے مال میں بھی کر سکتا ہے، اس کی وجہ سے وہ تعدی کرنے والا نہ ہوگا، اگر اس طرح کرنے میں مال ہلاک بھی ہو گیا تو اس پر کوئی ضمان نہ آئے گا۔^(۲)

۴۰۴- ضابطہ: امانت کا مال ہلاک ہونے پر کوئی ضمان نہیں آتا، مگر یہ کہ امین کی جانب سے تعدی ہو۔^(۳)

تشریح: اور تعدی کی مختلف صورتیں ہیں، من جملہ یہ ہیں:

۱- امین نے مال چوری ہوتے ہوئے یا لوٹتے ہوئے دیکھا اور باوجود قدرت کے بچانے کی کوشش نہیں کی۔^(۴)

۲- عادتاً جن کے پاس مال رکھا جاتا ہے بجائے ان کے دوسروں کے پاس رکھا اور ضائع ہو گیا۔^(۵)

۳- نہر یا سمندر میں نہانے کے لئے گیا اور امانت کا سامان ویسے ہی چھوڑ دیا اور

(۱)..... وعن محمد: إن حفظها بمن يحفظ ماله كوكيله وماؤنونه وشريكه مفاوضة وعنائاً جاز، وعليه الفوى. (الدرا المختار على هامش ردالمحتار: ۸/ ۴۵۷)

(۲) لأن يقع في داره حريق فيسلمها إلى جاره أو يكون في سفينة فخاف الفرق فينقلها إلى سفينة أخرى لم يضمن. (الجوهرة النيرة: ۱/ ۴۴۸ - هندیہ: ۴/ ۳۴۰)

(۳)..... أمانة في يد المودع إذا هلك من غير تعدى لم يضمنها. (اللباب في شرح الكتاب: ۱/ ۱۱۶)

(۴) (ہندیہ: ۴/ ۳۴۶) (۵) (بدائع: ۵/ ۳۰۸)

(۱) ضائع ہو گیا۔

۴۔ بغیر اجازت کے اس سامان یا پیسوں کو استعمال کر لیا۔ (۲)

۵۔ اپنے مال کے ساتھ اس طرح مخلوط کر دیا کہ تمیز مشکل ہو گئی۔ (۳)

۶۔ مال دینے سے انکار کر دیا (یعنی مکر گیا) اور کہتا ہے کہ میرے پاس تم نے کچھ

امانت نہیں رکھوائی، پھر اعتراف کیا مگر کہتا ہے وہ مال ضائع ہو گیا۔ (۴)

پس یہ تمام صورتیں تعدی کی ہیں، ان میں ضمان لازم ہوگا (آخری صورت میں اس لئے کہ مکر جانے کے بعد یہ کہنا کہ مال ضائع ہو گیا اس کا یہ قول معتبر نہ ہوگا، کیونکہ مکر کرنے سے اس کی حیثیت غاصب کی ہو گئی اور غاصب پر مال مغموب کا ضمان لازم ہوتا ہے)

۴۰۵۔ ضابطہ: تعدی کا زائل ہو جانا ضمان کو ختم کر دیتا ہے، جبکہ تعدی سے

کوئی نقص نہ آیا ہو۔ (۵)

جیسے امانت کے جانور یا گاڑی پر سواری کر لی، یا کپڑے کو پہن لیا، یا غلام سے خدمت لی، یا مال کو دوسرے کے پاس ودیعت رکھایا کوئی اور صورت تعدی کی اختیار کی، پھر اس تعدی کو زائل کر لیا اور اس کو بعینہ پہلی حالت پر یا اس سے اچھی حالت پر لوٹا لیا تو ضمان جو آیا تھا وہ ختم ہو جائے گا، اس کے بعد اگر مال ہلاک ہو گیا تو امین پر کچھ ضمان لازم نہ ہوگا۔ مگر شرط ہے کہ استعمال سے اس میں ذرا بھی نقص نہ آیا ہو، اگر نقص آجائے تو پھر

ضمان زائل نہ ہوگا۔ (۶)

(۱) (ہندیہ: ۴/۳۴۸) (۲) (الحوالۃ السابقة) (۳) (الحوالۃ السابقة)

(۴) (فإن طلبها صاحبها فجحدها إياه فهلكت ضمنها، فإن عاد إلى الاعتراف

لم يبرأ من الضمان. (قدوری علی هامش اللباب: ۱/۱۱۲ - الجوهرۃ

النيرة: ۱/۴۴۹ - ۴۵۰) (۵) (ہندیہ: ۴/۳۴۷ - ۳۴۸)

(۶) (وإذا تعدى المودع في الوديعة بان كانت دابة فركبها أو ثوباً فلبسه أو عبد

فاستخلمه أو أودعها عند غيره ثم أزال التعدى فردها إلى يده زال الضمان ←

اور اگر مالک اور امین کے درمیان نقص کے آنے نہ آنے میں اختلاف ہو تو مالک کا قول معتبر ہوگا۔^(۱)

۴۰۶- **ضابطہ:** صاحب مال کی جانب سے لگائی گئی شرط اگر حفاظت سامان کے لئے مفید ہو اور ممکن العمل بھی ہو تو اس کی رعایت موع (امین) پر ضروری ہے (اس کی مخالفت ضمان کا موجب ہے) ورنہ (یعنی مفید نہ ہو یا ممکن العمل نہ ہو تو) رعایت ضروری نہیں۔^(۲)

تشریح: مفید ہونا: جیسے کہا اس سامان کو اپنے گھر کے فلاں کمرے میں رکھنا اور وہ کمرہ حفاظتی نقطہ نظر سے دوسرے کمروں کے مقابلہ میں زیادہ محفوظ ہو یا جیسے کہا اس سامان کو ایک ہی جگہ رکھنا ادھر ادھر نہ کرنا اور وہ سامان ایسا ہو کہ اس کو زیادہ ہلانے سے نقصان ہوتا ہو، یا جیسے کہا یہ مال اپنی بیوی کے پاس مت رکھو انا اور اس کی بیوی خیانت یا لا پرواہی میں معروف ہو تو ایسی شرط کی رعایت امین پر ضروری ہے۔ لیکن اگر سب کمرے حفاظت کے لحاظ سے برابر ہوں، اور دوسری صورت میں سامان ایسا ہو کہ ہلانے سے اس کو نقصان نہ آتا ہو، اور تیسری صورت میں اس کی بیوی امانت دار اور مستعد ہو بلکہ اس کے پاس مال رکھنے میں حفاظت زیادہ ہوتی ہو تو پھر ایسی شرط کی رعایت ضروری نہیں کہ وہ غیر مفید ہیں۔

→ وهذا إذا كان الركوب والاستخدام واللبس لم ينقصها أما إذا نقصها

ضمن، كذا في الجوهرة. (ہندیہ: ۴/۳۴۷-۳۴۸. الجوهرة النيرة: ۱/۴۴۹)

(۱)..... إذا صدقه المالك في العود وإن كذبه لا يبرأ إلا أن يقيم اليانة على العود إلى

الوافق. (ہندیہ: ۴/۳۴۷، ۳۴۸- الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۸/۴۶۴)

(۲) الأصل فيه إن الشرط إذا كان مفيداً والعمل به ممكناً وجب مراعاته والمخالفة فيه

توجب الضمان وإذا لم يكن مفيداً ولم يكن العمل به كما فيما نحن فيه يلغو. (عناية مع

الفتح: ۸/۴۹۴- ہندیہ: ۴/۳۴۱)

اور ممکن العمل نہ ہونا: جیسے اس سامان کو ہر وقت اپنے ساتھ لئے رکھنا، ایک لمحہ کے لئے بھی الگ نہ رکھنا وغیرہ تو ایسی شرط کی رعایت ضروری نہیں۔^(۱)

۴۰۷- **ضابطہ:** مالک مال اور امین میں اختلاف ہو تو امین کا قول (یمین کے ساتھ) معتبر ہوگا۔

تشریح: پس اگر امین دعویٰ کرے کہ امانت کا مال ہلاک ہو گیا اور مالک مال ہلاک ہونے سے انکار کرے، یا کہے: میں نے وہ مال تمہیں واپس کر دیا تھا اور مالک کہے تم نے مجھے واپس نہیں کیا ہے، یا امین کے پاس مال ہلاک ہو گیا اور اس کے متعلق کہتا ہے: تم نے مجھے وہ مال بطور امانت دیا تھا اور مالک مال کہتا ہے کہ نہیں! میں نے بطور قرض دیا تھا تو ان تمام صورتوں میں امین چونکہ اصل یعنی تعدی کے نہ ہونے اور استحباب حال کا دعویٰ کرتا ہے اس لئے اس کا قول یمین کے ساتھ معتبر ہوگا، یعنی جب مالک مال اپنے مدعی پر گواہ پیش نہ کر سکے تو اب امین کا قول کا یمین (قسم) کے ساتھ معتبر ہوگا (لیکن اگر وہ قسم سے انکار کر دے تو پھر مالک مال کے حق میں فیصلہ ہوگا)^(۲)

استثناء: اگر امین نے مال کو استعمال کیا جس کی وجہ سے اس میں نقص آنے نہ آنے میں دونوں میں اختلاف ہو گیا تو اس میں مالک کا قول معتبر ہوگا، یہ صورت مستثنیٰ ہے (اس مسئلہ کی تفصیل ماقبل میں ضابطہ نمبر ۴۰۵ گزر چکی)

(۱) (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۴۶۷/۸ - ہندیہ: ۴/۳۴۱)

(۲) أن المودع مع المودع إذا اختلفا فقال المودع: هلك أو قال: رددتها إليك وقال المالك: بل استهلكتها فالقول قول المودع، لأن المالك يدعى على الأمين أمراً عارضاً وهو التعدى والمودع مستصحب لحال الأمانة فكان مستمسكاً بالأصل فكان القول قوله لكن مع اليمين..... وكذلك إذا قال المودع: استهلك من غير إذني وقال المودع: بل استهلكها أنت أو غيرك بأمرك أن القول قول المودع. (بدائع الصنائع: ۵/۳۱۴)

کتاب العاریۃ

تمہید: عاریت کہتے ہیں: کسی کو بلا عوض کسی شی کے صرف نفع کا مالک بنانا، یعنی شی پر اپنی ملکیت باقی رکھتے ہوئے بغیر کچھ عوض لئے اس سے نفع اٹھانے اور استفادہ کی اجازت دینا (عوض لے کر نفع کا مالک بنانا "اجارہ"؛ بلا عوض اصل شی کا مالک بنانا "ہبہ" اور عوض لے کر اصل شی کا مالک بنانا "بیع" کہلاتا ہے) — عاریت پر دینے والے کو "معیر" اور عاریت لینے والے کو "مستعیر" اور عاریت پر دی گئی چیز کو "مستعار" کہا جاتا ہے۔

۴۰۸- **ضابطہ:** ہر وہ لفظ جو عاریت کے مقصد و منشا کو واضح کرے (وہ

عاریت کے لئے) کافی ہے۔^(۱)

جیسے یہ گھر میں نے تم کو رہنے کے لئے دیا؛ یا یہ کپڑا استعمال کے لئے دیا؛ یا یہ زمین کھیتی کے لئے دی وغیرہ وہ تمام الفاظ جس سے عاریت ہونا سمجھا جائے عاریت ہونے کے لئے کافی ہے، صراحتاً لفظ عاریت بولنا ضروری نہیں۔

اور جو الفاظ عاریت و ہبہ میں محتمل ہوں ان میں ضابطہ یہ ہے کہ:

۴۰۹- **ضابطہ:** جن الفاظ میں ہبہ اور عاریت دونوں کا مفہوم پایا جاتا ہو ان

میں بولنے والے کی نیت کا اعتبار ہوگا۔

جیسے کہا میں نے تم کو اس سواری پر سوار کیا، یا یہ کپڑا پہنایا تو چونکہ اس میں دونوں احتمال ہے اس لئے اس میں نیت کا اعتبار ہوگا، اگر بولتے وقت ہدیہ کی نیت تھی تو ہدیہ

ہے، اور عاریت کی نیت تھی تو عاریت ہے۔

اور اگر کوئی نیت نہ ہو تو ان دونوں میں ادنیٰ یعنی عاریت پر محمول کیا جائے گا۔^(۱)

۴۱۰- **ضابطہ:** وہ چیزیں جن میں نفع اٹھانا عین کے استہلاک کے بغیر ممکن نہ

ہو ان میں عاریت (حکماً) قرض ہے۔^(۲)

جیسے کہا میں یہ پیسے تم کو عاریتاً دیتا ہوں، یا یہ کھانا عاریتاً دیتا ہوں تو یہ حکماً قرض شمار ہوگا، کیونکہ پیسے اور کھانا ایسی چیز ہے کہ اس سے نفع اٹھانا ان کے استہلاک کے بغیر ممکن نہیں، لہذا انتفاع سے قبل بھی اگر وہ ہلاک ہو جائے تو ضمان لازم ہوگا۔

۴۱۱- **ضابطہ:** عاریت مطلقہ میں سامان مستعار سے نفع اٹھانے کی تحدید

عرف پر محمول ہوگی اور عاریت مقیدہ میں مستعیر کی شرط کے ساتھ مقید ہوگی۔^(۳)

تشریح: عاریت مطلقہ یہ ہے کہ بلا شرط وقید عاریت دی جائے یعنی اس میں جگہ، وقت، مقدار اور استعمال کنندہ وغیرہ سے متعلق کوئی شرط وقید نہ ہو۔ اس میں سامان مستعار سے نفع اٹھانے کی تحدید عرف پر محمول ہوگی، مستعیر اس حد تک نفع اٹھانے کا مجاز

(۱) وأما قوله حملتك على هذه الدابة فإنه يحتمل الإعارة والهبة فأى ذالك

نوى فهو على مانوى لأنه ما يحتمل لفظه وعند الإطلاق ينصرف إلى

العاریۃ لأنه أدنى فكان الحمل عليها أولى. (بدائع الصنائع: ۳۱۹/۵)

(۲) والأصل فى هذا أنه إذا أضاف هذه الألفاظ إلى ما يمكن الانتفاع به مع

بقاء عينه فهو تملك للمنفعة دون العين، وإذا أضافه إلى ما لا يتنفع به إلا

بإستهلاك عينه فهو تملك للعين فيكون قرضاً. (هنديہ: ۳۶۳/۴، مجمع

الأنهر: ۴۸۱/۳)

(۳) وإن كان مقيداً فیراعى فيه القيد ما أمكن إلا إذا لم يمكن اعتباره

لعدم الفائدة ونحو ذالك فلغا الوصف والمطلق يتقيد بالعرف والعادة.

(بدائع الصنائع: ۳۲۱/۵)

ہوگا جو عرف میں مروج ہو مثلاً کوئی جانور (یا گاڑی) ایک کوٹھل سامان اٹھانے کا متحمل ہو، اس سے زیادہ سامان لوگ اس پر نہ لادتے ہوں تو اب مستعیر کو بھی ایک کوٹھل تک ہی اجازت ہوگی، اس سے زیادہ لادنے میں اس کی طرف سے تعدی (زیادتی) شمار ہوگی، اگر اس کی وجہ سے وہ جانور ہلاک ہو گیا تو ضمان لازم ہوگا۔

اور عاریت مقیدہ یہ ہے کہ مالک نے مشروط اجازت دی ہو یعنی جگہ، وقت، مقدار اور استعمال کنندہ وغیرہ سے متعلق کوئی شرط یا قید اپنی جانب سے لگادی ہو۔ اس میں مستعیر کو مالک کی جانب سے لگائی تمام شرائط و قیودات کی رعایت لازم ہوگی، ان سے تجاوز کر کے نفع اٹھانے کی اجازت اس کے لئے نہ ہوگی، مثلاً کہا تم اس جانور کی سواری خود کرنا، یا یہ گاڑی خود ہی چلانا دوسرے کو نہ دینا، تو اب مستعیر کو اس کی رعایت لازم ہوگی، کسی اور کو سواری یا چلانے کے لئے وہ نہیں دے سکتا۔

مگر اس شرط کے مثل یا بہتر سے مخالفت میں حرج نہیں، جیسے کہا میں یہ سواری دیتا ہوں اس شرط کے ساتھ کہ تم اس پر بیس کلو چاول لادنا، تو اتنے ہی وزن کے دوسرے اناج کو لاد سکتا ہے کہ یہ مثل سے مخالفت ہے، اسی طرح بیس کلو سے کم وزن اناج کو بدرجہ اولیٰ لاد سکتا ہے کہ یہ اس سے بہتر کے ذریعہ مخالفت ہے۔^(۱)

نیز اگر مالک نے کوئی ایسی شرط لگائی جس میں اس کا (مالک کا) کوئی فائدہ نہیں مثلاً کہا اس سامان کو اپنے داہنے ہاتھ میں ہی اٹھانا حالانکہ بائیں ہاتھ سے اٹھانے یا سر پر رکھنے میں سامان کو کوئی نقصان نہ ہوتا ہو، یا کہا اس سامان کو اپنے فلاں کمرے میں رکھنا جبکہ سب کمرے حفاظتی نقطہ نظر سے برابر ہو تو ایسی غیر مفید شرط کی رعایت لازم نہیں۔^(۲)

(۱) وإن قیده بوقت أو نوع أو بهما ضمن بالخلاف إلى شرّ فقط لا إلى مثل أو

خیر . (الدر المختار علی هامش ردالمحتار: ۴۷۹/۸)

(۲) (بدائع الصنائع: ۳۲۱/۵)

۳۱۲- **ضابطہ:** عاریت کا مال ہلاک ہونے پر کوئی ضمان نہیں آتا، مگر یہ کہ

مستعیر کی جانب سے تعدی ہو۔^(۱)

نوٹ: تعدی کی مختلف صورتیں ہیں جو سب ودیعت کے بیان میں ضابطہ نمبر ۴۰۴ کے تحت گذر چکیں، وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

البتہ عاریت میں مزید یہ بات بھی تعدی میں داخل ہے کہ سامان کی واپسی کا جو وقت معین تھا اس وقت میں واپس نہیں کیا۔^(۲)

فائدہ: اگر عاریت دہندہ کی جانب سے سامان ضائع ہونے پر مطلقاً ضمان کی شرط لگادی جائے تو کیا یہ شرط موثر ہوگی؟ اس میں اختلاف ہے، صاحب جوہرہ کے نزدیک یہ شرط معتبر ہے، انہوں نے مستعیر کو ضامن قرار دیا ہے۔^(۳) قاموس الفقہ میں ہے کہ: ”فی زمانہ کہ دیانت و ایمانداری کا فقدان عام ہے صاحب جوہرہ کی رائی مصلحت سے قریب تر نظر آتی ہے۔“^(۴)

۳۱۳- **ضابطہ:** عاریت غیر لازم معاملات میں سے ہے۔^(۵)

تفریع: پس عاریت دہندہ (مالک مال) جب چاہے اپنے مال کو واپس لے سکتا ہے اور مستعیر کو اسی وقت واپس کرنا ضروری ہے، اگرچہ فوری واپسی سے مستعیر کو نقصان لازم آتا ہو، جیسے زمین میں مستعیر نے کھیتی لگا رکھی ہے یا درخت لگایا ہے، اور اچانک

(۱) ولا تضمن بالهلاك من غير تعدّ..... (الدر المختار علی هامش ردالمحتار:

۴۷۶/۸) (۲) فلو مقيدة كان يعيره يوماً فلولم يردها بعد مضيه ضمن إذا

هلكت..... قال في الشرنبلالية: سواء استعملها بعد الوقت أولاً. (شامی:

۴۷۶/۸) (۳) وشرط الضمنا باطل كشرط عدمه في الرهن خلافاً

للجوهره. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار: ۴۷۶/۸)

(۴) (قاموس الفقہ: ۳۶۴/۴)

(۵)..... لما تقرر أنه غير لازمة. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار: ۴۸۰/۸)

واپسی سے اس کا نقصان ہے، پھر بھی واپس کرنا ضروری ہے، اس سلسلہ میں مالک کی کوئی ذمہ داری نہیں۔

البتہ اگر عاریت موقت ہو، مثلاً تین مہینے تک کیلئے عاریت پر دیتا ہوں یا کھیتی پکنے تک عاریت پر دیتا ہوں تو وقت سے پہلے واپسی میں اگر مستعیر کا نقصان ہوتا ہو تو مالک کے لئے وقت ختم ہونے تک اس کی رعایت ضروری ہے (لیکن مطالبہ کے وقت سے رعایت کرنے تک مستعیر کے ذمہ زمین کی اجرت مثل لازم ہوگی) اور اگر مالک معینہ وقت تک رعایت نہیں کرے گا تو مستعیر کا جو نقصان ہوا وہ اس کو ادا کرنا ہوگا، یعنی مثلاً معینہ مدت تک کھیتی کو باقی رکھا جاتا تو اس وقت اس کی جو قیمت بنتی اور فی الحال کچی کھیتی اکھاڑنے کے بعد جو قیمت بن رہی ہے اس کے درمیان کے تفاوت کو ادا کرے گا (اور قیمت لگانے میں عاریت کی واپسی کے دن کا اعتبار ہوگا) ^(۱)

۴۱۴- **ضابطہ:** عاریت میں مخالفت (تعدی) کے بعد اس کو وفاق کی طرف لوٹانے سے ضمان زائل نہ ہوگا، برخلاف ودیعت کے۔ ^(۲)

(۱) ولعدم لزومها يرجع المعير متى شاء ولو موقته أوفيه ضرر فبطل وتبقى العين بأجر المثل. (الدرا المختار علی هامش ردالمحتار: ۷۶/۸) ولو أعار أرضاً للبناء والغرس صح للعلم بالمنفعة وله أن يرجع متى شاء لما تقرر أنه غير لازمة ويكلفه قلعهما..... وإن وقت العارية فرجع قبله كلفه قلعهما وضمن المعير للمستعير ما نقص البناء والغرس بأن يقوم قائماً إلى المدة المضروبة وتعتبر القيمة يوم الاسترداد. (الدرا المختار) وفي الشامية: (قائماً) فلو قيمته قائماً في الحال أربعة وفي المال عشرة ضمن ستة، شرح الملتقى (شامی: ۸۰/۸)

(۲) وكذا إذا خالف، إلا أن في باب الوديعة إذا خالف ثم عاد إلى الوفاق يبرأ عن الضمان عند أصحابنا الثلاثة رضي الله عنهم وهنا لا يبرأ. (بدائع الصنائع:

تشریح: عاریت مطلقہ میں عرف کی مخالفت، اور عاریت مقیدہ میں شرائط کی مخالفت سے جو تعدی (زیادتی) کی، اگر اس کو وفاق کی طرف لوٹالیا، یعنی اس تعدی کو زائل کر کے سامان مستعار کو پہلی حالت یا اس سے اچھی حالت پر لوٹالیا تب بھی جو ضمان ثابت ہوا تھا وہ زائل نہ ہوگا، اگر وہ سامان ہلاک ہو جائے تو پیش آمدہ تعدی کی بنا پر ضمان لازم ہوگا، برخلاف سامان ودیعت کے کہ اس میں تعدی کا زائل ہونا ضمان کو ساقط کر دیتا ہے، جیسا کہ ودیعت کے بیان میں ضابطہ نمبر ۴۰۵ میں گذر چکا۔

۴۱۵- **ضابطہ:** لڑکی کے جہیز کے عاریت یا ہبہ ہونے میں عرف کا اعتبار

ہوگا، مگر یہ کہ عرف مختلف ہو۔^(۱)

تشریح: باپ نے لڑکی کو جہیز دیدیا، پھر بعد میں کہتا ہے کہ میں نے اس کو عاریت پر دیا تھا تو اس میں عرف کا اعتبار ہوگا، اگر عرف میں اس قدر جہیز ہبہ کے طور پر دیا جاتا ہو تو ہبہ ہے، باپ کی بات کا اعتبار نہ ہوگا، کیونکہ ظاہر اس کے خلاف ہے اور اگر عاریت کا رواج ہو یا عرف اس سلسلہ میں مختلف ہو تو پھر باپ کی بات کا اعتبار ہوگا (جیسا کہ عرف میں جہیز کی جو مقدار مروج ہو اس سے زائد اگر جہیز دیا تو اس زائد میں بالاتفاق مطلقاً باپ کا قول معتبر ہوگا)^(۲)

تنبیہ: یاد رہے مذکور حکم جہیز دے چکنے کے بعد کا ہے، اگر دیتے وقت باپ نے ہبہ یا عاریت ہونے کی صراحت کی تو جس چیز کی صراحت کرے گا اس کا اعتبار ہوگا،

(۱) (الدر المختار علی هامش ردالمحتار: ۸/ ۴۸۵)

(۲) (جہز ابنہ بما یجہز بہ مثلہا ثم قال کنت أعرتها الأمتعة، إن العرف مستمر أبین الناس أن الأب يدفع ذالک الجهاز ملکاً لا إعارة لا یقبل قوله إنه إعارة، لأن الظاهر یکذبه وإن لم یکن العرف کذلک أو تارة تارة فالقول له به یفتی، کما لو کان أكثر مما یجہز بہ مثلہا فإن القول له اتفاقاً. (الدر المختار علی هامش ردالمحتار: ۸/ ۴۸۵)

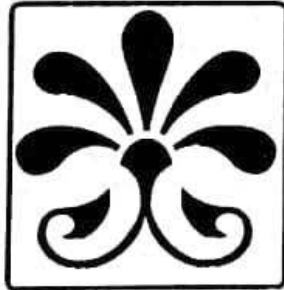
کیونکہ نص (صراحت) عرف سے قوی ہے۔

۴۱۶- **ضابطہ:** عاریت ودیعت کے مثل ہے کہ اس کو نہ اجرت پر دیا جاسکتا

ہے اور نہ رهن رکھا جاسکتا ہے۔

(البتہ ودیعت اور عاریت میں یہ فرق ہے کہ ودیعت کو ودیعت نہیں رکھا جاسکتا

ہے اور نہ عاریت؛ برخلاف عاریت کے کہ اس میں یہ دو چیزیں جائز ہیں) ^(۱)



(۱) ولا توجر ولا ترهن..... كالوديعة فإنها لا توجر ولا ترهن بل ولا تودع

ولا تعار بخلاف العارية على المختار. (الدر المختار على هامش رد المحتار:

کتاب الہبۃ

۳۱۷- **ضابطہ:** ہدیہ میں فی الفور مالک بنانا ضروری ہے۔^(۱)

تفریع: پس اگر کہا فلاں وقت آنے پر میں نے تمہیں ہبہ کیا، یا فلاں شخص جب آجائے تو تم کو یہ چیز ہدیہ ہے، یا میرے مرنے کے بعد ہدیہ ہے تو ایسا ہدیہ صحیح نہیں۔ کیونکہ ان میں فی الفور مالک نہیں بنایا گیا۔^(۲)

اسی بنا پر (یعنی ہبہ میں فی الحال تملیک ضروری ہے اس لئے) اس میں اختیار شرط صحیح نہیں، پس اگر موہوب لہ کو تین دن کا اختیار دیا گیا کہ پسند آئے تو رکھے ورنہ نہیں تو اگر مجلس میں قبضہ پایا گیا تو فوری طور پر ہدیہ ثابت ہو جائے گا اور اختیار باطل ہوگا۔

براءت کا بھی یہی حکم ہے، یعنی مقروض کو بری کیا اس شرط کے ساتھ کہ بری کرنے والے کو تین دن کا اختیار ہے تو وہ فی الحال بری ہو جائے گا اور اختیار باطل ہوگا۔^(۳)

۳۱۸- **ضابطہ:** واہب (ہدیہ کرنے والے) کے لئے ضروری ہے کہ وہ تبرع

کا حق رکھتا ہو۔

تفریع: پس نابالغ اور پاگل کا ہدیہ صحیح نہیں ہے؛ ان کا ولی بھی ان کی طرف سے

(۱) ہی تملیک عین بلا عوض (ملتقى الأبحر) المراد بالتملیک هو التملیک فی

الحال. (مجمع الأنهر: ۳/ ۴۸۹- ۴۹۰) (۲) (ہندیہ: ۴/ ۳۷۴)

(۳) وعدم صحة خيار الشرط فيها، فلو شرطه صحت إن اختارها قبل

تفرقهما وكذا لو أبرأه صح الإبراء وبطل الشرط. (الدر المختار علی هامش رد

المختار: ۸/ ۴۹۰)

ہدیہ نہیں کر سکتا، کیونکہ ولی کو بھی ان کے مال میں تبرع کا حق نہیں۔^(۱)

۳۱۹- **ضابطہ:** غیر مسلم کا ہدیہ جبکہ موہوب لہ کے تعظیم کے طور پر ہو اور اس

میں کوئی دینی ضرر نہ ہو جائز ہے۔^(۲)

تفریع: پس غیر مسلم اپنی دیوالی وغیرہ تہوار میں جو مسلمانوں کو ہدیہ دیتے ہیں ان کا لینا جائز ہے، بشرطیکہ مسلمانوں کو اپنے تہوار میں ان کو دینا صراحتاً یا عرفاً شرط نہ ہو۔

اسی طرح اگر غیر مسلم مسجد یا مدرسہ میں چندہ دیں تو اس کا لینا جائز ہے، جبکہ اس میں کوئی دینی ضرر نہ ہو مثلاً لینے میں ان کے احسان جتلانے کا یا بعد میں ان کے مندر وغیرہ میں بھی دینا پڑے گا ایسا اندیشہ نہ ہو۔

۳۲۰- **ضابطہ:** نابالغ بچوں کے لئے آئے ہوئے ہدایا انہیں کے نفقات

ضروریہ (یعنی ان کے کھانے پینے، لباس، تعلیم وغیرہ) میں صرف کئے جاسکتے ہیں، خواہ باپ مالدار ہو یا فقیر۔^(۳)

۳۲۱- **ضابطہ:** تبرع قبضہ کے بعد ہی مکمل ہوتا ہے (اس سے قبل ناقص ہے) ^(۴)

تفریع: پس اگر باپ نے اپنی کسی لڑکے یا لڑکی کو مثلاً کہا کہ یہ گھر میں نے تم کو ہدیہ کر دیا، اور اس پر گواہ بھی بنالیا یہاں تک اس کے نام پر بھی کر دیا، لیکن قبضہ نہیں دیا تو ہدیہ تام نہیں ہوا، باپ کے مرنے کے بعد اس میں وراثت جاری ہوگی، اور دوسرے

(۱) وشرائط صحتها فی الواهب العقل والبلوغ والملك..... الخ (مجمع الأنهر:

۳/ ۴۹۱) فإما هبة الصغير للكبير فهي غير جائزة ولا هي موقوفة على الإجازة.

(النف والفقوى: ۳۹۵) (۲) (امداد الفتاوى: ۳/ ۴۸۲)

(۳) الثاني أن يكون الأب غنياً وهم صغار، وإما أن يكون لهم مال أولاً..... وإن

كألهم مال فإما حاضر أو غائب فإن كان حاضراً فنفتهم في مالهم لا يجب على

الأب شيء منها. (فتح القدير: ۴/ ۳۷۹)

(۴) لا يتم التبرع إلا بالقبض. (قواعد الفقه ص: ۱۰۸، قاعده: ۲۶۲)

ورثاء کا بھی حق ہوگا۔^(۱)

فائدہ: قبضہ یہ ہے کہ: دینے والا اپنا قبضہ ہٹا کر اس طرح سپرد کر دے: کہ لینے والے کے لئے کوئی مانع نہ رہے۔^(۲)

اور ہر چیز کا قبضہ اس شی کے مناسب ہوتا ہے، مثلاً گھر کا قبضہ یہ ہے کہ ہبہ کرنے والا اپنا سامان خالی کر کے اس کے حوالہ کر دے اور اپنا قبضہ ہٹالے، اگر سامان خالی نہیں کیا تو ہدیہ صحیح نہ ہوگا۔^(۳) (بعض لوگ صرف زبانی یا کاغذی کارروائی کر لیتے ہیں، ممکن ہے کہ یہ قانوناً تو کافی ہو لیکن شرعاً کافی نہیں)^(۴)

لیکن اگر واہب کو اس گھر میں رہنا بھی ہو اور سامان خالی کرنا مشکل ہو تو اس کی تدبیر یہ ہے کہ: سامان موہوب لہ کو عاریت پر دیدے، پھر گھر ہدیہ کر دے۔ اس کے بعد موہوب لہ واہب کو گھر عاریت پر دیدے، کہ آپ اتنے وقت تک یا زندگی بھر اس میں رہئے اور اس سے فائدہ اٹھائیے میری طرف سے اجازت ہے۔^(۵)

۴۲۲- **ضابطہ:** شی موہوب جب واہب کی ملک سے اتصال خلقی کے ساتھ متصل ہو تو جب تک کہ اس کو الگ کر کے سپرد نہ کیا جائے اس کا ہدیہ درست نہیں (جیسے

(۱) لا تجوز الہبة إلا مقبوضة. (مجمع الأنهر: ۳ / ۴۹۱)

(۲) ثم التسليم يكون بالتخلية على وجه يتمكن من القبض بلامانع. (الدر

المختار علی هامش رد المحتار: ۷ / ۹۴-۹۶، کتاب الیوع)

(۳) فلو وهب جراباً فيه طعام الواهب أو داراً فيها متاعه أو دابة عليها سرجه

وسلمها كذلك لا تصح. (الدر المختار علی هامش رد المحتار: ۸ / ۴۹۴،

کتاب الہبة) (۴) (محمودیہ: ۱۶ / ۴۷۱)

(۵) وفي الجوهرية: وحيلة هبة المشغول أن يودع الشاغل أولاً عند الموہوب

له ثم يسلمه الدار مثلاً فتصح لشغلها بمتاع في يده. (الدر المختار علی هامش

رد المحتار: ۸ / ۴۹۵)

تھنوں میں دودھ کا ہدیہ، یا زمین میں لگی کھیتی یا درخت پر لٹکے پھل کا ہدیہ درست نہیں، اسی طرح زمین کا ہدیہ جس میں واہب کی کھیتی ہو یا درخت کا ہدیہ جس میں اس کے پھل ہوں صحیح نہیں)

اور اگر اتصال مجاوری ہو (یعنی خلقتی نہ ہو) تو اگر واہب کے حق کے ساتھ مشغول ہو تو جائز نہیں؛ شاغل ہو تو جائز ہے (جیسے گھر کا ہدیہ جس میں واہب کا سامان ہو، یا ایسے تھیلے یا برتن کا ہدیہ جس میں واہب کا غلہ ہو بوجہ مشغول کے جائز نہیں، لیکن برعکس صورت: یعنی سامان کا ہدیہ جو واہب کے گھر میں ہو، یا غلہ کا ہدیہ جو واہب کے برتن یا تھیلے میں ہو درست ہے، کیونکہ یہاں موہوب لہ غیر کے ساتھ شاغل ہے مشغول نہیں) (۱)

استثناء: اگر باپ اپنے صغیر بیٹے کو گھر وغیرہ ہدیہ کرے، جس میں اس کا (یعنی باپ کا) سامان بھی ہو تو - یہ اگرچہ مشغول کا ہدیہ ہے مگر - درست ہے (یہ صورت مستثنیٰ ہے) کیونکہ ہدیہ میں گھر کا قابض بیٹے کی جانب سے باپ ہی ہوگا تو مشغول ہونا قابض کے سامان کے ساتھ ہوا، اور اس میں حرج نہیں۔ (۲)

(۱) واعلم أن الضابط في هذا المقام أن الموهب إذا اتصل بملك الواهب اتصال خلقة وأمكن فصله لا تجوز هبته مالم يوجد الانفصال والتسليم، كما إذا وهب الزرع أو الثمر بدون الأرض والشجر أو بالعكس، وإن اتصل اتصال مجاورة: فإن كان الموهوب مشغولاً بحق الواهب لم يجز كما..... لو وهب داراً دون مافيها من متاعه لم يجز، وإن وهب مافيها وسلمه دونها جاز. (شامی: ۴۹۳/۸) والأصل أن الموهوب إن مشغولاً بملك الواهب مع تمامها وإن شاغلاً لا (الدر المختار): وفي الشامية: أقول هذا ليس على إطلاقه فإن الزرع والشجر في الأرض شاغلاً لا مشغول. الخ (شامی: ۴۹۳/۸)

(۲) (إلا إذا وهب) كان وهبه داراً والأب ساكنها أو له فيها متاع لأنها مشغولة بمتاع القابض. (شامی: ۴۹۴/۸)

۴۲۳- **ضابطہ:** مشترک چیز کا ہبہ قابل تقسیم چیز میں درست نہیں، ناقابل تقسیم میں درست ہے۔^(۱)

جیسے زمین، مکان وغیرہ جو قابل تقسیم ہوا اگر چند لوگوں میں مشترک ہو تو واہب جب تک اپنا حصہ الگ نہ کرے، ہدیہ کرنا درست نہیں، کیونکہ مشترک کا ہبہ قابل تقسیم چیز میں درست نہیں۔

اور ناقابل تقسیم چیز جیسے حمام، منکھ، چار پائی وغیرہ اگرچہ مشترک ہو تو اس میں سے اپنے حصہ کا ہدیہ درست ہے۔

۴۲۴- **ضابطہ:** ہدیہ شروط فاسدہ سے باطل نہیں ہوتا (شرط خود باطل ہو جاتی ہے)۔^(۲)

جیسے جانور کو ہدیہ کیا اور شرط لگائی کہ اس پر سوار نہ ہونا، یا اس کو فلاں قسم کا چارہ کھلانا، یا اس کا جو بچہ پیدا ہوگا وہ میرا ہوگا، یا جیسے گھر ہدیہ کیا اور شرط لگائی کہ اس کو بیچنے کی اجازت نہیں، یا فلاں شخص اس میں داخل نہیں ہونا چاہئے، یا فلاں کو کرایہ پر نہیں دینا ہے وغیرہ..... تو یہ سب شرطیں باطل ہیں اور ہدیہ درست ہے۔^(۳)

۴۲۵- **ضابطہ:** جہاں حروف: ”د مع خزقة“ میں سے کوئی صورت پائی جائے

(۱) ولا تجوز الہبة فیما یقسم إلا محوزة مقسومة وكذا الصدقة ويجوز فیما لا یقسم ولا فرق فی ذالك بین شریکہ وغیرہ یعنی إذا وهب من شریکہ لا یجوز. (الجوہرۃ النیرۃ: ۱/ ۴۱۸ - ہندیہ: ۴/ ۳۷۶)

(۲) وأنها لا تبطل بالشروط الفاسدة. (البر المختار علی هامش رد المحتار: ۸/ ۴۹۰)

(۳) ومن وهب أمة إلا حملها أو علی أن یردها علیہ أو یعقها أو یستولدها صحت الہبة وبطل الإستثناء والشرط، وكذا لو وهب داراً علی أن یردها علیہ بعضها..... الخ (ملقی الأبحر علی هامش مجمع الأنهر: ۳/ ۵۰۶)

وہاں ہدیہ میں رجوع جائز نہیں۔^(۱)

تشریح: ”دمع خزقة“ یہ مجموعہ سات صورتوں کا مخفف ہے، جس کو فقہاء نے آسانی کے لئے تیار کیا ہے، ان میں سے ہر حرف ایک خاص صورت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور وہ یہ ہے:

”ذ“ سے مراد ”زیادۃ متصلہ“ ہے یعنی جس کو ہبہ کیا گیا ہے وہ موہوبہ سامان میں ایسی زیادتی کرے جو اس سے متصل ہو جیسے زمین میں مکان بنالیا یا درخت لگالیا، یا کپڑے کو سی لیا، یا ستو میں گھی ملا لیا وغیرہ تو اب رجوع صحیح نہیں (لیکن اگر زیادتی منفصل ہو جیسے جانور کو بچہ پیدا ہوا تو یہ رجوع میں مانع نہیں۔ اسی طرح بجائے اضافہ کے نقص پیدا ہو جائے تو وہ بھی مانع نہیں)^(۲)

”م“ سے مراد: ”موت“ ہے، یعنی واہب یا موہوب لہ دونوں میں سے کسی ایک کی موت واقع ہونا، اس سے رجوع کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔^(۳)

”ع“ سے مراد ”ہبہ بالعوض“ ہے، جیسے واہب کہے کہ میں ہبہ کرتا ہوں اس شرط پر کہ تم مجھے فلاں چیز دو، یا موہوب لہ کہے کہ تم نے مجھے فلاں چیز دی تھی اس کے عوض میں یہ ہبہ کرتا ہوں تو یہ ہبہ بالعوض ہے اس میں واہب کو رجوع کا حق نہیں رہتا

(۱) یصح الرجوع کلاً أو بعضاً ویکره ویمنع منه ”دمع خزقة“۔ (ملتی الأبحر علی هامش مجمع الأنهر: ۴/ ۴۹۹)

(۲) فالذال زیادۃ المتصلۃ کالبناء والغرس والسمن لا المنفصلۃ (ملتی الأبحر) وفی المجمع: (لا المنفصلۃ) کالولد والإرث والعقر فإنه یرجع فی الأصل دون الزیادۃ قید بالزیادۃ لأن النقصان کالجبل وقطع الثوب بفعل الموهوب أولاً غیر مانع۔ (مجمع الأنهر: ۳/ ۵۰۱)

(۳) والمیم موت أحد العاقدین۔ (ملتی الأبحر علی هامش مجمع الأنهر:

(خیال رہے کہ ہبہ بالعوض میں زبان سے عوض یا بدلہ یا اس قسم کا لفظ ضروری ہے جس سے واہب یہ سمجھے کہ یہ اس کے ہدیہ کا عوض ہے، اگر ایسے ہی موہوب لہ نے واہب کو کوئی چیز دی تو وہ چیز عوض میں شمار نہ ہوگی، اور اس ہدیہ کو ہبہ بالعوض نہ کہیں گے، پس اس صورت میں ہر ایک کو اپنے ہبہ میں رجوع کا حق ہوگا) (۱)

”خ“ سے مراد ”خروج عن ملک الموہوب لہ“ یعنی جس کو ہدیہ کیا گیا ہے اس کے ملک میں وہ چیز باقی نہ رہی ہو، بلکہ اس نے کسی اور کو ہبہ کر دیا ہو یا اس کو بیچ دیا ہو تو اب رجوع کا حق نہیں رہا۔ (۲)

”ز“ سے مراد ”رشتہ زوجیت“ ہے، پس شوہر نے بیوی کو یا بیوی نے شوہر کو ہبہ کیا تو اس ہدیہ میں رجوع کا حق نہیں۔ (۳)

”ق“ سے مراد ”قربت“ ہے، یعنی ذی رحم محرم رشتہ دار۔ پس ان کو ہبہ کی ہوئی چیز میں رجوع کا حق نہیں (اور اگر صرف محرم رشتہ دار ہوں ذی رحم نہ ہوں جیسے ساس، سوتیلی اولاد اور رضاعی رشتہ دار؛ یا صرف ذی رحم ہوں محرم نہ ہوں جیسے چچا یا خالا کا لڑکا تو ان سے رجوع کیا جاسکتا ہے) (۴)

”ہ“ سے مراد ”ہلاک الموہوب“ ہے، یعنی ہدیہ کی ہوئی چیز کا ہلاک اور ضائع ہو جانا، کہ اب اس میں رجوع کی گنجائش نہیں۔ (۵)

(۱) والعین العوض بشرط أن يذكر لفظاً يعلم الواهب أنه عوض كل هبة فإن قال خذه عوض هبتك أو بدلها أو في مقابلتها ونحو ذلك فقبضه الواهب سقط الرجوع، ولو لم يذكر أنه عوض رجع كل بهتة. (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۸ / ۵۰۸) (۲) والخاء الخروج عن ملك الموہوب لہ. (ملقی الأبحر على هامش مجمع الأنهر: ۳ / ۵۰۲) (۳) والزای الزوجية وقت الہبة (الحوالة السابقة) (۴) والقاف القرابة فلا رجوع فيما وهب لذی رحم محرم (ملقی الأبحر) وإن وهب لمحرم بلا رحم كأنه من الرضاع وأمہات ←

انتباہ: اور جہاں مذکور صورتوں میں سے کوئی صورت نہ پائی جائے وہاں اگرچہ ہدیہ میں رجوع کی گنجائش ہے، کیونکہ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ہبہ کرنے والا ہبہ کا زیادہ حق دار ہے جب تک اس کا عوض نہ دیا گیا ہو۔^(۱) مگر بہر حال رجوع کرنا مکروہ ہے کیونکہ آپ ﷺ کا یہ فرمان بھی ہے، ہبہ کے بعد رجوع کرنے والا اس کتے کے مانند ہے جو قی کر کے اس کو چاٹ لے۔^(۲)

پھر رجوع کی اجازت بھی مطلقاً نہیں ہے، بلکہ اس میں تراضی طرفین یا قضاء قاضی ضروری ہے۔^(۳)

نوٹ: ہدیہ سے متعلق ایک نقشہ کتاب کے آخر میں ہے۔



→ النساء والربائب وأزواج البنين والبنات لا يمنع الرجوع، بوقيد بالمحرم لأن الرحم بلا محرم كابن عمه لا يمنع الرجوع. (مجمع الأنهر: ۳/۵۰۳)
(۵) والهاء هلاك الموهوب فإنه مانع من الرجوع. (الحوالة السابقة)
(۱) (ابن ماجه: ۱/۱۷۲)

(۲) (مسلم: ۲/۳۶) صح الرجوع فيها بعد القبض... مع انتفاء مانعه الآتي وإن كره الرجوع تحريماً وقيل تنزيهاً. (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۸/۵۰۴)

(۳) يتفرد الواهب في الرجوع قبل القبض وبعد القبض لا يرجع إلا بقضاء أو رضا. (خانية على هامش الهندية: ۳/۲۷۵)

نقلی صدقہ کا بیان

۴۲۶- **ضابطہ:** صدقہ کی صحت کے لئے متصدق علیہ کا قبول کرنا شرط نہیں

(برخلاف ہبہ کے کہ اس میں موہوب لہ کا قبول کرنا شرط ہے) ^(۱)

تفریعات:

(۱) پس اگر کوئی چیز گم ہوگئی اور اس میں صدقہ کی نیت کر لی تو صحیح ہے، اگرچہ پانے والے کی طرف سے قبول نہیں پایا گیا (پھر اس کے بعد اگر وہ چیز مل جائے تو اس کا لینا جائز نہ ہوگا، خواہ وہ شخص غریب ہو یا مالدار، کیونکہ صدقہ میں رجوع جائز نہیں، اگرچہ مالدار کو کیا جائے، اور نقلی صدقہ مالدار کو بھی کرنا درست ہے) ^(۲)

(۲) کسی کو صدقہ کی نیت سے کوئی چیز دی لیکن لینے والے نے اس کو ہبہ یا ودیعت یا عاریت سمجھ کر لیا تب بھی صدقہ تام ہو گیا اب اس سے واپس لینا جائز نہ ہوگا، کیونکہ صدقہ میں قبول شرط نہیں، محض دینے والے کی نیت کافی ہے۔ ^(۳)

۴۲۷- **ضابطہ:** اگر کہا میرا سب مال صدقہ ہے تو ان تمام مال کا صدقہ لازم

(۱) الہبة لا تصح إلا بقبول بالقول واستحسن فی صحة الصدقة من غیر قبول بالقول. (ہندیہ: ۴۰۶/۴)

(۲) ویسوی أن تصدق علی غنی أو فقیر فی أنه لا رجوع فیها. (ہندیہ: ۴۰۶/۴)

(۳) ولو دفع إلى رجل ثوباً بنية الصدقة فأخذه المدفوع إليه ظاناً أنه ودیعة أو عاریة فردہ علی الدافع لا یحل للدافع أخذه لأنه قد زال عن ملكه حين قبضه الرجل فإن أخذه لزمه ردہ (ہندیہ: ۴۰۶/۴)

ہوگا جس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہے یعنی سونا، چاندی، پیسے، سائے جانور اور تجارتی مال۔
خواہ وہ مال نصاب کو پہنچا ہو یا نہ ہو اور خواہ اس شخص پر دین مستغرق ہو یا کوئی دین نہ ہو۔
اور جس مال میں زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی اس کا صدقہ لازم نہ ہوگا۔^(۱)

تشریح: یہ استحسان ہے اور یہی رائج ہے (اور قیاس یہ ہے کہ اس صورت میں سارا
مال صدقہ کرنا لازم ہو)

پس اگر ایسے شخص پر دین ہو اور اس نے اس مال کے ذریعہ دین ادا کیا تو جس قدر
مال دین میں صرف کیا اس کا صدقہ اس کے ذمہ لازم رہے گا۔^(۲)

۴۲۸- ضابطہ: صدقہ اور ہبہ شروط فاسدہ سے فاسد نہیں ہوتے (شرط خود

باطل ہو جاتی ہے)^(۳)

تفریع: پس اگر کسی کو کہا میں نے ایک ہزار کا ہدیہ کیا یا صدقہ کیا اس شرط پر کہ تم میرا
قلاں کام کرو گے تو ہدیہ و صدقہ صحیح ہے اور شرط باطل ہے، اس شخص کے ذمہ وہ کام لازم
نہ ہوگا۔

اسی طرح اگر غریب کو کہا میں نے آم کا درخت ہدیہ کیا یا صدقہ کیا اس شرط پر کہ اس

(۱) ومن قال مالی او ما املك فی المساکین صدقة فهو علی مال الزکوۃ ویدخل فیہ
جنس ما یجب فیہ الزکوۃ وہی السوائم والنقدان وعروض التجارة سواء بلغت
نصاباً او لم تبلغ قدر النصاب وسواء کان علیہ دین مستغرق او لم یکن علیہ دین.....
ومن مشائخنا من قال فی قوله ما املك او جمیع ما املك فی المساکین صدقة یجب
علیہ أن یتصدق بجمیع ما یملك قیاساً واستحساناً..... والصحیح هو الأول لأنهما
یستعملان استعمالاً واحداً کذا فی التبین. (ہندیہ: ۴/۷۰۷)

(۲)..... ولو کان علیہ دین محیط بماله یلزمہ التصدق بمثلہ. (تاتاریخانیہ: ۳/۲۶۷،
مسئلہ: ۴۳۳۰)

(۳) وما لا یطل بالشروط..... الطلاق والہبہ والصدقہ. (ہندیہ: ۴/۷۰۷)

کے نصف پھل مجھے دیتے رہنا تو ہدیہ و صدقہ صحیح ہے اور شرط باطل ہے، اور اس غریب کے ذمہ نصف پھل دینا ضروری نہ ہوگا۔^(۱)

۴۲۹- **ضابطہ:** فقیر کو ہدیہ کرنا حکماً صدقہ ہے۔

تفریع: پس فقیر سے ہدیہ کا رجوع جائز نہ ہوگا، کیونکہ وہ صدقہ ہے اور صدقہ میں رجوع جائز نہیں، اسی طرح اس ہدیہ میں ایصال ثواب کی نیت کرے تو درست ہے، کیونکہ وہ درحقیقت صدقہ ہے (غرض فقیر کو ہدیہ کرنے میں صدقہ کے احکام جاری ہوں گے)

استدراک: ضابطہ کا دوسرا جزو ہے ”غنی کو صدقہ کا کرنا حکماً ہدیہ ہے“ لیکن اس کو اس لئے ذکر نہیں کیا گیا کہ اس میں دو روایتیں ہیں ترجیحی روایت اس کے خلاف ہے — یعنی راجح یہ ہے کہ غنی کو صدقہ حکماً صدقہ ہی ہے، پس غنی کو صدقہ کرنے میں وہی سب احکام جاری ہوں گے جو فقیر کو صدقہ کرنے میں ہیں۔^(۲)

۴۳۰- **ضابطہ:** پیشہ ور مانگنے والے جن کا حال معلوم نہ ہو ان کو صدقہ دینے میں غالب گمان کا اعتبار ہوگا، اگر (قرائن سے) غالب گمان ان کے محتاج ہونے کا ہے تو دینے میں حرج نہیں، اور اگر مالدار ہونے کا ہے تو دینا مکروہ ہے۔^(۳)

(۱) لو كان الموهوب كرمًا و شرط أن ينفق عليه من ثمرة تصح الهبة ويطل الشرط. (ہندیہ: ۴/۳۹۶)

(۲) (لعلهما قولان) فی التمة عن المنتقى لارجوع فی الصدقة وإن كانت علی الغنی استحساناً لأن التخصيص علی الصدقة دليل علی أن غرضه الثواب والصدقة علی الغنی قد تكون سبباً للثواب بأن كان له نصاب، وله عیال لا یکفیه اهـ ومقتضى كونه استحساناً ترجیحه علی القول بأن الصدقة علی الغنی هبة تأمل. (تقریرات الرافعی علی الشامی: ۸/۲۵۵)

(۳) (وسئل بعضهم عن التصدق علی المکدین الذین یسألون الناس ←

تشریح: کیونکہ جب مالدار ہے تو ان کے لئے سوال حرام ہے، تو دینے میں اعانت علی المعصیت لازم آئے گی۔

استدراک: اعانت علی المعصیت کا تقاضہ تو یہ تھا کہ ان کو دینا مکروہ نہیں بلکہ حرام ہونا چاہئے، جیسا کہ بعض فقہاء نے لکھا ہے، لیکن چونکہ ایک روایت کے مطابق مالدار کو صدقہ دینا ہدیہ کے حکم میں ہوتا ہے، نیز اس میں معصیت کی ابتداء ان مانگنے والوں کی طرف سے ہے اس لئے بالکل حرام نہیں کہیں گے، البتہ کراہت ضرور آئے گی۔^(۱)

نوٹ: واضح رہے یہ نقلی صدقہ کی بات ہے، واجب صدقہ، جیسے زکوٰۃ، صدقۃ الفطر وغیرہ ایسے مالدار پیشہ وروں کو (یعنی جن کے متعلق مالدار ہونے کا غالب گمان ہے) دینا بالکل جائز نہیں، اگر دیا تو ادا نہ ہوگا۔

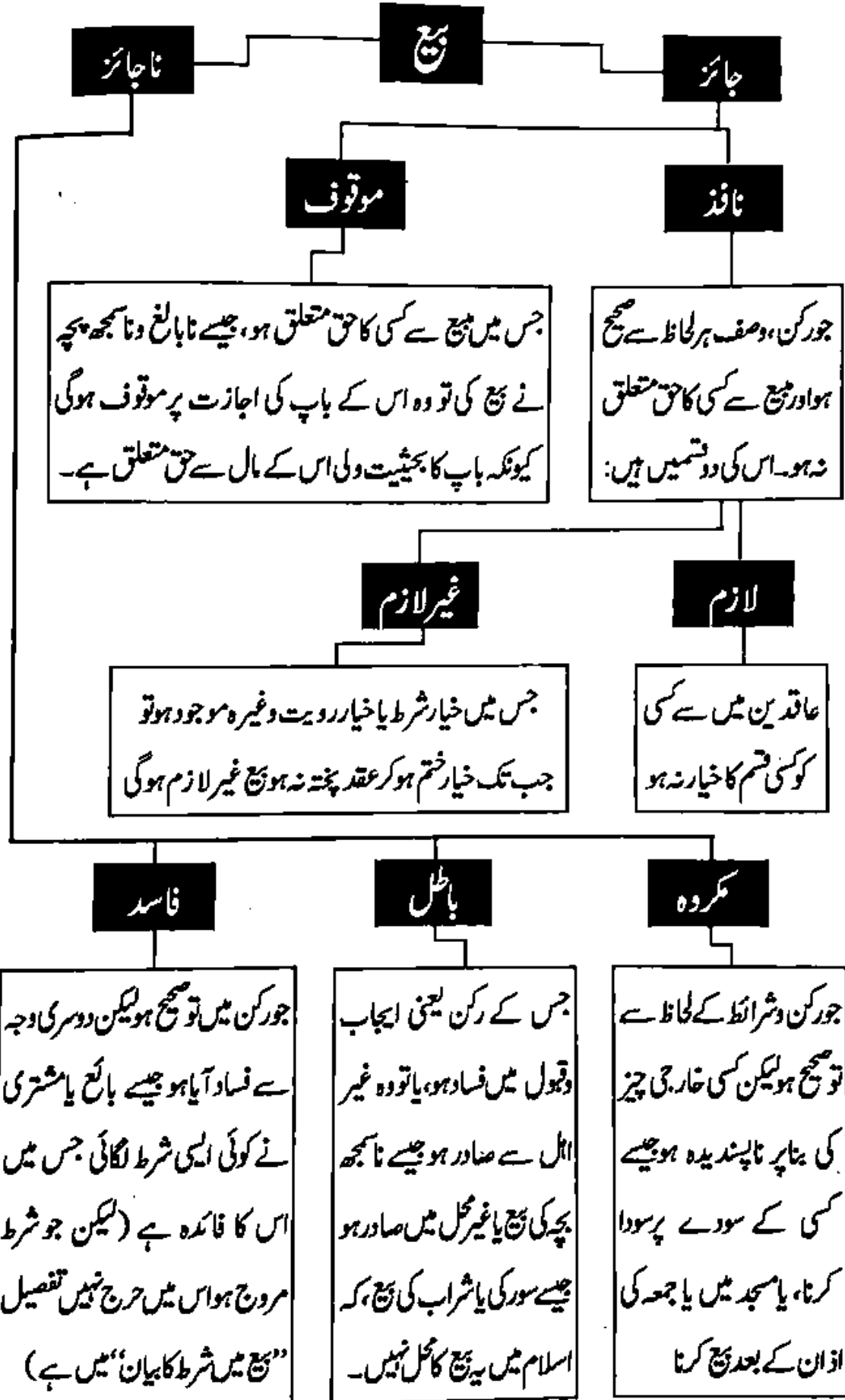


→ الحافوا یا کلون اسرافاً قال مالم یظهر لك ان ماتصدق علیہ ینفق فی المعصیۃ او هو غنی لا یأس بالتصدق علیہ وهو ماجور بما نوى من سد خلته کذا فی الحاوی. (ہندیہ: ۴/۸۰۸)

(۱) (مستفاد: شامی: ۳/۳۰۶)

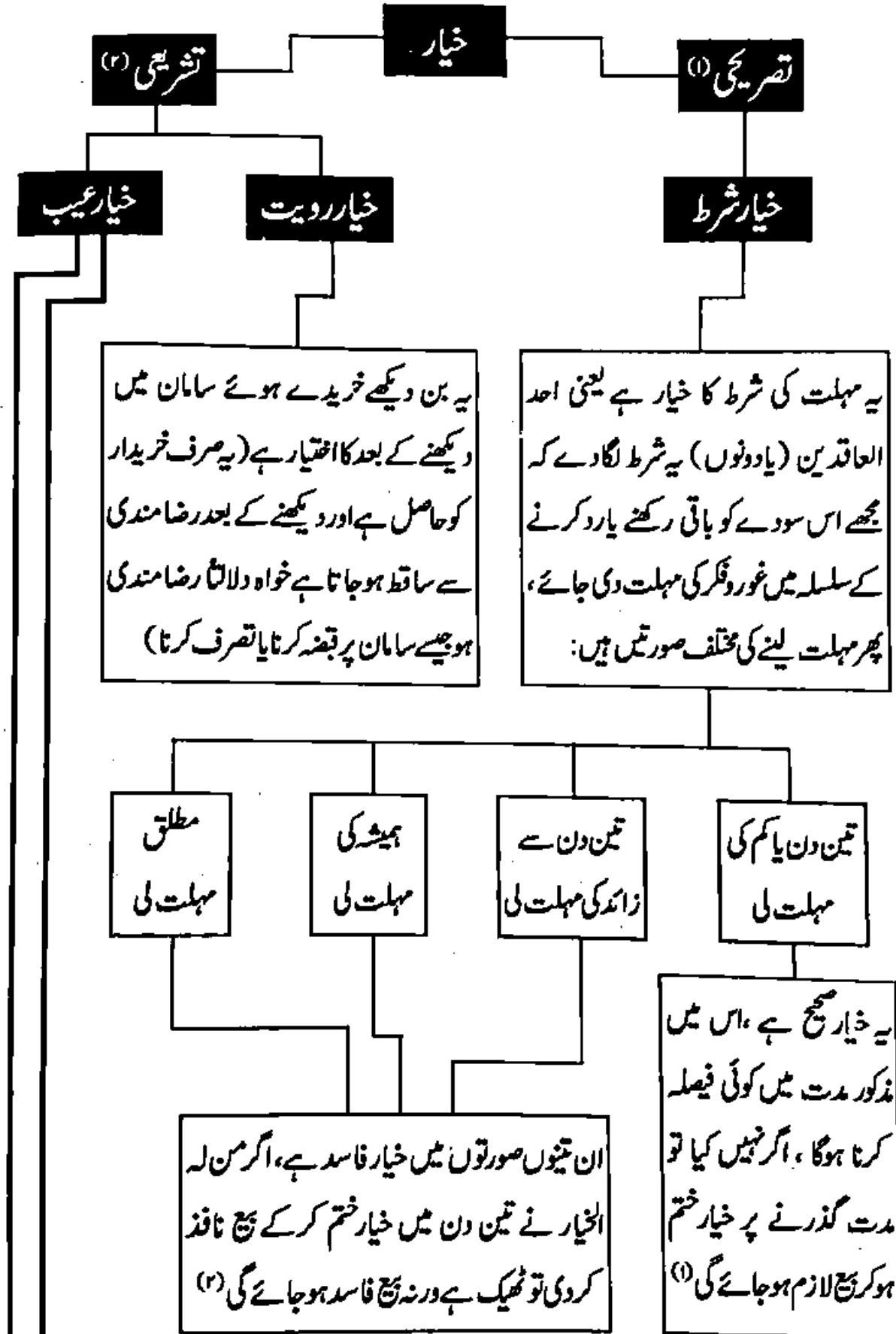
الخرائط الثمينة في المسائل الفقهية المهمة
 یعنی
 اہم فقہی مسائل کے قیمتی شجرات

شجرہ (۱): بیع کی اقسام باعتبار انعقاد



نوٹ: بیع فاسد اور باطل کا حکم کتاب میں ملاحظہ فرمائیں۔

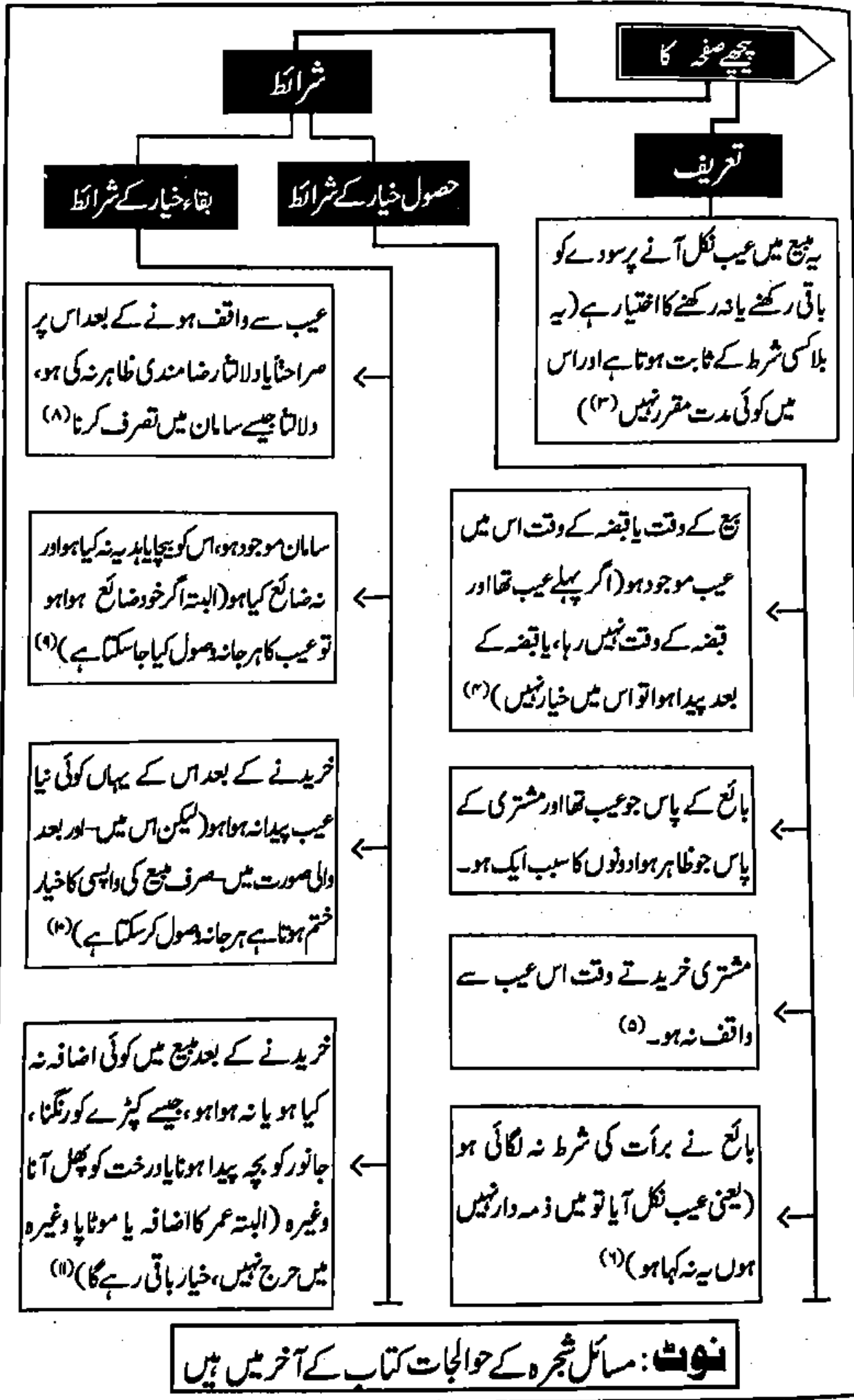
شجرہ (۳): بیع میں خیارات



حاشیہ: ۱-۲ "تصریحی" کا مطلب جو عاقدین کی صراحت سے حاصل ہو اور

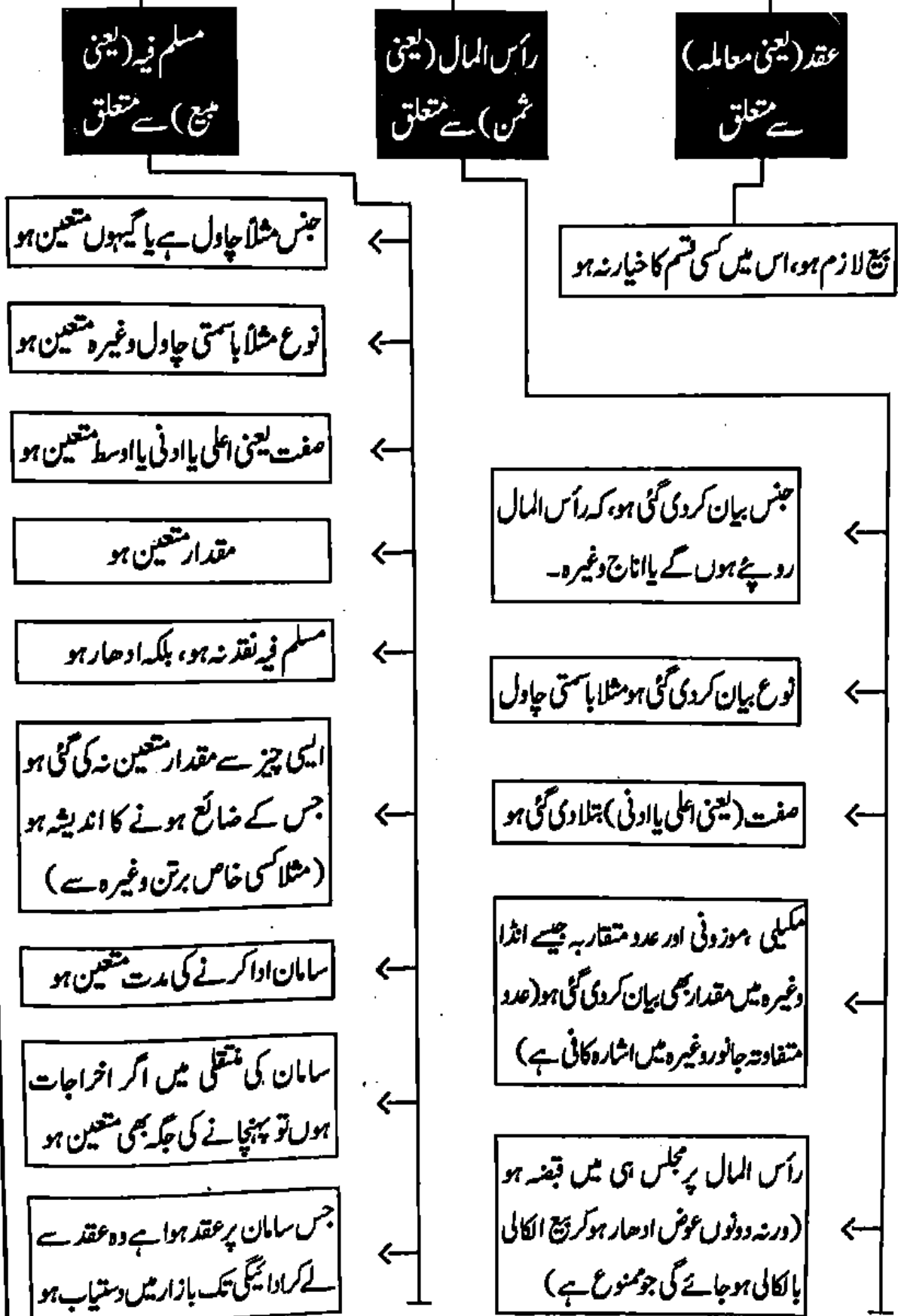
"تشریحی" سے مراد جو من جانب شریعت ہو خواہ صراحت کرے یا نہ کرے۔

آگے صفحہ پر



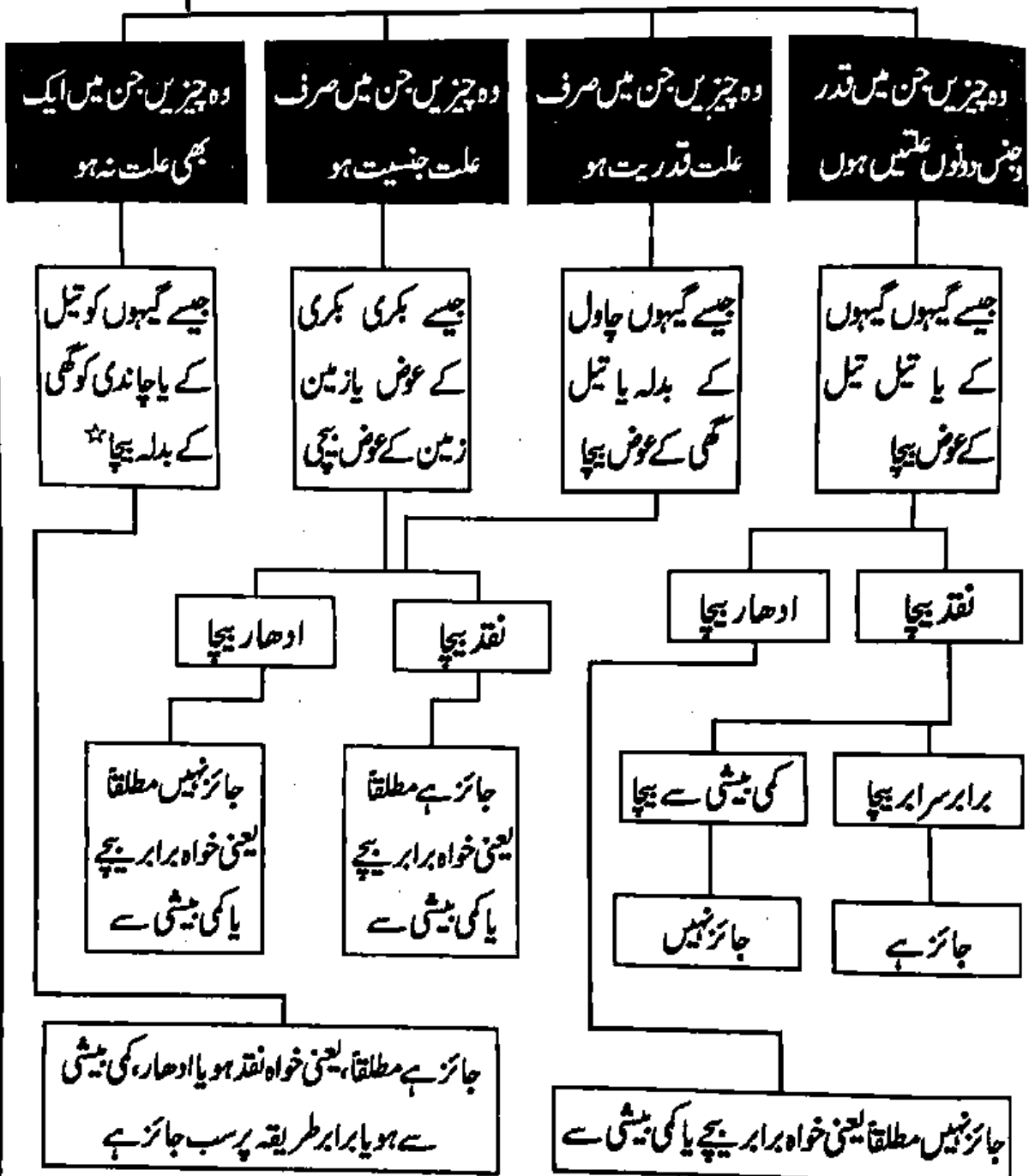
شجرہ (۴): شرائط بیع سلم

شرائط



شجرہ (۵): ربا (سود) کا بیان

معاوضتین



فائدہ: قدر سے مراد کیلی یا وزنی ہونا ہے، پس جانور، زمین، کپڑا وغیرہ میں قدر نہیں اور جنس سے مراد جن کی اصل بھی ایک ہو اور مقصود بھی ایک، جیسے گہوں گہوں کے عوض، پس جن کی اصل الگ الگ ہو جیسے گائے کا گوشت اور بکرے کا گوشت، یا مقصود الگ ہو جیسے بکری کے بال اور دنبہ کا اون تو وہ الگ الگ جنس تصور ہوگی (۵)

ہذا قدریت کیلئے ضروری ہے کہ دونوں وزنی ہوں یا دونوں کیلی، ایک وزنی اور دوسرا کیلی ہو تو ان میں قدریت شمار نہ ہوگی (۶)

نوٹ: حوالجات کتاب میں "باب الربا" میں ملاحظہ فرمائیں۔

اجارہ

شجرہ (۶): اجارہ کا بیان

باطلہ

اس چیز کا اجارہ جو شرعاً ناجائز ہو یا اس پر اجرت لینا ناجائز ہو، جیسے ناجائز گانے پر اجرت ملے کرنا، یا مندر کیلئے زمین اجرت پر دینا، یا جیسے نہ جانور کا مادہ سے جفتی کی اجرت وصول کرنا

فاسدہ

وہ اجارہ ہے جو فی نفسہ جائز ہو لیکن خارجی امر پیش آنے سے اس میں فساد آگیا ہو مثلاً مالک نے یہ شرط لگائی کہ یہ مکان آج سے کرایہ پر دیا لیکن دس دن میں اس میں رہوں گا۔

صحیحہ

وہ اجارہ ہے جو فریقین کی رضامندی سے ہو اور اس میں کوئی ناجائز امر نہ ہو جیسے خلاف عرف چیز کا اجارہ، ناجائز و حرام چیز کا اجارہ یا ناممکن یا غیر مقبوض چیز کا اجارہ۔

حکم

حکم

غیر لازمہ

لازمہ

ایسے عقد کو فسخ کرنا لازم ہے لیکن اگر فسخ نہیں کیا اور مستاجر نے فائدہ اٹھالیا تو اجرت مثل واجب ہوگی^(۱)

جس میں کوئی اختیار ثابت ہو

حکم

اس میں عقد کی پختگی من لہ الخیار پر موقوف ہوگی۔

جس میں معاملہ ختم کرنے کا کوئی اختیار نہ ہو اور نہ بعد عقد ایسا عیب ظاہر ہو کہ مستاجر کیلئے استفادہ مشکل ہو

حکم

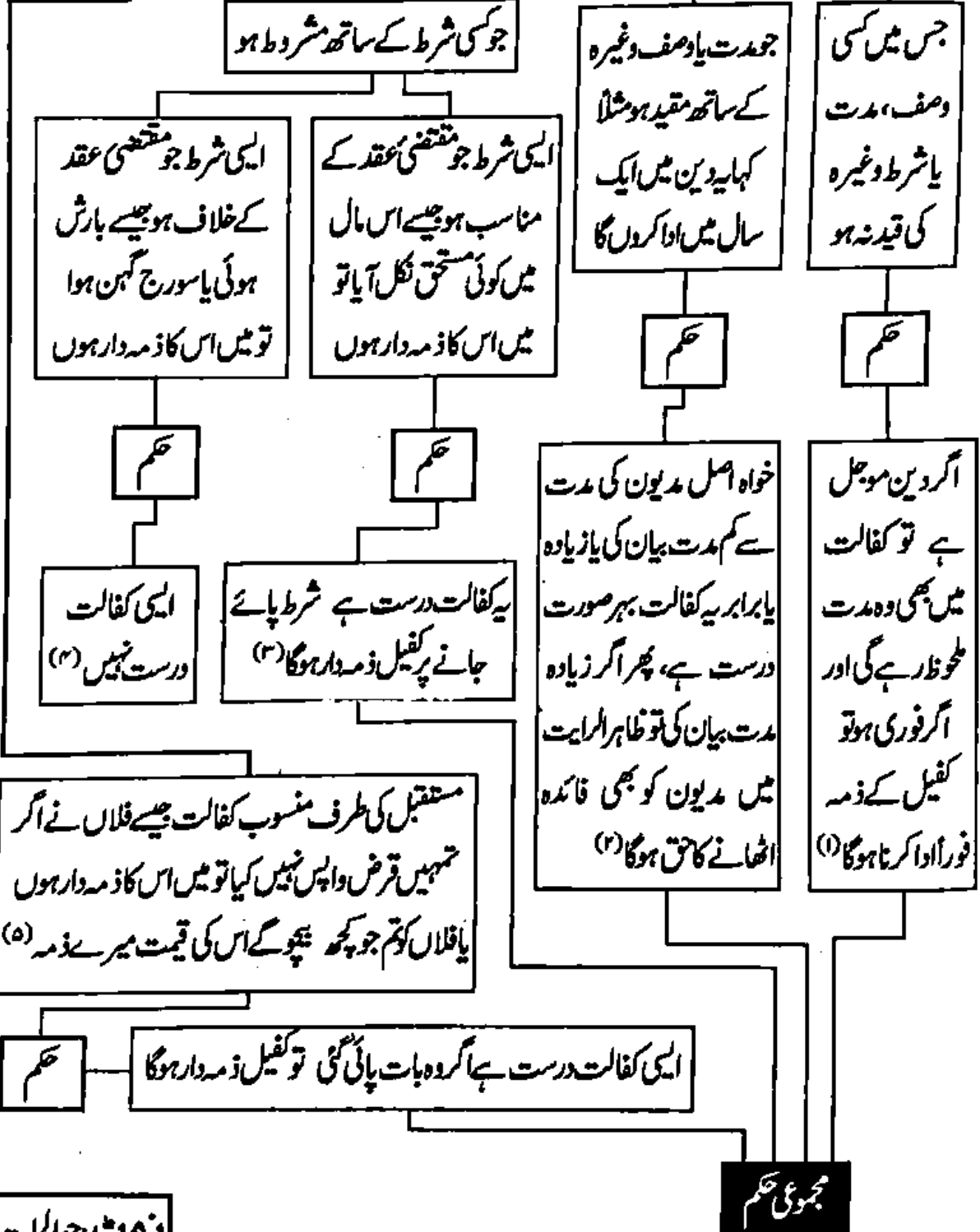
ایسا عقد لازم ہے اس میں کسی کو یک طرفہ معاملہ ختم کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

یہ عقد سرے سے صحیح ہی نہیں اس میں کوئی اجرت واجب نہ ہوگی نہ اجرت مسمی اور نہ اجرت مثل اگرچہ مستاجر نے فائدہ اٹھالیا ہو^(۲)

نوٹ: حوالجات کتاب میں ”کتاب الہبہ“ میں ملاحظہ فرمائیں۔

شجرہ (۷): کفالت بالمال کی اقسام و احکام کفالت

مطلق کفالت مقید کفالت مشروط کفالت منسوب کفالت



نوٹ: حوالیات

کتاب کے آخر میں ہیں۔

ان تمام کا مجموعی حکم یہ ہے کہ اگر مدیون کی خواہش پر کفالت قبول کی تھی تو دین کی ادائیگی کے بعد کفیل کو اس سے رجوع کا حق ہوگا اور اگر بطور خود قبول کی تھی تو رجوع کا حق نہ ہوگا^(۶)

توکیل

شجرہ (۸): وکالت کا بیان

حقوق العباد میں

حقوق اللہ میں

وہ جو شبہ سے ساقط
نہیں ہوتےوہ جو شبہ سے ساقط
ہو جاتے ہیںوہ حقوق جن میں
دعویٰ شرط نہیںوہ حقوق جن میں
دعویٰ شرط ہےیعنی مالی
حقوق مثلاً
دین وغیرہجیسے
قصاص
وغیرہجیسے حد
زنا، حد زنا
وغیرہجیسے حد
قذف،
حد سرقتاس میں توکیل مطلقاً
درست ہے پھر اس قسم میں
خرید و فروخت سے متعلق
توکیل کی دو قسمیں ہیں:اس میں توکیل جائز ہے البتہ
بوقت قصاص مؤکل (مقتول
کا ولی) کا موجود ہونا ضروری
ہے ورنہ وکالت معتبر نہ ہوگیان کے
ثبوت کیلئے
توکیل
جائز نہیںاس میں وکیل بنانا صحیح
ہے کہ وہ مؤکل کی
طرف سے عدالت
میں دعویٰ دائر کرے

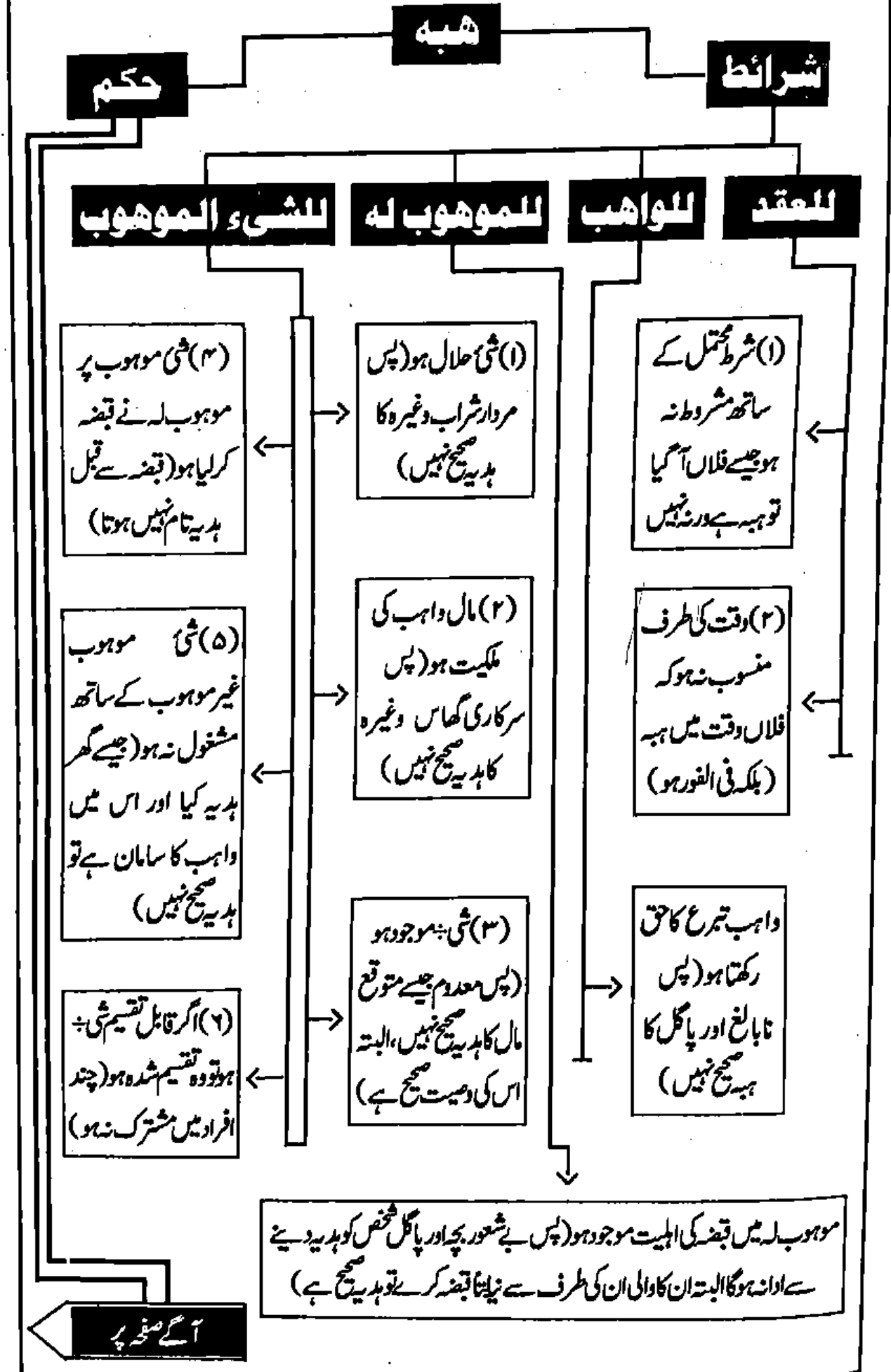
وکالت خاصہ

وکالت عامہ

جس میں مخصوص چیز خریدنے کو کہا اور یہ نہ کہا کہ اپنی مرضی کے موافق خریدو

جہالت قلیلہ ہو: یعنی جو مفہمی الی
المنازعہ نہ ہو مثلاً کہا تین ہزار تک کا
بکرا خریدو تو یہ کفالت درست ہےجہالت کثیرہ ہو: مثلاً یہ بھی نہیں کہا
کس نوع کا کپڑا ہے سوئی یا ریشمی
وغیرہ تو ایسی کفالت درست نہیںجس میں وکیل کو یہ
اختیار دیا کہ وہ کچھ
بھی خریدے یا کوئی
محین چیز اپنی مرضی
کے موافق خریدےنوٹ: حوالیات کتاب میں "کتاب
الوکالت" میں ملاحظہ فرمائیں۔یہ صحیح ہے خواہ اس میں کتنا ہی ابہام ہو (اور تمام امور کا وکیل
بنایا تو وہ ہر حالت اور طلاق کے علاوہ سب کا وکیل ہے)

شجرہ (۹): شبہ (ہدیہ) کا بیان



پیچھے صفحہ کا

ہدیہ سے موہوب لہ کی ملکیت قائم ہو جاتی ہے
لیکن لازم نہیں ہوتی، واہب رجوع کر سکتا ہے
البتہ سات صورتیں مستثنیٰ ہیں، وہ یہ ہیں:

شرط فاسد سے ہدیہ فاسد نہیں ہوتا مثلاً کہا یہ جانور ہدیہ ہے
اس شرط پر کہ تم اس پر بوجھ نہ لادنا تو شرط فاسد ہے ہدیہ صحیح ہے

سات مستثنیٰ صورتیں جن میں واہب ہدیہ دیکر رجوع نہیں کر سکتا

(۴) موہوب لہ کی ملک میں وہ چیز باقی نہ
رہی ہو یعنی اس نے کسی اور کو ہبہ کر دی ہو
یا اس کو بیچ دی ہو یا استعمال کر کے ختم کر دی ہو

(۵) دونوں میں رشتہ زوجیت ہو، یعنی
شوہر نے بیوی کو یا بیوی نے شوہر کو ہبہ کیا ہو

(۶) دونوں ذی رحم محرم رشتہ دار ہوں
(صرف محرمیت کا رشتہ ہو، رحم کا نہ ہو جیسے
ساس، سوتیلی اولاد اور رضاعی رشتہ دار؛
یا صرف رحم کا رشتہ ہو محرمیت کا نہ ہو جیسے چچا
یا خالا کا لڑکا تو وہ رجوع میں مانع نہیں)

(۷) ہدیہ کی ہوئی چیز ہلاک یا ضائع ہو گئی ہو
(کہ اب اس میں رجوع کی گنجائش نہیں)

(۱) موہوب لہ نے سامان میں ایسی
زیادتی کر دی جو اس سے متصل ہے جیسے
زمین میں درخت لگا لیا، یا کپڑے کو سی لیا
وغیرہ (منفصل زیادتی رجوع کیلئے مانع نہیں
جیسے جانور کو بچہ پیدا ہوا، اسی طرح بجائے
اضافہ کے نقص پیدا ہو گیا تو بھی مانع نہیں)

(۲) واہب یا موہوب لہ دونوں میں سے
کسی ایک کی موت واقع ہونا (پس موت
سے رجوع کی گنجائش باقی نہیں رہتی)

(۳) ہدیہ بالعوض ہو یعنی موہوب لہ نے
اس ہدیہ کا کوئی عوض صریحاً عوض کہہ کر
یا واہب کے شرط لگانے پر دیدیا ہو (خیال
رہے کہ بلا شرط یا بلا صراحت کے ویسے
ہی دی ہوئی کوئی چیز عوض شمار نہ ہوگی)

نوٹ: حوالجات کتاب میں "کتاب الہبہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

حوالجات شجرات

حوالجات شجره (٣): بيع ميں خياريات

(٢-١) صح شرطه للمتبايعين أو لأحدهما... ثلاثة أيام أو أقل وقسد عند اطلاق أو تايد غير أنه يجوز إن أجاز من له الخيار في الثلاثة فينقلب صحيحاً على الظاهر (الدر المختار على هامش ردالمحتار: ٨/١٠٨ تا ١٤٤٤)

- (٣) ثم إن خيار العيب يثبت بلا شرط ولا يترقت (شامي: ٨/١٦٧)
- (٣) فمنها ثبوت العيب عند البيع أو بعده قبله التسليم حتى لو حدث بعد ذلك لا يثبت الخيار. (بدائع الصنائع: ٤/٥٤٦)
- (٥) واختلاف السبب يوجب اختلاف الحكم فكان الموجود في يد المشتري بعد البلوغ غير الموجود في يد البائع فكان عيباً حادثاً ويمنع الرد بالعيب (بدائع: ٤/٥٤٧)
- (٦) ومنها: جهل المشتري بوجوب العيب عند العقد والقبض. (بدائع: ٤/٥٤٨)
- (٤) ومنها عدم اشتراط البراءة عن العيب في البيع عندنا حتى لو اشترط فلا خيار للمشتري. (هندي: ٣/٦٧)
- (٨) ومنها عدم الرضا بالعيب صريحاً ودلالة وهي أن يتصرف في المبيع بعد العلم بالعيب تصرفاً يدل على الرضا بالعيب فإن ذلك يمنع ثبوت حق الرد والرجوع جميعاً. (بدائع: ٤/٥٥٧)

- (٩) ومنها أن يكون امتناع الرد لامن قبل المشتري فإن كان من قبله لا يرجع بالنقصان لأنه يصير حابسا المبيع بفعله ممسكا عن الرد وهذا يوجب بطلان الحق أصلا ورأساً وعلى هذا يخرج ما إذا هلك المبيع..... ثم علم أنه يرجع ولوباعه المشتري أو وهبه ثم علم بالعيب لم يرجع بالنقصان الخ. (بدائع: ٤/٥٦٨)
- (١٠) وإذا حدث عند المشتري عيب وطلع على عيب كان عند البائع فله أن يرجع بالنقصان ولا يرد للمبيع... الخ (هداياه: ٣/٤١)
- (١١) لا امتناع الرد بسبب الزيادة لأن الزيادة ليس بمبيعه فامتنع أصلاً. (هداياه: ٣/٤٢) ومتولدة من المبيع كالسمن والجمال وانجلاء الياض وإنها لا تمنع الرد بالعيب في ظاهر الرواية. (هندية: ٣/٤٨-٧٧، بدائع: ٤/٥٦٠)

حوالجات شجره (٥): ربا كبايان

<p>(١-٢) فإن وجد الوصفان حرم الفضل والنساء وإن عدما حلا وإن احدهما فقط حل التفاضل لا النساء. (ملتقى الأبحر على هامش مجمع الأنهر: ٣/١٢١-الباب في شرح الكتاب: ١/٢٢١)</p>	<p>(١-٢)</p>
<p>(٥) والحاصل أن الاختلاف باختلاف الأصل أو المقصود الخ (الدر المختار) (باختلاف الأصل). ك.. لحم البقر مع لحم الضأن (أ والمقصود) كشعر المعز وصوف الغنم. (شامى: ٧/٤١٨)</p>	<p>(٥)</p>
<p>(٦) "وعلته القدر" هو القدر المتفق كبيع موزون بموزون أو مكيل بمكيل بخلاف المختلف كبيع مكيل بموزون نسيئة فإنه جائز الخ (شامى: ٧/٤٠٥)</p>	<p>(٦)</p>

حوالجات شجره (٦): اجاره كابيان

- (٢-١) وحكم الأول وهو الفاسد وجوب أجر المثل بالإستعمال
 بخلاف الثاني وهو الباطل فإنه لا أجر فيه بالإستعمال (الدر المختار
 على هامش رد المحتار: ٦٢/٩)

حوالجات شجره (٧): كفالت بالمال كى اقسام

- (١) فإن كان مطلقاً فلا شك فى جوازه إذا استجمع شرائط الجواز
 وهى ما ذكر إن شاء الله تعالى غير أنه إن كان الدين على الأصيل
 حالاً كانت الكفالة حالة وإن كان الدين عليه مؤجلاً كانت
 الكفالة مؤجلة (بدائع: ٦٠١/٤)
- (٢) ثم إن كان الدين على الأصيل مؤجلاً إلى أجل مثله يتأجل إليه فى
 حق الكفيل أيضاً وإن سمي الكفيل أجلاً أزيد من ذلك أو نقص
 جاز..... وإن كان الدين عليه حالاً جاز التأجيل إلى الأجل المذكور
 ويكون ذلك تأجيلاً فى حقهما جميعاً فى ظاهر الرواية. (بدائع :
 ٦٠١/٤)
- (٣-٣) أو علقت بشرط صحيح ملائم أى موافق للكفالة بأحد أمور ثلاثة:
 بكونه شرطاً للزوم الحق نحو قوله إن استحق المبيع أو جحدك
 المودع فعلى الدية..... أو شرطاً لإمكان الاستيفاء نحو إن قدم
 زيد فعلى ما عليه الدين وهو مكفول عنه أو شرطاً لتعديده
 أى الاستيفاء نحو إن كان غاب زيد عن المصر فعلى ، وأمثله
 كثيرة، فهذه جملة الشروط التى يجوز تعليق الكفالة بها،

ولا تصح إن علقت بغير ملائم نحو إن هبت الريح أو جاء المطر لأنه تعليق بالخطر فتبطل، ولا يلزم المال، وما في الهداية سهو كما حرره ابن كمال (الدر المختار على هامش رد المحتار: ۵۸۷/۷)

(۵) والكفالة المضافة إلى وقت في المستقبل جائزة لمعامل الناس في ذلك - ولو قال رجل ما بايعت فلاناً فهو عليّ جاز... الخ (هنديہ: ۳/۲۵۶، بدائع: ۴/۶۰۴) - رجل قال لأخو إن لم يعطيك فلان مالك فهو عليّ فتقضاء الطالب فلم يعطه المطلوب لزم الكفيل استحساناً (هنديہ: ۳/۲۷۵)

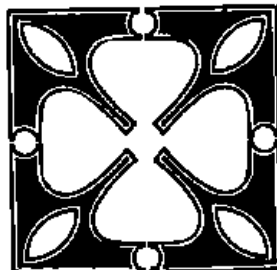
(۶) وللطالب مطالبة أي شاء من كفيله وأصيله... فإن كفل بأمره لا يرجع عليه بما أدى عنه وإن أجازها المكفول عنه وإن كفل بأمره رجع. (ملقى الأبحر على المجمع: ۳/۱۸۳-۱۸۴)

قال المؤلف عفى الله عنه: قد تم المجلد الثاني بحمد الله تعالى

وتوفيقه ويتلوه إن شاء الله تعالى المجلد الثالث وأوله "كتاب

الشهادات" صلى الله تعالى على خير خلقه سيدنا محمد وعلى آله

وصحبه وبارك وسلم تسليماً كثيراً.



مطابع المراجع

مراجع	مطابع
۱ سنن ابوداؤد	مکتبہ اشرفیہ دیوبند
۲ سنن ترمذی	مکتبہ شاملہ (سی ڈی)
۳ مشکوٰۃ المصابیح	یاسرندیم دیوبند
۴ ابن ماجہ	یاسرندیم دیوبند
۵ ہدایہ	یاسرندیم دیوبند
۶ رد المحتار (معروف بالشامی)	مکتبہ زکریا دیوبند
۷ الدر المختار (علی ہاشم الشامی)	مکتبہ زکریا دیوبند
۸ تقریرات الرافعی علی الشامی	مکتبہ زکریا دیوبند
۹ التاتارخانیہ (جدید)	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۰ مجمع الانہر	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۱۱ ملتقى الابرار	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۱۲ الدر المنقی	مکتبہ فقیہ الامت دیوبند
۱۳ البحر الرائق	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۴ منحة الخالق	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۵ فتاویٰ ہندیہ (عالمگیری)	مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، پاکستان
۱۶ فتاویٰ قاضیخان علی ہاشم الہندیہ	مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ، پاکستان
۱۷ بدائع الصنائع	مکتبہ زکریا دیوبند
۱۸ کتاب الفقہ علی المذہب الاربعہ	دار الکتاب العلمیہ بیروت

۱۹	البنایہ فی شرح الہدایہ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۲۰	امداد الفتاویٰ	مکتبہ زکریا دیوبند
۲۱	فتاویٰ دارالعلوم	مکتبہ دارالعلوم دیوبند
۲۲	فتح القدر	مکتبہ حقانیہ پشاور
۲۳	قدوری علی ہاشم الجوبہرہ	مکتبہ میر محمد کراچی
۲۴	النف فی الفتاویٰ	دارالکتاب العلمیہ بیروت
۲۵	الاشباہ والنظائر	دارالکتاب العلمیہ بیروت
۲۶	کفایت المفتی	مکتبہ زکریا دیوبند
۲۷	نظام الفتاویٰ	اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی
۲۸	عنایہ علی ہاشم فتح القدر	مصطفیٰ البابی الحلبي، مصر
۲۹	نفع المفتی والسائل	مکتبہ رحیمیہ دیوبند
۳۰	الفتاویٰ الکاملہ	مکتبہ حقانیہ پشاور
۳۱	کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعہ	دارالکتاب العلمیہ بیروت
۳۲	فتاویٰ محمودیہ	ادارہ صدیق ڈابھیل
۳۳	فتاویٰ رحیمیہ	دارالاشاعت کراچی
۳۴	جواہر الفقہ	مکتبہ تفسیر القرآن دیوبند
۳۵	خلاصۃ الفتاویٰ	امجد اکیڈمی لاہور
۳۶	مرقاۃ المفاتیح (شرح مشکوٰۃ)	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۳۷	اسلام اور جدید معاشی مسائل	فیصل، دیوبند دہلی
۳۸	فقہی مقالات	زمزم بکڈ پو دیوبند
۳۹	نئے مسائل اور فقہ اکیڈمی کے فیصلے	ایفاء بلیکیشنز دہلی
۴۰	الباب فی شرح الکتاب	دارالکتاب دیوبند

۴۱	ایضاح النوادر	مکتبہ علمیہ سہارنپور
۴۲	اعلاء السنن	ادارۃ القرآن کراچی
۴۳	الاختیار لتعلیل المختار	مکتبہ الشاملہ
۴۴	تنقیح الفتاویٰ الحامدیہ	مکتبہ میمنہ مصر
۴۵	درر الحکام شرح غرر الاحکام	مکتبہ شاملہ
۴۶	تبیین الحقائق	مکتبہ شاملہ
۴۷	درر الحکام فی شرح المجلہ	مکتبہ شاملہ
۴۸	بحوث قضایا معاصرہ	مکتبہ دارالعلوم کراچی
۴۹	الجوہرۃ النیرۃ	مکتبہ میر محمد کراچی
۵۰	نظام الفتاویٰ	اسلامک فقہ اکیڈمی دہلی
۵۱	قاموس الفقہ	کتب خانہ نعیمیہ دیوبند
۵۲	قواعد الفقہ	دارالکتاب دیوبند
۵۳	احسن الفتاویٰ	دارالاشاعت دیوبند
۵۴	آپ کے مسائل اور ان کا حل	دارالکتاب دیوبند
۵۵	تبیین الحقائق	مکتبہ شاملہ
۵۶	حاشیۃ الطحاوی علی الدر المختار	دار المعرفۃ بیروت
۵۷	المحیط البرہانی	غفار یہ کوئٹہ
۵۸	التعریفات الفقہیۃ علی هامش دارالکتاب	دیوبند
۵۹	انہر الفائق	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ
۶۰	الفقہ الاسلامی وادلتہ	مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ